

مکمل

دلائل محمدی

تالیف

خطیب الہند مولانا محمد صاحب جوناگڑھی رح

- سینے پر ہاتھ باندھنا صرف عورتوں کیلئے کیوں؟
- رفع الیدین مسنون یا منسوخ
- سورہ فاتحہ کے بغیر نماز......
- آمین بالجہر یا آمین بالسر

مکتبہ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

مراجعہ وحواشی
مولانا حافظ عبد اللطیف اثری
استاذ حدیث وفقہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

مکمل

دلائل محمدی

تالیف

خطیب الہند مولانا محمد صاحب جوناگڑھی رح

* سینے پر ہاتھ باندھنا صرف عورتوں کیلئے کیوں؟
* رفع الیدین مسنون یا منسوخ
* سورہ فاتحہ کے بغیر نماز......
* آمین بالجہر یا آمین بالسر

مراجعہ وحواشی

مولانا حافظ عبداللطیف اثری

استاذ حدیث وفقہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو

نام کتاب : دلائل محمدی مکمل

تالیف : خطیب الہند مولانا محمد صاحب جوناگڑھی رح

مراجعہ وحواشی : مولانا حافظ عبداللطیف اثری

طابع وناشر : مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

سال اشاعت : جنوری ۲۰۱۲ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار ایک سو

صفحات : 160

قیمت : 85/-



شفیق الرحمٰن، عزیز الرحمٰن

مکتبۃ الفہیم

مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road

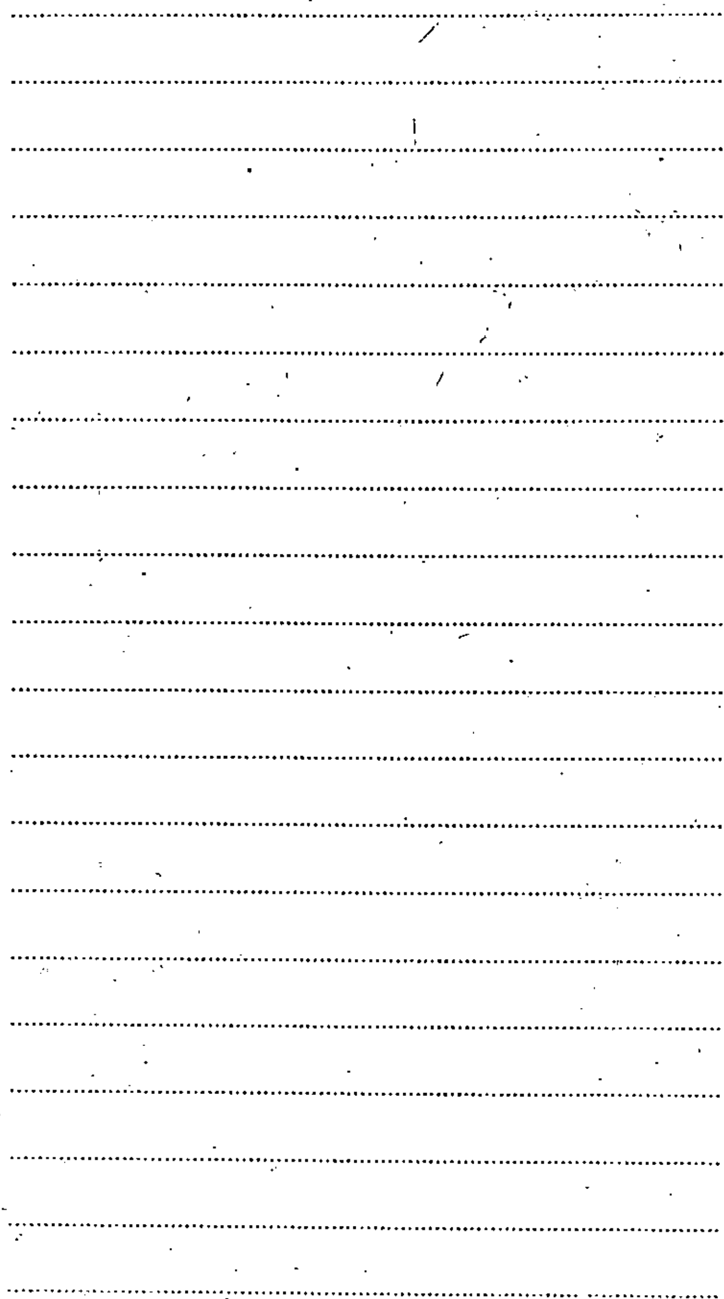
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101

Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224

Email :faheem.books@gmail.com

WWW.faheembooks.com

برائے یادداشت!



فہرست مضامین

بسم الرحمٰن الرحیم

احوال واقعی

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تیسری صدی تک بلکہ چوتھی صدی میں بھی مسلمان بدعات وخرافات سے دور تھے۔ان کا تعامل براہ راست کتاب وسنت پر تھا وہ قرآن وحدیث ہی کو اپنا امام اور مقتدی مانتے تھے، عامل سنت تھے اور سنت کے ہوتے ہوئے کسی کے قول کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

لیکن دشمن دین وایمان نے جو موقع کی تلاش میں رہتا ہے جس طرح بہت سی بدعات کو مزین بنا کر شرعی کام بنادیا اور ضعیف الایمان لوگ اس پر عامل ہو گئے ٹھیک اسی طرح تقلید شخصی کو بھی کامل ہوشیاری کے ساتھ ایک خوبصورت شکل دے دیا۔پھر کیا تھا احادیث کی جگہ آراء الرجال نے لے لی اور قال رسول اللہ کے بجائے قال فلان وفلان کی گردان شروع ہوگئی اور یہ معاملہ یہیں نہیں رکا بلکہ معاملہ اس قدر آگے بڑھا کہ مسلمانوں نے اپنی نسبت محمد رسول اللہ فداہ ابی وامی سے ہٹا کر امتیوں کی جانب کر لی اور فخر یہ شافعی، حنبلی، حنفی ومالکی کہلانے لگے۔فیا للرزیة و یا للمصیبة.

لیکن امت کا قوی الایمان طبقہ دشمن دین وایمان کے اس پھیلائے ہوئے جال میں نہ آسکا اور وہ صحابہ وتابعین کی طرح اپنا تعلق براہ راست قرآن وسنت ہی سے جوڑے رہا اور دوسروں کو اس جال سے نکالنے کی کوشش میں لگ گیا اور الدین النصیحة کے بموجب اس کے لئے وہ سارا طریقہ اپنایا جو اس کام کے لئے موثر ہوسکتا تھا۔تقریر وخطابت کے ساتھ ساتھ جرائد ومجلات کا اجراء کیا اور تصنیفات وتالیفات کا انبار لگا دیا۔

یوں تو اس سلسلے میں کام کرنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے لیکن جن حضرات علماء کرام کے مساعی اس سلسلے میں زیادہ بار آور ہوئے ان میں ترجمان القرآن والسنة

خطیب الاسلام مولانا محمد جونا گڈھی کا نام پہلی فہرست میں ہے، آپ نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ ہر بدعت کے سامنے بند باندھا ہے بطور خاص تقلید کی ہولنا کیوں اور اس کے مضرات دنیوی واخروی کو واشگاف الفاظ میں قرآن وحدیث کے دلائل سے بیان کیا ہے۔ خلاف سنت عمل کو مٹانے کے لئے آپ کا قلم تلوار کے مثل تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اور اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ پر مکمل عمل پیرا تھے۔ انداز بیان اتنا موثر اور پیارا تھا کہ مخاطب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اور دل سے بات نکل کر دل کی گہرائیوں میں پہونچ کر اثر انداز ہوتی تھی جس کا سب سے بین ثبوت یہ کتاب ''دلائل محمدی'' ہے۔ اس کتاب کا دوسرا حصہ ایک راجکوٹی متصنف کی کتاب" الصراط المستقیم فی اتباع سید المرسلین" کا جواب ہے۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ اس غیر علمی کتاب کا جواب اس طرح سنجیدہ وعلمی انداز میں دیا ہے کہ کہیں بھی متانت مجروح نہیں ہوئی ہے۔

مصنف کی زندگی میں کتاب کی اشاعت کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ قرأة فاتحه خلف الامام، آمین بالجهر، رفع الیدین اور سینے پر ہاتھ باندھنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، اور فقہ حنفی کے مصنفین نے بھی اسے تسلیم کیا ہے لہٰذا ان سنتوں پر عاملین کے ساتھ ظلم و زیادتی درست نہیں ہے۔ الحمد للہ اس کتاب کا خاطر خواہ فائدہ سامنے آیا تھا اور مخالفین سنت اپنی حرکت سے باز آگئے تھے۔

ادھر چند سالوں سے ایک بار پھر معاندین سنت اکثریت کے زعم میں ''ان ابراهیم کان امة " کو نظر انداز کر کے مذبوحی حرکت کرنے لگے ہیں اور عاملین کتاب وسنت پر ایسے ایسے الزامات لگا رہے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

''تحفظ سنت کانفرنس'' کی مناسبت سے جو کتابیں تیار کر کے گھر گھر پہنچائی گئی ہیں ان میں ایک کتاب کے جاذب نظر ٹائٹل پر کتاب کا نام یوں درج ہے۔

''بموقع تحفظ سنت کانفرنس،تحریک لامذہبیت،غیر مقلدیت/سلفیت ،دور حاضر میں افتراق بین المسلمین کی سب سے خطرناک عالمگیر مہم''۔

اور پھراس کتاب میں قرآن وسنت کے حقیقی ترجمان وعاملین کو''بے توفیق''''فتنہ پرور وگستاخ'' کا شاندار لقب دیا گیا ہے،اوران کی مساعی جمیلہ ودعوت الی الکتاب والسنۃ کو تلبیس کاری اور خطرناک مہم بتایا گیا ہے۔اور دردمندانہ اپیل کے لہجے میں وقت کی سب سے اہم ضرورت یہ بتائی گئی ہے کہ''ان بےادب اور گستاخ غیر مقلدین کولگام دینے کے لئے علماءاسی طرح کمربستہ ہوں جیسے انھوں نے قادیانیت وغیرہ باطل طاقتوں کا تعاقب کرکےان کے ضلال کوواضح کیا ہے''

یہاں یہ بات ضرور نظر میں رہے کہ کتاب کے مصنف کو جوش میں یہ ہوش ہی نہیں رہا کہ باطل طاقتوں کا استیصال کس نے کیا ہےان امام اھل الرای کے منتسبین نے یا عاملین کتاب وسنت نے۔مرزاغلام احمد قادیانی سے مباہلہ کس نے کیا ہے؟ البریلویہ،القادیانیۃ، الشیعۃ واھل البیت،الشیعۃ والسنۃ،قادیانیت اپنے آئینے میں،جیسی کتابوں کے مصنفین کا تعلق کس جماعت سے ہے،اہل حدیث یااہل الرائے سے۔

احادیث صحیحہ پرعمل سے گریزاورفقہ پرہی عمل پیرارہنے کے لئے بہانہ یہ بنایا جاتا رہا ہے کہ احادیث میں تعارض ہے،خلاف سنت کاموں پراپنے ہم مسلک کوعمل پیرارکھنے کے لئےطفل تسلی کےطور پر کہتے ہیں کہ''چند مسائل میں ظاہر کےخلاف امام کے جس قول پرہم عمل پیراہیں اس کی یقیناًان کے پاس کوئی دلیل ہوگی''۔

اس لئے مسلک سلف کےشیدائی اورعمل بالکتاب والسنۃ کا جذبہ رکھنے والے،اشاعتی ادارہ''مکتبہ الفہیم،مئو'' کے ذمہ داران نے داعیانہ اسلوب وانداز رکھنے والی علمی کتاب ''دلائل محمدی''مصنفہ مولانا جوناگڈھی کی طباعت کا بیڑہ اٹھایاہےتاکہ سنت کےجن مسائل کواختلافی مسائل کہہ کراسے ہلکاوبےوقعت کرنے کی سعی لاحاصل کرنے والوں کی حقیقت

بے نقاب اور صراط مستقیم واضح ہو۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب اور دوسرے ائمہ سے سچی محبت رکھنے والے کون ہیں۔

دلائل محمدی کی جدید طباعت کا عزم جب مذکورہ اشاعتی ادارہ نے کیا تو اس کے مراجعہ وحواشی کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی جسے میں نے علمی خدمت سمجھ کر منظور کر لیا اور بحمد للہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے سلسلۂ محمدیات کی دیگر کتب (سیف محمدی۔ طریق محمدی، ارشاد محمدی۔ شمع محمدی۔ ہدایت محمدی۔ نکاح محمدی،) کی طرح میں نے اس کتاب کا بھی مراجعہ کر کے کتابت وطباعت کی خامیوں کو درست کیا ہے۔ احادیث وآثار اور اقوال کے قدیم حوالوں کو بعینہ باقی رکھتے ہوئے جدید طبع شدہ کتابوں سے حوالہ مرتب کیا ہے۔ جن نصوص کا حوالہ نہیں تھا ان کا حوالہ لکھا ہے۔ آیات قرآنی کا سورہ وآیت نمبر لکھا ہے۔ جن احادیث کی جانب مصنف نے صرف اشارہ کیا تھا حاشیہ میں اس حدیث کو مع حوالہ نقل کیا ہے۔ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے، آہستہ آمین کہنے، عدم رفع الیدین اور اس کے منسوخ ہو جانے پر جن دلائل سے احناف نے استدلال کیا ہے ان تمام کو نقل کر کے تفصیلی جواب اور ان دلائل کے ضعف کو واضح کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ان مسائل کی صحیح احادیث کو معہ حوالہ درج کیا ہے۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے جو دلائل حنفیہ کے پاس ہیں ان کا تفصیلی جواب چونکہ شمع محمدی کے حاشیہ میں شائع ہو چکا ہے، اس لئے صرف اس کتاب کے حوالے پر اکتفا کیا ہے تا کہ متلاشیان حق اس کی طرف رجوع کر سکیں۔

مکتبہ الفہیم مئو نے جس اخلاص کے ساتھ قلیل مدت ہی میں ۱۶۰ر سے زائد سلفی وعلمی کتابوں کی عمدہ طباعت کا اہتمام کیا ہے وہ قابل تحدیث بلکہ قابل تعریف ہے۔ اور ان کے اس اخلاص کا ثمرہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں مزید اخلاص اور اس کے برکات سے نوازے۔ (آمین)

عبداللطیف اثری

استاذ تفسیر وحدیث

جامعہ عالیہ عربیہ، مئوناتھ بھنجن

10-08-2005

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہٖ الکریم

اتفاق واتحاد

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج کل مسلمانوں کو جس قدر اتفاق کی ضرورت ہے وہ مخفی نہیں، ہم بوجہ آپس کی نااتفاقیوں کے پسے جارہے ہیں۔ نااتفاقی کا گھن ہمیں کھوکھلا کر چکا ہے، ہماری رہی سہی ہوا بھی روز بروز اکھڑتی جارہی ہے، ہماری نہ صرف عزت بلکہ ہستیاں بھی خطرے میں ہیں، اگر اب بھی ہم نہ سنبھلے اور تتر بتر ہی رہے تو بسا ممکن ہے کہ خدا نخواستہ ہماری حالت بد سے بدتر ہوجائے اور جس طرح اگلی قومیں عزت کے آسمان تلے سے ہٹادی گئیں اور ذلت کی زمین میں دفن کردی گئیں، یہی روز بد ہمیں دیکھنا نہ پڑے، اور کچھ نہیں تو کم از کم ملک ہند کے سنی مسلمانوں کے یہ بڑے بڑے فریق یعنی حنفی اور اہل حدیث تو متفق ہوجائیں جو اصولاً قریب قریب ایک ہیں۔ ہاں البتہ بعض فروعات میں اختلاف ہے، جسے تنکے کا تاڑ اور رائی کا پہاڑ بنا کر دشمنانان اسلام نے اسلام کے ضعف کے لئے ایک ذریعہ بنالیا، ذرا ذرا سی بات میں دیوانی اور فوج داری ہوتی ہے جس میں ہزاروں روپے غیر مسلموں کے بھینٹ چڑھتا ہے، عزت کا برباد ہونا، وقت کا ضائع ہونا، طاقت کا کم ہونا، اتفاق کا مٹنا، نااتفاقی کا پھیلنا، خدا اور رسول کا بیزار ہونا یہ تو اس کا اول اور لازمی نتیجہ ہے۔

عموماً جن باتوں پر یہ تھکا فضیحتی ہوتی رہتی ہے وہ چند مسائل ہیں۔ مثلاً امام کے پیچھے سورہ فاتحہ (الحمد) کا پڑھنا، اونچی آواز سے آمین کہنا، رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرنا وغیرہ وغیرہ، میں چاہتا ہوں کہ اس رسالے میں بتلاؤں کہ محقق علمائے حنفیہ اور حنفی مذہب کی معتبر کتابوں کا ان مسائل میں کیا فیصلہ ہے اگر وہ بھی اہلحدیث کے ساتھ ان مسائل میں متفق ہوں تو پھر لڑائی بھڑائی بے فائدہ ہے۔

امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھنے کی تحقیق

الحمد شریف کی حدیث:

بخاری مسلم اور قریب قریب حدیث کی کل کتابوں میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے کہ" لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب " (۱) یعنی بغیر الحمد شریف پڑھے کوئی نماز نہیں ہوتی، (چاہے وہ فرض نماز ہو یا نفل وغیرہ اور چاہے اس نماز میں نمازی امام ہو یا مقتدی ہو یا اکیلا ہو) اس حدیث کی صحت میں چاروں مذاہب والوں کو کوئی کلام نہیں، اس سے بڑھ کر صراحت اور وضاحت والی وہ حدیث ہے جو مختلف الفاظ سے ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مسند احمد وغیرہ میں مروی ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھائی، فارغ ہو کر مقتدیوں سے دریافت فرمایا کیا تم اپنے امام کے پیچھے پڑھا کرتے ہو؟ مقتدیوں نے عرض کیا کہ ہاں حضور! پڑھا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأبھا (مشکوۃ

---

(۱) حاکم ج ا ص ۲۳۹ / السنن الکبری للبیھقی ج۲ ص ۵۹ باب القرأۃ بعد ام القرآن / ابوداؤد ج ا ص ۱۱۸، باب من ترک القرأۃ فی صلوتہ میں لاصلوٰۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب اور بخاری ج ا ص ۱۰۴ باب وجوب القرأۃ للامام والماموم فی الصلوات کلھا. مسلم ج ا ص ۱۶۹ باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ. مسند احمد ج۵ ص ۳۱۴ / ابن ماجۃ ج ا ص ۲۷۳ / دارقطنی ج ا ص ۳۲۱ / السنن الکبریٰ للبیھقی ج۲ ص ۳۸، ۱۶۴، ترمذی ج ا ص ۵۷ باب ماجاء انہ لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب میں لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب. اور السنن الکبریٰ للبیھقی ج۲ ص ۳۷۴، ۳۷۵. مسند احمد ج۵ ص ۳۲۱ / دارمی ج ا ص ۳۱۲ میں لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بام الکتاب کے الفاظ ہیں۔

نظامی ص ۲۳) (۱) یعنی سوائے الحمد شریف کے اور کچھ نہ پڑھو کیونکہ بغیر الحمد شریف کے نماز نہیں ہوتی'' یہ حدیث بالکل صاف ہے مقتدیوں کو اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ تم جب میرے پیچھے نماز پڑھو اور میں بلند آواز سے قرأت پڑھوں پھر بھی تم الحمد کا پڑھنا نہ چھوڑو۔ اگر الحمد نہیں پڑھو گے تو تمھاری نماز نہیں ہوگی، اس کے علاوہ بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ تفصیل کے لئے اس کتاب کا حصہ دوم ملاحظہ ہو۔

ان حدیثوں کے مطابق اہل حدیث کا مذہب ہے کہ جب تک مقتدی امام کے پیچھے سورۂ الحمد شریف پوری ہر ہر رکعت میں نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی۔

فقہ حنفیہ سے الحمد کی تحقیق

اب دیکھئے کہ کتب حنفیہ میں اس مسئلہ کی بابت کیا لکھا ہے۔ ہدایہ جو حنفی مذہب کی بہت بڑی کتاب ہے اس کی جلد اول ص ۱۰۱ مطبوعہ مجتبائی فصل فی القرأۃ، میں لکھا ہے ''ویستحسن علی سبیل الاحتیاط'' (۲) یعنی احتیاطاً الحمد شریف کا امام کے پیچھے پڑھ لینا ہی بہتر ہے، حنفی مذہب کے بڑے امام علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں ''بعض اصحابنا یستحسنون علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوات'' (۳) یعنی ہمارے حنفی مذہب کے بعض

---

(۱) ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۹ باب من ترک القرأۃ فی صلوٰتہ / ترمذی ج ۱ ص ۶۹ باب ماجاء فی القرأۃ خلف الامام / نسائی ج ۱ ص ۱۰۶ / ابن ماجۃ ج ۱ ص ۸۳۸ باب القرأۃ خلف الامام / مسند احمد ج۵ ص ۳۲۲ / دارقطنی ج ۱ ص ۳۱۸ / مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۳۸

(۲) ھدایہ تھانوی ج ۱ ص ۱۲۱

(۳) بحوالہ حاشیہ امام الکلام ص ۳۹ ''بعض اصحابنا یستحسنون ذٰلک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوات وبعضھم فی السریۃ فقط وعلیہ فقھاء الحجاز والشام.

پیشواؤں نے ہر نماز میں الحمد شریف کا احتیاطاً پڑھ لینا ہی بہتر سمجھا ہے۔ اسی طرح مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ یوسفی ص ۱۴۱ جز واول فصل فی القرأۃ (۱) میں لکھتے ہیں " روی عن محمد انه استحسن قرأة الفاتحة للمؤتم فی السرية وروی مثله عن ابی حنیفةؒ صرح به فی الهداية والمجتبی شرح مختصر القدوری وغیرهما وهذا هو مختار کثیر من مشائخنا وعلی هذا فلا یستنکر استحسانها فی الجهرية ایضاً اثناء سکتات الامام". یعنی امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جن نمازوں میں امام قرأت آہستہ پڑھتا ہے مقتدی کو بھی الحمد شریف پڑھ لینی چاہئے، امام ابوحنیفہؒ کا فرمان بھی یہی ہے ہدایہ اور مجتبیٰ وغیرہ میں مروی ہے اور ہمارے حنفی مذہب کے اکثر مشائخ نے بھی اسی کو پسند کیا ہے، اور جب یہ ہے تو جن نمازوں میں اونچی آواز سے امام پڑھے ان میں بھی مقتدی کا سکتات امام کے درمیان الحمد شریف پڑھ لینا ہی اچھا ہے۔ ملا جیون صاحب تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں فان رأيت الطائفة الصوفية والمشائخين الحنفية تراهم يستحسنون قرأة الفاتحة للمؤتم. (۲) صوفیائے کرام کی جماعت اور حنفی مذہب کے بڑے بڑے امام سب کے سب سورہ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا بہتر جانتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ مصری جلد ۲ ص ۷ میں لکھتے ہیں (۳) " فان جهر الامام لم يقرأ الا عند الاسكاتة وان خافت فله الخيرة " یعنی اگر امام بلند آواز سے قرأت پڑھتا ہے تو مقتدی امام کے سکتہ کے وقت اس کے پیچھے پیچھے پڑھتا جائے اور اگر وہ آہستہ پڑھتا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے کہ جب چاہے پڑھ لے۔

(۱) عمدة الرعاية حاشية شرح وقايه تهانوی ج ۱ صـ ۱۵۰ فصل فی القرأة
(۲) تفسير احمدی بحواله تحفة الاحوذی ج ۲ صـ ۱۹۵ مکتبه الفهيم مئو
(۳) حجة الله البالغة ج ۲ صـ ۹ (مکتبه اشرفيه ديوبند)

چاروں اماموں سے الحمد کا ثبوت

ناظرین کرام! ذرا غور سے سنئے یہ تو ظاہر ہے اور مشہور ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھنے کا حکم تینوں مذہبوں میں ہے یعنی امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ تینوں کے نزدیک مقتدی کو الحمد شریف پڑھنی چاہئے۔ ملاحظہ ہو جامع ترمذی جلد اول ص ۱۰۰ وغیرہ وغیرہ، (۱) اب اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنی چاہئے تو میرے نزدیک غالباً یہ مسئلہ بالکل طے ہو گیا اور پھر کسی برائے نام مسلمان کو بھی اس میں لڑنے بھڑنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ دیکھئے مولانا عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب غیث الغمام مطبوعہ یوسفی کے ص ۱۵۶ میں لکھتے ہیں. (۲) لابی حنیفة ومحمد قولان احدهما عدم وجوبها على الماموم بل ولا تسن وهذا قولهما القديم أدخله محمد فى تصانيفه القديمة وانتشرت النسخ الى الاطراف وثانيهما استحسانها على سبيل الاحتياط وعدم كراهتها عند المخافة للحديث المرفوع لاتفعلوا الا بام القران و قال عطاء كانوا يرون على الماموم القرأة فيما يجهر فيه الامام وفيما يسر فرجعا من قولهما الاول الى الثانى احتياطاً ۔یعنی امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگرد رشید امام محمدؒ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے الحمد شریف نہ

---

(۱) ترمذی ج ۱ ص ۷۰ عبارت یہ ہے" والعمل على هذا الحديث فى القرأة خلف الامام عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ والتابعين وهو قول مالك بن انس وابن المبارك والشافعى واحمد واسحق يرون القرأة خلف الامام . یعنی اس حدیث عبادہ پر اصحاب نبی اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا عمل ہے اور یہی مالک بن انس، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحٰق کا قول ہے یہ تمام لوگ قرأت خلف امام کے قائل ہیں۔

(۲) غيث الغمام بحواله حاشيه امام الكلام ص ۳۹ ، علامہ عبدالحی نے امام شعرانی کا قول نقل کیا ہے اور اسے پسند کیا ہے۔

پڑھے۔ پہلے ان دونوں بزرگوں کا یہی فتوی تھا جو بہت مشہور ہو گیا اور اسی قول کو امام محمدؒ نے اپنی اگلی کتابوں میں داخل کر لیا ہے، مگر دوسرا قول ان بزرگوں کا یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھ لے، کیونکہ امام صاحبؒ کے استاد امام عطاء فرماتے ہیں کہ بزرگوں کا فتوی یہی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھ لے، امام نے بلند آواز سے قرأت پڑھی ہو جب بھی اور آہستہ قرأت پڑھی ہو تو بھی، اسی طرح مرفوع حدیث میں آچکا ہے کہ نبی ﷺ نے (مقتدیوں) کو فرمایا کہ تم الحمد کے سوا اور کچھ (اپنے امام کے پیچھے) نہ پڑھا کرو۔ غرض ان دلائل کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ دونوں نے رجوع کیا اور اپنے اگلے قول کو چھوڑ کر یہ فتوی دیا کہ مقتدی الحمد شریف پڑھ لے۔ امام محمدؒ کی کتاب الآثار میں ہے **محمد قال ابو حنیفة عن حماد عن سعید بن جبیر انه قال إقرأ خلف الامام فی الظهر و العصر** (۱) یعنی امام ابو حنیفہؒ حماد سے وہ سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے (الحمد) پڑھ لیا کرو۔ اس سے پہلے بحوالہ عمدۃ الرعایہ بیان ہو چکا ہے کہ امام صاحب اور آپ کے شاگرد پوشیدہ قرأت کے وقت مقتدی کے فاتحہ پڑھ لینے کے قائل ہیں۔ (۲)

---

(۱) کتاب الآثار ص ۲۳

(۲) مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی لکھتے ہیں " ان اقوی المسالک التی سلک علیها اصحابنا هو مسلک استحسان القرأة فی السریة کما هو روایة من محمد بن الحسن و اختارها جماعة من فقهاء الزمن و هو و ان کان ضعیفا روایة لکنه قوی درایة." (امام الکلام ص ۳۹)

ہمارے اصحاب کے نزدیک قوی مسلک یہ ہے کہ سری نمازوں میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا مستحسن ہے جیسا کہ محمد بن حسن سے ایک روایت اس کی تائید میں ہے اور اسی کو فقہائے زمانہ کی ایک جماعت نے پسند کیا ہے اور یہ اگر چہ روایۃً ضعیف ہے، لیکن درایۃً قوی ہے۔

سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کے قائل حنفیہ میں صرف کوفی ہیں جیسا کہ علامہ قسطلانی کے بیان سے واضح ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جمہور حنفیہ سورۂ فاتحہ پڑھنے ہی کے قائل ہیں۔

علامہ قسطلانی شرح بخاری ص ۹۴ مصری میں لکھتے ہیں و هذا مذهب الجمهور خلافاً للحنفیة۔ یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جمہور کا مذہب ہے حنفیہ کو اس میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ کے ایک شاگرد:::::::::::

بڑے پیر صاحب کا فیصلہ:

اب میں بڑے پیر صاحب شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک فیصلہ کن قول نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں، آپ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ لاہور کے ص۲۳۷ میں لکھتے ہیں فان قرأتها فريضة وهي ركن تبطل الصلوٰة بتركها (۱) یعنی سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض اور نماز کا رکن ہے اس کے نہ پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

بلند آواز سے آمین کہنے کی تحقیق

آمین کی حدیثیں: ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، نسائی، مسند احمد، ابن خزیمہ، دارقطنی، حاکم وغیرہ کتب احادیث میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ سے باختلاف الفاظ یہ حدیث منقول ہے اور بہت سے ائمہ حدیث نے اسے صحیح اور حسن کہا اور اصل اس کی صحیح بخاری صحیح مسلم (۲) میں بھی ہے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے

:::::::عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں انا اقرأ خلف الامام والناس يقرء ون الا القوم من الكوفيين ۔ترمذی ج۱ص۱۷ یعنی میں امام کے پیچھے پڑھتا ہوں اور لوگ پڑھتے ہیں مگر کوفہ والوں میں سے ایک قوم۔ (یہ نہیں پڑھتی)۔

شیخ الاسلام نظام الملۃ والدین مولانا عبدالرحیم جو شیخ التسلیم کے لقب سے مشہور ہیں اور جنھیں رئیس اہل التحقیق بھی کہا جاتا ہے۔فرماتے ہیں لو كان في فمي يوم القيٰمة جمرة احبُّ اليَّ من ان يقال لا صلوٰة لك (امام الكلام: ص ۲۰) اگر قیامت کے روز میرے منہ میں انگار ہو تو میرے نزدیک یہ بہتر ہے اس سے کہ کہا جائے کہ تیری تو نماز ہی نہیں ہوئی۔

مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی فرماتے ہیں لم يرد في حديث مرفوع صحيح النهي عن قرأة الفاتحة خلف الامام و كل ما ذكروه مرفوعاً فيه لا اصل له و اما لا يصح . التعليق الممجد علىٰ موطا امام محمد ص ۱۰۱.

یعنی کسی مرفوع حدیث میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے۔اور اس کے بارے میں علماء حنفیہ جس قدر دلائل ذکر کرتے ہیں یا تو وہ بالکل بے اصل اور من گھڑت ہیں یا وہ صحیح نہیں ہیں۔

(۱) الغنية لطالبي طريق الحق ج۲ ص: ۱۱۳ مکتبہ اشاعت اسلام دهلی

(۲) ملاحظہ ہو بخاری ج۱ ص۱۰۸ / مسلم ج۱ ص۱۷۴

ہیں میں نے سنا پیغمبر خدا ﷺ نے غیر المغضوب علیهم و لاالضالین پڑھ کر باآواز بلند آمین کہی، الفاظ حدیث شریف کے یہ ہیں عن وائل بن حجر قال سمعت رسول الله ﷺ قرأغیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقال آمین مد بها صوته (مشکوٰۃ نظامی ص ۶۳)(۱) بعض روایت میں رفع اور بعض میں جهر وغیرہ الفاظ بھی مروی ہیں (۲) اس کے سوا اور حدیثیں بھی ہیں ملاحظہ ہو میری کتاب دلائل محمدی حصہ دوم صحیح بخاری مصری ص ۹۹ میں ہے (۳) امن ابن الزبیر ومن وراءہ حتی ان للمسجد للجة. یعنی حضرت عبداللہ ابن زبیر اور ان کے مقتدی اس قدر بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ ان احادیث کے مطابق جس نماز میں بلند آواز سے قرأت پڑھی جائے اس میں آمین بھی بلند آواز سے کہی جائے۔

---

(۱) ترمذی ج ۱ س ۵۷ باب ماجاء فی التامین /ابو داود ج ۱ ص ۱۳۵ باب التامین وراء الامام /ابن ماجة ج ۱ ص ۲۷۸ /دارمی ج ۱ ص ۳۱۵ باب الجهر بالتامین الفتح الربانی ج ۳ ص ۲۰۵ /السنن الکبری للبیهقی ج ۲ ص ۵۷ /دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۴ باب التامین فی الصلوٰۃ بعد فاتحة الکتاب

(۲) ابوداؤد میں "رفع بها صوته" جهر بآمین اور قال اٰمین حتی یسمع من یلیه الصف الاول. ترمذی میں مد بها صوته، جهر بآمین، نسائی میں یرفع بها صوته، ابن ماجہ میں قال آمین حتی یسمع من یلیه من الصف الاول، فیرتج بها المسجد کے الفاظ ہیں۔ اسحٰق بن راھویہ نے اپنی مسند میں ایک عورت کا قول نقل کیا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تھی، وہ کہتی ہیں کہ جب آپ نے ولا الضالین کہا تو اس کے بعد آمین کہا اور انھوں نے آپ کی آمین کو سنا ہے حالانکہ وہ عورتوں کی صف میں تھیں۔

(۳) صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۷ باب جهر الامام بالتامین.

اسی طرح بیہقی میں ہے "کنت اسمع الائمة ابن الزبیر ومن بعده یقولون آمین ومن خلفهم آمین حتی ان للمسجد للجة. السنن الکبری للبیهقی ج ۲ ص ۵۹ باب جهر الماموم بالتامین.

امام صاحب کے استاد کی روایت:-

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد جن کی بابت امام صاحب فرماتے ہیں مارأیت مثلہ (میزان ذھبی) یعنی میں نے ان جیسا اور کوئی آدمی نہیں دیکھا حضرت عطاء تابعیؒ فرماتے ہیں ادرکت مأتین من اصحاب النبی ﷺ فی ھذا المسجد یعنی المسجدالحرام اذاقال الامام ولا الضالین رفعوا اصواتھم بآمین (بیہقی، ابن حبان)(۱) میں نے دوسو صحابہ کرام کو پایا کہ وہ اس مسجد حرام (بیت اللہ) میں امام جب ولا الضالین کہتا تو بلند آواز سے آمین کہتے"۔

فقہ حنفی سے آمین کی تحقیق:-

حنفی مذہب کے مایہ ناز قابل فخر متبحر امام ابن الہمامؒ اپنی کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ ص۱۲۱ مطبوعہ نولکشور میں لکھتے ہیں(۲)" لو کان الیّ فی ھذ اشئ لوفقت بینھما ان یراد بروایۃ الخفض عدم القرع العنیف وبروایۃ الجھر بمعنی زبر الصوت وذیلھا "یعنی اس مسئلہ میں فیصلہ یہ ہے کہ جن روایتوں میں پست آواز سے آمین کہنا ہے ان سے مراد بہت سخت نہ چلانا ہے اور بلند آواز سے کہنے کی روایتوں سے بالکل پست نہ کرنا ہے بلکہ گونج والی درمیانی اونچی آواز سے کہنی چاہئے"

۲-بحر العلوم مولانا عبد العلی حنفیؒ ارکان اربعہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ واَمّا الاسرار بالتامین فھومذھبنا ولم یرو فیہ الاما روی الحاکم وھو ضعیف جدا (۳). یعنی آمین پست کہنے کے بارے میں صرف حاکم کی ایک روایت

(۱) السنن الکبریٰ للبیھقی ج۲ صـ ۵۹ باب جھر الامام بالتامین.

(۲) فتح القدیر ج ۱ صـ ۳۵۷

(۳)ارکان اربعہ بحوالہ مرعاۃ المفاتیح ج۳صـ۱۵۴ وہ روایت یہ ہے عن علقمۃبن وائل عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ لمابلغ غیر المغضوب علیھم ولاالضالین قال آمین واخفیٰ صوتہ وفی روایۃ خفض صوتہ .مستدرک حاکم ،مسند احمد ،ابو داود الطیالسی ،طبرانی ،دارقطنی واخرجہ الحاکم فی اوائل التفسیر ج۲صـ۲۳۲

ہے اور وہ بہت ہی ضعیف ہے۔(۱)

۳- اسی طرح مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی التعلیق الممجد شرح مؤطا محمد ص ۸۲ باب آمین مطبوعہ یوسفی میں لکھتے ہیں والانصاف ان الجهر قوی من حیث الدلیل (۲) یعنی انصاف یہ ہے کہ اونچی آواز سے آمین کہنے کا ثبوت بہت پختہ ہے۔

۴- بلکہ آپ اپنے ایک فتوے میں لکھتے ہیں "باوصف علم اس امر کے کہ آمین بالجہر کہنا فعل نبوی ہے اس سے ناراض ہونا کام مسلمان کا نہیں ہے"

۵- مجموعہ فتاوی ص ۳۱۱ میں ہے (۳) " آمین بالجہر کہنے والے کو کہ جس نے ایک فعل موافق احادیث صحیحہ اور مطابق ایک جماعت ائمہ مجتہدین محدثین کے کیا، مارنا حرام ہے مارنے والا قابل مواخذہ کے ہے۔"

۶- ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں آمین سے چڑنا یہودیوں کا کام ہے۔(۴) امام سندی حنفیؒ اس حدیث کی بابت حاشیہ ابن ماجہ مصری جلد اول ص ۱۴۵ (۵) میں لکھتے ہیں اسناده صحیح و رجاله ثقات اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

بڑے پیر صاحب کا فیصلہ:۔

اب ہم بڑے پیر حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کا فیصلہ کرنے والا قول نقل کر کے اپنی اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ آپ غنیۃ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ لاہور کے ص ۱۰ میں

(۱) اس روایت پر مفصل کلام اس کتاب کے دوسرے حصہ میں ملاحظہ فرمائیں

(۲) التعليق الممجد على حاشية موطا امام محمد صـ ۱۰۵

(۳) مجموعه فتاوىٰ ج ۱ صـ ۲۲۱

(۴) ابن ماجه ج ۱ صـ ۲۷۸ باب الجهر بآمين (ماحسدتكم اليهود على شيء ماحسدتكم على السلام والتامين) ابن خزیمہ میں ہے ان اليهود قوم حسد وهم لايحسدونا على شيء كما يحسدونا على السلام وعلى آمين. ابن خزيمه ج ۱ صـ ۲۸۸ باب ذكر حسد اليهود المومنين على التامين

(۵) حاشيه ابن ماجه مصرى ج ۱ صـ ۲۸۱ مطبع تازيه مصر

لکھتے ہیں والجھر بالقرأة و آمین (۱) یعنی (مغرب، عشاء، فجر کی نماز میں) اونچی آواز سے قرأت پڑھنا اور بلند آواز سے آمین کہنا چاہئے۔

رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع الیدین کرنے کی تحقیق

رفع الیدین کی حدیثیں:۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ قریب قریب حدیث کی کل کتابوں میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید امام محمدؒ کی کتاب مؤطا محمد میں بھی یہ حدیث ہے کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوة و اذا کبر للرکوع و اذا رفع راسہ من الرکوع رفعھما کذالک. (مشکوۃ نظامی، ص۵۹)(۲) یعنی نبی کریم ﷺ جب بھی نماز کو شروع کرتے اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری مصری ص۹۵ میں ہے(۳) و اذاقام من الرکعتین رفع یدیہ یعنی جب آپ دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو بھی کھڑے ہو کر رفع الیدین کیا کرتے تھے:

---

(۱)الغنیةلطالبی طریق الحق ج ۱ ص۴

(۲)بخاری ج ۱ ص۱۰۲ باب رفع الیدین فی التکبیر ةالاولیٰ مع الافتتاح سواء /مسلم ج ۱ ص۱۶۸ باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرة الاحرام /ترمذی ج ۱ ص۵۹/الفتح الربانی ج۳ص۱۶۶ /ابو داود ج ۱ ص۱۰۴ /نسائی ج ۱ ص۱۱۷ /ابن ماجة ج ۱ ص۲۷۹ /موطاامام محمدص۸۹

(۳)صحیح بخاری ج ۱ ص۱۰۲ باب رفع الیدین اذاقام من الرکعتین.

بلکہ بیہقی میں حدیث ہے(۱) فما زالت تلک صلوته حتی لقی اللّٰه تعالیٰ. (تلخیص الحبیر ص۸۱) یعنی رسول کریم ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے رہے انتقال فرمانے کے وقت تک؛ ابوداؤد، دارمی، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ میں حدیث ہے جس کی اصل صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں بھی ہے (۲) جسے امام ترمذی وغیرہ نے حسن صحیح کہا ہے جس میں ہے کہ حضرت ابوحمید صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کئی ایک صحابہ کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ کی نماز کا حال بیان کرتے ہیں جس میں فرماتے ہیں اذا قام الی الصلوٰۃ یرفع یدیہ..........ثم یکبر فیرفع یدیہ......ثم یرکع ......ثم یرفع راسہ فیقول سمع اللّٰہ لمن حمدہ ثم یرفع یدیہ ثم اذا قام من الرکعتین کبر ورفع یدیہ یعنی آپ پہلی تکبیر کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت اور دو رکعتوں کے بعد تیسری کے لئے کھڑے ہوکر رفع الیدین کیا کرتے تھے وہ سب صحابہ فرماتے ہیں صدقت ھٰکذا کان یصلی. بیشک آپ سچے ہیں۔ آنحضرت ﷺ ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے (مشکوٰۃ نظامی ص ۵۹ باب صفۃ الصلوٰۃ)(۳)

---

(۱) بیہقی کے الفاظ یہ ہیں۔ فلم تزل تلک صلوته حتیٰ لقی اللّٰه عزوجل.
(السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۱ ص ۶۷) دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں۔ مازالت هٰذه صلوٰة رسول اللّٰه ﷺ حتیٰ فارق الدنیا. ج ۱ صـ۶۸

(۲) ملاحظہ ہو بخاری ج ۱ صـ۱۰۲ باب الیٰ این یرفع یدیه /مسلم ج ۱ صـ۶۸

(۳) ابوداؤد ج ۱ صـ۱۰۶ باب افتتاح الصلوٰة /ترمذی ج ۱ صـ۶۷ باب ماجاء فی وصف الصلوٰة /ابن ماجه معناه ج ۱ صـ۲۸۰ باب رفع الیدین اذارفع رأسه من الرکوع /السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۲ صـ۷۲ باب رفع الیدین عند الرکوع و عندرفع الرأس من الرکوع / شرح معانی الآثارج ۱ صـ۱۶۲ باب التکبیر للرکوع الخ

(ف) علاوہ ازیں رفع الیدین کی درج ذیل احادیث وآثار بھی ہیں:

● عن میمون المکی انه رأیٰ عبدالله بن الزبیر وصلی بهم یشیر بکفیه حین یقوم و حین یرکع وحین یسجد وحین ینهض للقیام فیقوم فیشیر بیدیه فانطلقت الیٰ ابن عباس فقلت انی رأیت ابن الزبیر یصلی صلوٰة لم أر أحد أیصلیها و وصفت له هذه الاشارة فقال ان احببت ان تنظر الی صلوٰة رسول الله ﷺ فاقتد بصلوٰة عبدالله ابن الزبیر (ابوداؤد ج ۱ صـ۱۰۸ باب افتتاح الصلوٰة)

::::::::::

::::::::

● عن علی بن ابی طالب عن رسول اللّٰہ ﷺ انہ کان اذاقام الی الصلٰوۃ المکتوبۃ کبر و رفع یدیہ خذو منکبیہ ویضع مثل ذٰلک اذا قضی قراءتہ واراد ان یرکع ویصنعہ اذارفع من الرکوع ولایرفع یدیہ فی شیء من صلوٰتہ وھو قاعد واذاقام من السجدتین رفع یدیہ کذٰلک وکبر (ابوداؤد ج ا صـ ۱۰۹ باب افتتاح الصلوٰۃ ـ/ ترمذی ج ۲ کتاب الدعوات باب ماجاء فی الدعاء عند افتتاح الصلوٰۃ باللیل (ابن ماجہ ج ا صـ ۶۲ا باب رفع الیدین اذارکع واذارفع رأسہ من الرکوع /جزء رفع الیدین للبخاری صـ۶، مسند احمد ج ا صـ۹۳ /بیھقی ج۲ صـ۷۴، شرح معانی الآثار ج ا صـ ۱۶۱ باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذٰلک رفع ام لا/ دارقطنی ج ا صـ۲۸۷ باب ذکر التکبیر ورفع الیدین عند الافتتاح ......الخ

●عن وائل بن حجرانہ رأی النبی ﷺ رفع یدیہ حین دخل فی الصلوٰۃ کبر وصف ھمام حیال اذنیہ ثم التحف بثوبہ ثم وضع یدہٗ الیمنیٰ علی الیسریٰ فلما اراد ان یرکع اخرج یدیہ من الثوب ثم رفعھما ثم کبرفرکع فلماقال سمع اللّٰہ لمن حمدہ رفع یدیہ فلماسجد سجد بین کفیہ (مسلم ج ا صـ۱۷۳)

●عن عبداللّٰہ بن عمر قال رأیت رسول اللّٰہ ﷺ اذاقام فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکوناحذو منکبیہ وکان یفعل ذٰلک حین یکبر للرکوع ویفعل ذٰلک اذارفع رأسہ من الرکوع ویقول سمع اللّٰہ لمن حمدہ ولایفعل ذٰلک فی السجود (بخاری ج ا صـ۱۰۲ باب رفع الیدین اذاکبر واذارکع واذارفع) مسلم ج ا، صـ۱۶۸ .

●عن مالک بن الحویرث ان رسول اللّٰہ ﷺ کا ن اذاکبر رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ واذارکع رفع یدیہ حتی یحاذی بھمااذنیہ واذارفع رأسہ من الرکوع فقال سمع اللّٰہ لمن حمدہ فعل مثل ذالک، بخاری ج ا صـ۱۰۲ /مسلم ج ا صـ۱۶۸

::::::::::::

::::: ● عن ابی موسی الاشعری قال هل أريكم صلوٰة رسول اللّٰه ﷺ فكبر ورفع يديه ثم كبر ورفع يديه للركوع ثم قال سمع اللّٰه لمن حمده ورفع يديه ثم قال هكذا فاصنعوا ولا يرفع بين السجدتين (دار قطنی ج ١ صـ ٢٩٢ باب ذكر التكبير ورفع اليدين عند الافتتاح)

● عن ابی الزبير ان جابر بن عبداللّٰه كان اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه واذا ركع واذا رفع رأسه من الركوع فعل مثل ذٰلک و يقول رأيتُ رسول الله ﷺ فعل مثل ذٰلک (ابن ماجه ج ١ صـ ٢٨١ باب رفع اليدين اذا ركع واذا رفع رأسه من الركوع.

●عن ابی هريرة قال رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه فی الصلوٰة حذو منكبيه حين يفتتح الصلوٰة وحين يركع وحين يسجد (ابن ماجه ج ١ صـ ٢٧٩ باب رفع اليدين اذا ركع الخ (ضعيف) (ابوداؤد ج ١ صـ ١٠٨ باب افتتاح الصلوٰة) *ابوداؤد میں اتنی زیادتی ہے* واذا قام من الركعتين فعل مثل ذٰلک .

● عن عبد الله بن القاسم قال بينما الناس يصلون فی مسجد رسول اللّٰه ﷺ اذ خرج عليهم عمر بن الخطاب فقال اقبلوا علی بوجوهكم اصلی بكم صلاة رسول الله ﷺ التی كان يصلی ويامر بها فقام مستقبل القبلة ورفع يديه حتی حاذی بهما منكبيه ثم كبر ثم ركع و كذٰلک حين رفع فقال للقوم هكذا كان رسول الله ﷺ يصلی بنا. (بيهقی)

● قال ابوبكر صليت خلف رسول الله ﷺ فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة واذا ركع واذا رفع رأسه من الركوع. (السنن الكبرىٰ للبيهقی ج ٢ صـ ٧٣.)

● عن قتادة عن الحسن قال كان اصحاب رسول الله ﷺ يرفعون ايديهم فی الصلوٰة (جزء رفع اليدين للبخاری)

● عن نافع عن ابن عمر انه كان اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه واذا رفع من الركوع رواه يحيٰی عن بكير عن مالک و فيه واذا ركع (مؤطا مالک باب افتتاح الصلوٰة)

● عن عبدالرزاق قال مارأيت احسن صلوٰة من ابن جريج رأيته يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة واذا ركع واذا رفع رأسه من الركوع . واخذ ابن جريج صلوٰته عن عطاء بن ابی رباح واخذ عطاء صلوٰته عن عبدالله بن الزبير واخذ ابن الزبير صلاته من ابی بكر الصديق (السنن الكبرىٰ للبيهقی ج ٢ صـ ٧٣

● عن الحسين بن مسلم من نياق قال سألت ......عن رفع اليدين فی الصلوٰة فقال رأيت عبد الله بن عباس وعبدالله بن الزبير وعبدالله بن عمر يرفعون ايديهم اذا افتتحوا الصلوٰة واذا ركعوا واذا رفعوا من الركوع.

ان بہت سی اور بالکل صحیح حدیثوں کے مطابق اہل حدیث کا مذہب ہے کہ ان چاروں جگہ یعنی پہلی تکبیر کے وقت اور رکوع میں جانے کے وقت اوررکوع سے سر اٹھا کر اور دو رکعت کے بعد تیسری کے لئے کھڑے ہوکر رفع الیدین کرنا چاہئے۔

حنفی مذہب میں رفع الیدین:

اب حنفی مذہب کی معتبر کتابوں اور حنفی مذہب کے بڑے پایہ کے علماء کرام کا فیصلہ سنئے۔

۱- حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ مصری جلد دوم ص ۸ میں تحریر فرماتے ہیں (۱) فاذاراد ان یرکع رفع یدیه حذو منکبیه او اذ نیه و کذٰلک اذا رفع راسه من الرکوع والذی یرفع احب الیَّ ممن لایرفع فان احادیث الرفع اکثر و اثبت. یعنی جب رکوع کرنا چاہے تو رفع الیدین کرے اور جب رکوع سے سر اٹھائے تب بھی رفع الیدین کرے۔ رفع الیدین کرنے والوں کو میں نہ کرنے والوں سے زیادہ اچھا سمجھتا ہوں اس لئے کہ رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہت زیادہ ہیں اور بہت صحیح ہیں۔"

۲- تعلیق الممجد حاشیہ مؤطا محمد ص ۱۷ مطبوعہ یوسفی میں مولانا عبدالحی حنفی لکھتے ہیں ان ثبوته عن النبی ﷺ اکثر وارجح واما دعوی نسخه .... فلیست بمبر هن علیها بما یشفی العلیل ویروی الغلیل .(۲) یعنی نبی ﷺ سے رفع الیدین کرنے کا بہت کافی اور نہایت عمدہ ثبوت ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ ہے ان کا قول بے دلیل ہے۔

۳- امام ابوالحسن سندی مدنی حنفی حاشیہ ابن ماجہ مصری جلد اول ص ۱۴۶ (۳) میں لکھتے ہیں واما قول من قال ان ذٰلک الحدیث نا سخ الرفع غیر تکبیرة

---

(۱) حجة الله البالغة ج۲ صـ ۱۰

(۲) التعلیق الممجد برحاشیه موطا محمد صـ ۹۱ مطبوعه تهانوی.

(۳) حاشیه ابن ماجه مصری ج ۱ صـ ۲۸۲ مطبع تازیه مصر

الافتتاح فھو قول بلا دلیل (الی ان قال) والرفع اقویٰ و اکثر ۔ یعنی جولوگ کہتے ہیں کہ رفع الیدین کرنا منسوخ ہوگیاان کا قول غلط ہے ۔رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہت زیادہ ہیں اور بہت قوی ہیں۔"

۴-حنفی مذہب کی بہت بڑی معتبر کتاب درمختار مصری جلداول ص۴۶۲ میں ہے۔ (۱) فلا تفسد برفع یدیه فی تکبیرات الزوائد علی المذهب وما روی من الفساد فشاذ. یعنی جس نے کہا کہ رفع الیدین کرنے سے نماز میں کچھ نقصان آتا ہے اس کا قول مردود ہے اور رکوع میں جانے سے اٹھنے کے وقت رفع الیدین کرنے سے کچھ نقصان نہیں ہوتا رفع الیدین لا تفسد الصلوٰۃ رفع الیدین کرنے سے نماز میں کچھ فساد نہیں پڑتا۔(۲)

۵-تعلیقات فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں ما اقبح کلامه وما اضعفه أتفسد الصلوٰۃ بما تواتر فعله عن رسول اللہ ﷺ واصحابه (۳) یعنی اتقانی کا یہ کلام کہ رفع الیدین سے نماز فاسد ہوجاتی ہے کتنا برا اور کس قدر ضعیف ہے کیا اس کام کے کرنے سے نماز خراب ہوجائے گی جس کا کرنا خدا کے رسول ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے،اور جس فعل کو آپ ﷺ کے صحابہ کرام بھی برابر کرتے رہے۔فی الحقیقت مولانا عبدالحی صاحبؒ کا یہ فرمان بالکل صحیح ہے کہ رفع الیدین کرنا نبی عربی فداہ امی وابی سے تواتراً ثابت ہے۔

۶-امام سیوطی الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ میں لکھتے ہیں کہ منجملہ اور متواتر حدیثوں کے رفع الیدین کرنے کی حدیث بھی متواتر ہے (التعلیق الممجد ص ۱۷)(۴)

۷-تینوں مذہبوں میں تینوں اماموں کے نزدیک رفع الیدین کرنا ثابت ہے،یعنی امام مالک،امام شافعی،امام احمدؒ تینوں رفع الیدین کے قائل ہیں پھر جو شخص چاروں مذہبوں کو برحق مانتا ہو وہ رفع الیدین سے کیسے انکار کرسکتا ہے؟

---

(۱) درمختار ج ۱ صـ ۹۰ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا

(۲) التعلیق الممجد صـ ۹۱

(۳) التعلیقات السنیة علی الفوائد البھیة صـ ۲۴

(۴) بحواله التعلیق الممجد علی حاشیة موطا صـ ۹۱ الفظ یہ ہیں ان حدیث الرفع متواتر عن النبی ﷺ

۸-امام بخاری جزء رفع الیدین میں لکھتے ہیں (۱) کہ حسن اور حمید اپنی روایت سے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام (کل کے کل) رفع الیدین کیا کرتے تھے کسی ایک کو خارج نہیں کرتے تو یہ مسئلہ ایسا ہے جس پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔

۹۔اور مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادۃ میں لکھا ہے، کثرۃ ایں معنی بہ تواتر ماندہ است و چہار صد اثر و خبر دریں باب صحیح شدہ و عشرہ مبشرہ روایت کردہ اند لایزال بریں کیفیت بود تا ازیں جہاں رحلت کردہ و غیر ازیں چیزے ثابت نشدہ"۔ یعنی یہ حدیث متواتر ہے اور چار سو روایتیں رفع الیدین کرنے کے ثبوت میں آئی ہیں۔ اور علاوہ اور بزرگ صحابیوں کے عشرہ مبشرہ جن دس صحابہ کو آپ نے ان کی زندگی میں جنتی فرمایا تھا، انھوں نے بھی اس حدیث کو روایت فرمایا ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ وغیرہ (۲) مزید دلائل اس کتاب کے حصہ دوم میں ملاحظہ ہوں۔

بڑے پیر صاحب رحمہ اللہ کا فیصلہ:

چونکہ مجھے بہت ہی اختصار منظور ہے اس لئے میں اس بحث کو بھی امت کے قابل قدر بزرگ کے قول پر جن کو حنفی اور اہل حدیث سب مانتے ہیں ختم کرتا ہوں بڑے پیر صاحب حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین (۳) مطبوعہ اسلامیہ لاہور کے ص۱۰ میں لکھتے ہیں رفع الیدین عند الافتتاح والرکوع والرفع منه یعنی نماز میں پہلی تکبیر کے وقت اور رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے

(۱) جزء رفع الیدین / السنن الکبریٰ للبیهقی ج۲، صـ ۷۵

(۲) حضرت حسن سے روایت ہے کان اصحاب رسول الله ﷺ یرفعون ایدیهم اذا رکعوا واذا رفعوا رؤسهم من الرکوع، السنن الکبری للبیهقی ج۲ صـ۷۵/ اور محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں اجمع علماء الامصار علی مشروعیة ذٰلک الا اهل الکوفة یعنی اہل کوفہ کے علاوہ تمام علماء امصار رفع الیدین کی مشروعیت کے قائل ہیں ملاحظہ ہو التعلیق المغنی علی الدارقطنی ج۱ صـ۲۸۹

(۳) الغنیة لطالبی طریق الحق ج۱ صـ۴

کے وقت رفع الیدین کرنا چاہئے۔

تین سو روپئے نقد انعام کا وعدہ

دوستو! میرے خیال سے تو میں نے مختصراً ان تینوں مسئلوں کو صاف کر دیا ہے اب اتنا اور بھی سن رکھئے کہ کوئی حدیث ان کے خلاف نہیں، اگر کوئی صاحب مدعی ہوں تو ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وہ رفع الیدین نہ کرنے کی یا رفع الیدین منسوخ ہونے کی ایک حدیث بھی لائیں جو صریح، صحیح اور مرفوع ہو جس پر کسی قسم کی جرح نہ ہو تو ہم حلفیہ اقرار کرتے ہیں کہ انھیں ایک سو روپئے انعام دیں گے اور تحریری اقرار کریں گے کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔ اسی طرح اگر آمین دل میں کہہ لینے کی (جیسے آج کل حنفی بھائی کہتے ہیں) ایک بھی حدیث صحیح، صریح، مرفوع جس پر کسی قسم کی جرح نہ ہو، وہ ثابت کریں تو ایک سو روپئے اور بھی لیں اور آمین دل میں کہہ لینے کا تحریری اقرار بھی لے لیں۔ ٹھیک اسی طرح اگر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی منع ہونے کی ایک بھی صریح، مرفوع غیر مجروح صحیح حدیث پیش کر دیں تو سو روپئے اور لے لیں اور ہمیشہ کے واسطے امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنے کا تحریری اقرار نامہ لے لیں۔

فقہ میں اہل حدیث کی نماز:۔

آخر میں ایک آخری ڈگری جو ان تینوں مسئلوں کو صاف کر دے نقل کر دوں۔ حنفی مذہب کی بہت بڑی معتبر کتاب شامی مطبوعہ مصر جلد اول ص ۵۶ میں ہے۔(۲) امالو صلی یوما علی مذهب و اراد ان یصلی یوما آخر علی مذهب آخر فلا یمنع عنه یعنی ایک دن ایک شخص ایک مذہب (مثلاً حنفی مذہب کے مطابق نماز ادا کرے (یعنی آمین، رفع الیدین اور سورہ فاتحہ کے بغیر) اور دوسرے دن دوسرے مذہب مثلاً (شافعی مذہب) کے مطابق (آمین بالجہر، رفع الیدین اور سورہ فاتحہ سے)

(۱) مصنف تو اب اس دنیا میں نہیں رہے لیکن اب بھی صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش کر کے انعام حاصل کر سکتے ہیں۔

(۲) ردالمحتار ج ۱ ص ۱۷۷

نماز پڑھے تو اسے روکا نہ جائے (کیونکہ یہ جائز ہے)

مندرجہ بالا دلائل پڑھ کر میرا خیال ہے کہ ایک ادنی سا مومن بھی اب ان افعال سے نفرت اور چڑھ نہیں رکھے گا اور اہل حدیث اور اہل فقہ میں جو نت نئے جھگڑے کھڑے ہوتے رہتے ہیں اور ان مسائل کی بابت کھینچ تان ہوتی رہتی ہے اور نوبت فوجداری تک پہنچتی رہتی ہے۔ ان شاء اللہ انصاف پسند احباب اس خطرناک راہ پر اب نہ چلیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب آپ کو وہ متفقہ فیصلہ علماء اہل حدیث وعلماء اہل فقہ کا بھی سناؤں جو دہلی کی عدالت میں باضابطہ داخل کیا گیا۔

معاہدہ علماء اہل حدیث واہل فقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی

برادران ! آپ کو معلوم ہوگا کہ ۱۶/ جنوری ۱۸۸۲ء کو عدالت کمشنری دہلی میں علماء اہل حدیث اور علماء اہل فقہ نے ایک متفقہ فیصلہ میجر جی گارڈن ینگ صاحب کے وقت داخل کیا تھا جس کی نقل ۱۲۹۹ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے چھپ گئی ہے، جس میں طرفین نے صاف لکھا ہے کہ ان فروعی اختلافات کے سبب اتفاقی حرمتوں مثلاً ضد، کینہ، عداوت، فساد میں مسلمان مبتلا نہ ہوں ایک فریق کی نماز دوسرے کے پیچھے بشرط رعایت عدم مفسدات جائز ہے، آپس میں محبت واتحاد رکھیں اور کوئی کسی کو برا اور بدمذہب نہ جانے، مساجد میں کسی فریق کا کوئی فریق فریقین سے مانع ومزاحم نہ ہو جس پر مندرجہ ذیل علماء اہل حدیث وعلماء اہل فقہ کی مہریں اور دستخط ہیں:۔

(۱) غلام اکبر خاں (۲) سید محمد ابو المنصور (۳) ابو محمد زین العابدین (۴) محمد حمایت اللہ جلیسری (۵) محمد حبیب اللہ (۶) محمد یعقوب (۷) محمد تلطف حسین (۸) سید محمد نذیر حسین (۹) قاضی القضاۃ محمد ابراہیم خاں (۱۰) مولوی محمد عبد الحق مدرس مدرسہ فتحپوری (۱۱) شریف حسین (۱۲) عاشق علی (۱۳) ابو الخیر محمد یونس (۱۴) حفیظ اللہ (۱۵) محمد یوسف (۱۶) حسن علی (۱۷) محمد اسحٰق (۱۸) محمد جمیل (۱۹) محمد عبد اللہ مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب (۲۰) ابو محمد (۲۱) سید لطیف حسین (۲۲) محمد علاء الدین

(۲۳) محمد عبد الرب (۲۴ محمد احمد زین العابدین (۲۵) منیر الدولہ فیض رقم حافظ محمد امیر الدین جنگ بہادر روشن علی خاں (۲۶) مولوی رحیم بخش محمد مسعود امام مسجد فتحپوری (۲۷) نواب قطب الدین خاں (۲۸) محمد یعقوب ولد مولوی کریم اللہ (۲۹) محمد عبدالرشید ولد مولوی عبدالحکیم (۳۰) ابونعیم مولوی عبدالحکیم لکھنوی (۳۱) محمد سلیم اللہ بدایونی (۳۲) سید محمد اسمعیل عظیم آبادی (۳۳) قادر بخش (۳۴) محمد عبدالمجید مہتمم مدرسۃ القرآن (۳۵) سید محمد امام جامع مسجد دہلی (۳۶) مولوی محمد شاہ مدرس مدرسہ فتحپوری (۳۷) عبدالجبار مدرس مدرسۃ القرآن۔

بعدازاں اب ایک اور فتوی ملاحظہ ہو جس پر ۳۹ علماء حنفیہ کی مہریں ثبت ہیں اور جس سے اہل حدیث کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے۔

اہل حدیث کی نسبت علماء متاخرین احناف کا فتوٰی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ ہم حنفی مذہب کے ہمراہ شامل صف ہو کر کسی شخص کا پکار کے آمین کہنا ہمارے لئے موجب فساد نماز یا کراہیت نماز ہے یا نہیں؟ اگر اس کا آمین کہنا ہمارے واسطے موجب فساد نماز یا باعث کراہیت ہے تو یہ حنفی مذہب کی کون سی معتبر کتاب میں لکھا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

آمین جہر سے کہنا غیر مذہب کا مذہب حنفی والے کو مفسد نماز نہیں ہے، اور نہ موجب کراہیت، کیونکہ فعل ایک مصلی کا دوسرے مصلی کی طرف مفضی نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی ۲۸/ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ

بلکہ اگر آمین کے جہر کرنے سے امام قرأت بھول جاوے تو کراہیت اس کی مجاہر پر نہ ہوگی۔

صحیح الجواب بلا ارتیاب حررہ محمد عبدالحق۔ الجواب صحیح ،کتبہ محمد یعقوب دہلوی

صحیح الجواب　　الجواب صحیح　　الجواب صحیح

محمد مسعود فھو عفور رحیم

عبدہ سید یوسف دہلوی ۱۲۸۴

سید حسن شاہ رام پوری

بنام محمد ہاشم فدا آباد میرٹھی

محمد کرامت اللہ ۱۲۹۲ھ دہلوی

از منصور علی احمد ہست

محمد عبد الحق ۱۲۸۶

محمد عبد القادر دہلوی ۱۲۸۸

امام فن مناظرہ اہل الکتاب سید ناصر الدین محمد ابو منصور ۱۲۹۱

عندہ ذٰلک کذٰلک محمد اسماعیل فلانہ الجلیل الدلیل
بلا شبہ جواب ثانی صحیح ہے

اکبر علی خان ولد محمد رحیم علی خاں

محمد عبد الرب

داردامید شفاعت از محمد یعقوب

لاریب فی ہذا الجواب　　الجواب صحیح

قبہ اسمہ احمد بالعا

محمد فضل احمد

ابو یحییٰ محمد ۱۳۱۳ھ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی

نظام الدین جھجھرے

وقولوا عنی العزیز الرحمٰن

من اجاب فقد اصاب الجواب صحیح الجواب صحیح
محمد عبداللطیف عفی عنہ بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
مقیم میرٹھ مفتی مدرسہ دیوبند رشید احمد

محمد حسین عفی عنہ
ہذا جواب لاریب فیہ

الجواب صحیح الجواب صحیخ والجواب مذکور صحیح
اذاکان المقصوداتباع
محمد نوراللہ عفی عنہ بندہ محمود عفی عنہ السنۃفالافضل عندی
الامتناع واللّٰه اعلم بالصواب
محمد اسماعیل انصاری

میرے نزدیک تو اگر خود حنفی بھی آمین بالجہر کہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی نہ کہ دوسرا شخص کہے اور حنفی کی نماز فاسد ہو جائے، حق یہ ہے کہ جہر اور اخفاء دونوں فعل مسنون ہیں، ائمہ حنفیہ کو جواز جہر میں خلاف نہیں ہے صرف اولویت میں اختلاف ہے، چنانچہ حنفیہ اخفاء کو اولیٰ سمجھتے ہیں اور ائمہ جہر کو، پس سائل کو اپنی نماز کے فساد کا کیا معنیٰ، کراہیت کا بھی شبہ نہ کرنا چاہئے، واللہ اعلم بالصواب .
حررہ محمد اسماعیل عفا اللہ تعالیٰ عنہ ساکن کول جواب المجیب حق والحق احق ان یتبع ۔
محمد اسماعیل الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ انبیٹھوی محمود حسن

المتقادم الباری عبداللہ انصاری امروہوی وارد بلدہ بھوپال

جملہ جوابات مجیبین کے صحیح ،لیکن محمد اسماعیل صاحب انصاری مدرس مدرسہ حسین بخش

مرحوم کا تحریر فرمانا خلاف شان علماء کے ہے، کیونکہ جب ایک امر حدیث سے سنت ثابت ہو چکا ہے پھر اس کے عامل پر الزام نفسا نیت کس طرح ہو سکتا ہے، نماز میں کسی قسم کی خرابی جب واقع ہوتی ہے کہ خلاف امر مشروع نماز کیا جائے اور آمین بالجہر کے تو علماء حنفیہ بھی قائل ہیں ، چنانچہ مولوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں،''والظاهر الحمل على كلاالعملين ''یعنی جہر اور سر دونوں جائز ہیں اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں''والانصاف ان الجهر قوى من حيث الدليل ''یعنی جہر قوی ہے باعتبار دلیل کے، اور ابن ہمام نے لکھا ہے''لو كان الىّ فى هذا شئ لوفقت بينهما ان يراد برواية الخفض عدم القرع العنيف وبرواية الجهر بمعنىٰ زبر الصوت وذيلها''

یعنی اس بارے میں اگر مجھ سے پوچھا جائے تو میں دونوں قسم کی روایتوں میں مطابقت دے سکتا ہوں کہ آہستہ کی روایت سے یہ مراد ہے کہ بہت زور کی آواز نہ ہو اور جہر کی روایت سے یہ مراد ہے کہ گونجتی ہوئی آواز ہو یعنی بہر دو صورت آواز سے ہی زاہا اور نیز دیگر علماء بھی قائل ہیں مانند ان کے بحر العلوم لکھنوی حنفی اپنی کتاب ارکان اربعہ مطبوعہ علوی ص:۷۶ میں فرماتے ہیں کہ''در باب آہستہ گفتن آمین ہیچ وارد نشدہ مگر حدیثے ضعیف'' اور مولانا سلامت اللہ صاحب حنفی بھی قائل ہیں جیسا کہ اپنی کتاب شرح المؤطا میں لکھا ہے بروایت حضرت ابو ہریرہ کے۔

حررہ عبدالصمد حنفی متوطن گوٹھاؤلی ضلع بلند شہر مورخہ ۱۲/ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ

هو المصيب ، کسی دوسرے شخص کا زور سے آمین کہنا احناف کے واسطے نہ موجب فساد نماز ہے نہ کراہیت، احناف اور غیر احناف میں جو کچھ اختلاف اس بارے میں ہے وہ محض اولویت اور عدم اولویت کا ہے اس سے فساد نماز کسی مذہب کا نہیں، زمانۂ صحابہ سے لے کر آج تک یہ تعامل چلا آرہا ہے کہ دونوں فریق ایک جگہ نماز پڑھتے

رہے، البتہ سب وشتم اور لعن طعن باہم نہ ہونا چاہئے، واللہ اعلم۔
کتبہ: عبداللطیف عفی عنہ از دفتر ندوۃ العلماء کان پور ۲۶/ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ
الجواب صواب　دستخط　احمد علی عفی عنہ
مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ
عبدالمومن عفی عنہ دیوبندی　عبداللہ خاں مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ
عبدالمومن　مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ
محمد ریاض الدین احمد　مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ
آمین بالجہر کہنے سے آمین بالاخفاء کہنے والوں کی نماز میں کسی طرح کا فساد نہیں ہے۔
حررہ　محمد رمضان عفی عنہ واعظ جامع مسجد آگرہ

ناظرین کرام! فریقین کے معتبر علمائے کرام کا فیصلہ جو باضابطہ سربمہر عدالت میں داخل کیا گیا ہے، آپ نے پڑھ لیا، پھر خاص حنفی مذہب کے چیدہ چیدہ ۳۹ علمائے کرام کا فتوی آپ نے پڑھ لیا اس سے پہلے اس رسالہ کے گذشتہ صفحات میں آپ نے تینوں مسئلوں کی نسبت صحیح حدیثیں اور حنفی مذہب کی معتبر کتابوں کی عبارتیں اور اولیاء اللہ کی شہادتیں پڑھ لی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اب آپ کو اہل حدیث کی اقتداء کی بابت بھی مسئلہ بتلا دوں۔

اہل حدیث کی اقتداء اور امامت

گو آپ متفقہ فیصلہ میں ابھی پڑھ چکے ہیں کہ فریقین کی ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے، ایک دوسرے کو اپنی مسجد سے نہ روکے لیکن اور سنئے۔ مولانا مولوی عبدالحی حنفی لکھنوی اہل حدیث کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں
''ایسے لوگوں کو مسجد سے ممانعت کرنا درست نہیں ہے، اوران کے پیچھے اقتداء درست

ہے'' مجموعہ فتاوی یوسفی ص:۳۱۸ ج ۲ (۱)

ملا علی قاری جو حنفی مذہب کے ایک جید پیشوا ہیں اپنی کتاب الاهتداء فی الاقتداء میں لکھتے ہیں "ذهب عامة مشائخنا الی الجواز......" (۲) یعنی حنفی مذہب کے بزرگ پیشواؤں کا بہ تعداد کثیر یہی فتوی ہے کہ مخالف مذہب والے مسلمان کے پیچھے فرض نماز حنفی مقتدی کی ہو جاتی ہے اگر چہ امام رفع الیدین وغیرہ کرتا ہو، صحابہ تابعین اور ائمہ مجتہدین سے یہی ثابت ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب ''الانصاف'' میں تحریر فرماتے ہیں۔(۳)

فقہ حنفی کی معتبر کتاب عالمگیری، نہایہ، شرح وقایہ وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے، حنفی مذہب کے مایۂ ناز علامہ عینی شرح کنز میں لکھتے ہیں ''يجوز اقتداء الحنفى بالشافعى والشافعى بالحنفى وكذا المالكى بالحنبلى ''یعنی حنفی کی اقتداء شافعی کے پیچھے اور شافعی کی حنفی کے پیچھے اور اسی طرح مالکی کی حنبلی کے پیچھے جائز و درست ہے، مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی کی کتاب مجموعہ فتاویٰ ص:۱۷۷ جلد اول میں ہے''(۴) بسند فعل صحابہ وتابعین وقول وفعل امام ابوحنیفہ وابو یوسف وامام شافعی وامام احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ مجتہدین ثابت ہوا کہ اقتداء حنفی کی خلف شافعی و مالکی و حنبلی کے مطلقاً جائز ہے اور رفع الیدین اور آمین بالجہر کہنا امام کا مفسد نماز مقتدی و مانع جواز اقتداء نہیں ہوسکتا۔

---

(۱) مجموعه فتاوی ج ۱ صـ ۱۷۳

(۲) بحواله مجموعه فتاوی ج ۱ صـ ۱۷۱

(۳) ملاحظہ ہو حجة الله البالغه ج ۱ صـ ۱۵۹ باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها

(۴) مجموعه فتاوی ج ۱ صـ ۲۹۰ /اسی طرح "الفوائد البهية" صـ ۹۰ میں موجود ہے کہ حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے جائز ہے

اے حنفی بھائیو! لواب میں تمہیں اس بارے میں خود حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فیصلہ سناؤں کتاب فقہ اکبر ص: ۸ مطبوعہ لکھنو میں ہے (۱) "والصلوة خلف کل بر و فاجر من المؤمنین جائزةٌ" یعنی ہر ایک مسلمان نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔

برادران! اب میں آپ کو بتادوں کہ حنفی مذہب میں اہل حدیث کو مساجد سے روکنا بھی حرام ہے۔

اہل حدیث کو مسجدوں سے روکنے کی حرمت

خداوند تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے " ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه "(۲) یعنی سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو اللہ کی مسجدوں سے روکے" قرآن پاک نے مسجدوں پر کسی کی ملکیت نہیں رکھی نہ متولی کی نہ بانی کی نہ اہل محلہ کی، بلکہ فرماتا ہے "وان المساجد لله" مسجدیں صرف اللہ ہی کی ملکیت ہیں، معتبر تفسیروں اور حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد جس میں ساٹھ آدمی ہیں جس کے سردار کا نام عبدالمسیح ہے آنحضرت ﷺ سے مناظرہ کرنے کو مدینہ شریف آیا باوجودیکہ آپ کو ان کا مشرک ہونا، دشمن ہونا، برسرپیکار ہونا معلوم ہے لیکن پھر بھی آپ انھیں مسجد میں ٹھہراتے ہیں، صحابۂ کرام عرض بھی کرتے ہیں کہ حضور یہ مشرک لوگ ہیں آپ جواب دیتے ہیں کہ زمین نجس نہیں ہوتی جب ان کی نماز کا وقت آتا ہے تو خدا کے نبی انھیں اپنی مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اور وہ آپ کے سامنے آپ کی موجودگی میں اپنے عیسائی مذہب کے طریقہ کے مطابق قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے بیت المقدس کی

(۱) بحواله شرح فقه اکبر المعروف بشرح ملا علی قاری، صـ ۹۱.

(۲) البقرة: ۲/۱۱۴

طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں، (ملاحظہ ہو تفسیر خازن، تفسیر ابوالسعو د تفسیر مظہری، ابن کثیر ابن جریر وغیرہ)(۱)

افسوس جس پیغمبر ﷺ کے یہ اخلاق، جس کی یہ رواداری ہو آج اس کی امت کی یہ حالت ہے کہ فروعی اور وہ بھی صرف خیالی اختلاف کی بنا پر کلمہ گو موحد، متبع سنت جماعت کو خدا کے گھروں میں خدا کا ذکر کرنے سے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے روکے؟

برادران! آیئے اب میں آپ کو حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے بھی اس مسئلہ کا فیصلہ سناؤں۔

حنفی مذہب کا فتویٰ

ہدایہ مجتبائی جلد۲ کتاب الوقف ص:۶۲۱ میں ہے"لان المسجد مالا یکون لاحد فیہ حق المنع"(۲) مسجد وہی ہے جس سے کسی کو روکنے کا حق نہ ہو، فتاویٰ خانیہ برحاشیہ عالمگیری مطبوعہ میمنہ مصر جلد ثالث کتاب الوقف ص: ۳۲۱ کی آخری سطر میں ہے "لان المسجد حق اللہ تعالیٰ او حق عامۃ المسلمین" (۳) یعنی مسجد اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور عام مسلمانوں کا، مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی حنفی جلد دوم مطبوعہ یوسفی کتاب التقلید ص:۲۶۸ پر ہے(۴) ''مسجد بنانے والے کی ملکیت مسجد نہیں رہتی اور اس میں سب مسلمان بطور شرع نماز ادا کر سکتے ہیں اور ایک

---

(۱) فتح الباری ج۸ صـ۱۱۸ / تفسیر القرآن العظیم ج۱ صـ۴۸۰ / زادالمعاد ج۳ صـ۵۵۰

(۲) ھدایہ ج ۲ صـ ۶۴۵ کتاب الوقف

(۳) فتاوی قاضی خان ج۴ صـ۱۱۷ کتاب الوقف

(۴) مجموعہ فتاوی ج۱ صـ۳۸۵ کتاب التقلید

وقت اور ایک جماعت سے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ فتح القدیر جلد۲ص:۷۸۵(۱) میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں سے کہا ''لا نمنعکم مساجد اللہ ان تذکروا فیھا اسم اللہ'' یعنی ہم تمہیں مسجدوں سے نہیں روکتے تم بیشک ان میں ذکر اللہ کیا کرو۔ بحر الرائق مصری جلد دوم ص:٦ میں ہے ''لا یجوز لاحد مطلقاً ان یمنع مؤمناً من عبادة بھا فی المسجد'' یعنی ہرگز ہرگز کسی شخص کو کسی وقت جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو کسی قسم کی عبادت سے کسی مسجد میں روکے۔

بھائیو! میں نے اختصار کے ساتھ آپ کو یہ بھی بتا دیا کہ آمین بالجہر، رفع الیدین، سورہ فاتحہ حنفی مذہب میں بھی جائز ہے، یہ بھی ثابت کر دیا کہ آپس میں ایک دوسرے کے پیچھے باوجود ان مسائل کے اختلاف کے نماز جائز و درست ہے۔ یہ بھی آپ نے معلوم کر لیا کہ مسجد سے مسلمان کو روکنا حرام ہے، یہ بھی آپ نے معلوم کر لیا کہ اس اختلاف کی وجہ سے دشمنی رکھنا ناروا ہے، اب میں امید کرتا ہوں کہ آپ مل کر رہیں گے اور آپس کی نااتفاقیوں کو میٹ دیں گے، اپنی قوتیں اور طاقتیں آپس میں ایک دوسرے ہی پر خرچ نہ کریں گے بلکہ خدا کے اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر اسے استعمال کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق خیر دے۔

اللّٰھم الف بین قلوب المسلمین واصلح ذات بینھم وانصرھم علی عدوک وعدوھم. آمین یارب العالمین آمین یارب العالمین

الراقم العاجز محمد بن ابراہیم مدرس مدرسہ محمدیہ ایڈیٹر اخبار محمدی، صدر بازار، دہلی۔

---

(۱) فتح القدیر کتاب الوقف ج۲ صـ ۷۸۵


دلائل محمدی
حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین . والسلام علیٰ سید المرسلین .

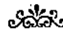
وجہ تصنیف

میرے ایک رسالے دلائل محمدی حصہ اول کے جواب میں راجکوٹ سے . ایک کتاب چھپ کر شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے ''الصراط المستقیم فی اتباع سید المرسلین '' نام کی علمیت مصنف کے کمالات کا آئینہ ہے اس میں سورۂ فاتحہ وغیرہ کے دلائل کا جواب دیا گیا ہے اور اپنے طور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان مسائل میں جماعت اہل حدیث کے دلائل کمزور ہیں، گو اس موضوع پر طرفین سے بہت سے رسائل شائع ہو چکے اور یہ مسئلہ مدتوں سے زیر بحث رہ کر بڑی حد تک منجھ چکا ہے، لیکن صاحب رسالہ کو کچھ اس رسالہ پر بہت فخر معلوم ہوتا ہے اور اپنے نزدیک وہ اسے لاجواب چیز سمجھے ہوئے ہیں، اس لئے میں مناسب جانتا ہوں کہ مناسب اختصار کے ساتھ اس کا جواب دیدوں، کیا عجب کہ اس سے حق نتھر آئے اور خود صاحب رسالہ یا بعض اور بھائیوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دے. وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب .

میں نے اپنے اس رسالہ میں لکھا تھا کہ اگر امام کے پیچھے سورۂ الحمد پڑھنی منع ہونے کی ایک بھی صریح مرفوع غیر مجروح صحیح حدیث پیش کر دیں تو سو روپئے انعام لے لیں اور ہمیشہ کے لئے امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنے کا تحریری اقرار نامہ لے لیں (دلائل محمدی مطبوعہ بار چہارم ص: ۹) اس کے جواب میں صاحب رسالہ نے آٹھ دلیلیں نقل کی ہیں اور انعام کے طالب ہوئے ہیں، میں کہتا ہوں جناب من! کیا آپ ایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے ایک صحیح حدیث میں بھی بہ صراحت موجود ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھے،

ناظرین کرام! اگر آپ کے ہاتھوں میں راجکوٹی رسالہ ہے دوبارہ غور سے دیکھئے

آٹھوں کی آٹھوں میں یہ الفاظ نہیں پھر صراحت نہ ہوئی اور جب صراحت نہیں تو میری شرط پوری نہیں ہوئی اور جب شرط ہی پوری نہ ہوئی تو انعام کے لئے ہاتھ بڑھانا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ افسوس ہے کہ مجھے اپنے دوست کو اپنے در سے خالی ہاتھ پھیرنا پڑتا ہے، میں پھر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ دنیا کا کوئی بھی حنفی عالم اگر اس طرح کی ایک حدیث بھی پیش کردے تو میں اسے سو روپئے انعام دینے کو تیار ہوں، ورنہ خدا سے ڈرو، قیامت کا دن سامنے رکھو اور اپنی اور اپنے ساتھ دوسرے مسلمانوں کی فرض نمازیں نہ بگاڑو، آیت "فاقرءوا" کے ترجمے کو غلط کہنا اگر اس وجہ سے ہے کہ الفاظ ترجمے کے عربی کے ماتحت نہیں، تو میں کہوں گا کہ جناب کا ترجمہ بھی عربی ترکیب سے غلط ہے کیونکہ ما کا بیان من القرآن ہے پس ترجمہ میں ''سے'' کا لفظ محض غلط ہے لیکن غالباً جناب تو اس بات کو سمجھ بھی نہ سکیں گے اور اگر یہ مطلب ہے کہ یہ آیت نماز میں قرآن پڑھنے کے بارے میں ہے ہی نہیں تو اس کا ثبوت سنئے، آپ کے مذہب کی وہ کتاب جسے آپ کے نزدیک مثل قرآن ہونے کا فخر حاصل ہے یعنی ہدایہ باب صفۃ الصلوٰۃ ص:۸۷ جلد اول مطبوعہ مجتبائی کو دیکھئے اسی آیت کو وہ مطلق قرأت نماز کے بارے میں لائے ہیں، (۱) آپ کے مذہب کے اصول کی کتاب نورالانوار ص:۱۹۱ میں اس آیت کی نسبت لکھا ہے ''یوجب القرأۃ علی المقتدی'' (۲) یعنی آیت فاقرءوا سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب ہے پھر مجھ پر اعتراض کیسا؟



---

(۱) هدایه تهانوی ج ۱ صـ ۱۰۴ باب صفة الصلوٰة

(۲) نورالانوار تهانوی صـ ۱۹۸

سورۂ فاتحہ کے خلاف دلائل کی تردید

آیت و اذاقرئ القرآن کے اکتالیس جوابات

جناب نے الحمد شریف نہ پڑھنے کی پہلی دلیل آیت قرآنی ﴿و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون ﴾(۱) دی ہے اس کی بابت گذارش ہے کہ اولاً تو سورہ فاتحہ سے اسے کوئی تعلق ہی نہیں۔

دوسرے سننا اور چپ رہنا دل میں پڑھنے کے خلاف نہیں وغیرہ وغیرہ۔

لیکن خیر آپ کی تمام باتیں مان لینے کے بعد میں بھی آپ کی طرح جواب دیتا ہوں کہ کیا اس کے بعد کی آیت جناب نے نہیں پڑھی جس میں ارشاد ہے کہ امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھ لیا کرو، خصوصاً ان نمازوں میں بھی جن میں امام بآواز بلند قرأت پڑھتا ہے یعنی مغرب عشاء اور فجر، فرمان ہے واذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خیفةو دون الجهر من القول بالغدو والآصال و لا تکن من الغافلین (۲) یعنی اپنے رب کو اپنے جی میں عاجزی اور پوشیدگی سے بغیر بہت اونچی آواز کے زبان سے یاد کیا کر صبح وشام کو اور غافلوں میں سے مت ہو جا ۔اب دونوں آیتوں کو ملا لیجئے تو مطلب حل ہو جائے گا اوپر کی آیت میں حکم ہوا کہ جب امام اونچی آواز سے قرأت پڑھے تو تم سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے لیکن دوسری آیت میں فرمایا کہ آہستہ آہستہ ذکر خدا اپنے دل میں کر لیا کرو یعنی الحمد پڑھ لیا کرو، خصوصاً صبح کے وقت نماز فجر میں اور شام کے وقت مغرب اور عشاء میں، اگر الحمد بھی نہ پڑھی تو تمہارا شمار غافلوں میں ہوگا۔ ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی۔ پس ثابت

---

(۱) الاعراف ۷/۲۰۴

(۲) الاعراف ۷/۲۰۵ بالغدو والآصال سے مراد صبح وعصر کی نماز ہے (تفسیر ابن جریر طبری ج۶ صـ ۱۶۶)

ہوا کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا قرآن کا حکم ہے اور اسے نہ پڑھنے والے خدا کے نزدیک غفلت کرنے والے ہیں۔ یہ کیا کہ آپ نے لاتقربوا الصلوۃ پڑھ کر لوگوں کو سنا دیا کہ نماز نہ پڑھو قرآن کا حکم ہے آگے کے الفاظ چھوڑ دئے اسی طرح یہ کیا کہ فاستمعوا وانصتوا پڑھ کر فتویٰ جڑ دیا کہ الحمد نہ پڑھو، آگے کی آیت نہ پڑھی جس میں حکم ہے کہ الحمد پڑھو غافل نہ ہو۔ جناب من! یہ ہے حقیقت جناب کی اس دلیل کی، ذرا خیال فرمایئے! فی الوقع اگر اس آیت کو الحمد امام کے پیچھے پڑھنے سے تعلق ہے تو اس آیت کو بھی ہے اگر الفاظ دیکھ کر ہی اترانا ہو تو ذرا جواب پر بھی ٹھنڈے دل سے نظر ڈال جایئے۔

تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے " واذکر ربک فی نفسک تضرعاو خیفة، ھٰذا فی المکتوبة" یعنی یہ آیت جس میں حکم ہے کہ دل میں پڑھ لیا کرو یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے پس ثابت ہوا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت پڑھنے کا حکم اس آیت سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ ممانعت۔

چنانچہ تفسیر بیضاوی مطبوعہ مصر ص ۱۷۷ میں ہے امر للماموم بالقرأۃ سراً بعد فراغ الامام عن قرأته یعنی آیت واذکر ربک ...... میں مقتدی کو امام کے پیچھے پوشیدہ قراءت پڑھ لینے کا حکم ہے۔

ہاں میرے حنفی بھائیو! ذرا یہ بھی فرمایئے کہ آپ کے امام صاحب کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے اس کی قرأت کی حالت میں ثنا کا یعنی سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالٰی جدک ولا الٰہ غیرک کا پڑھ لینا جائز ہے (۱) کیوں صاحب پھر کیا یہ آیت قرآنی امام ابوحنیفہ کی نظر سے نہیں گذری تھی؟ اگر یہ جائز ہے حالانکہ اس کا پڑھنا فرض نہیں پھر الحمد جس کے بغیر نماز کا نہ ہونا اللہ کے رسول ﷺ کی زبانی ثابت ہے اس کا پڑھنا جائز کیوں نہیں کہتے؟

اسی طرح امام صاحب کے نزدیک فرض نماز کے ہوتے ہوئے جب کہ امام

(۱) منیة المصلی صـ ۹۲

قرأت پڑھ رہا ہے صبح کے وقت سنت پڑھنا بھی جائز ہے ملاحظہ ہو رد المختار وغیرہ (۱) پھر وہاں یہ آیت کہاں آ گئی؟ اور جب کہ پوری دو رکعت کا پڑھنا باوجود امام کی قرأت کے جائز ہے جو حدیث میں محض منع ہے (۲) تو پھر سورہ فاتحہ کا پڑھ لینا جو حدیث سے ضروری ہے کیوں جائز نہ ہو؟

ہاں یہ بھی فرمایئے کہ سننا اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ امام بلند آواز سے پڑھتا ہو لیکن پست آواز سے پڑھ رہا ہو آپ اس وقت مقتدی کو کیوں روکتے ہیں؟ کم سے کم دو نمازوں ظہر عصر میں تو اسے پڑھنے دیجئے اور مغرب کی آخری اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں تو الحمد کی دشمنی چھوڑیئے۔

اسی طرح اگر کوئی بہرا ہو یا جماعت میں امام اس قدر دور ہو کہ امام کی آواز اس تک نہ پہونچتی ہو تو اسے نبی ﷺ کے فرمان پر عمل کرنے دیجئے لیکن کیا مجال؟ کہاں کی حدیث؟ اور کیسا قرآن؟ یہاں تو ایمان اس پر ہے جو فقہ کی کتابوں میں ہو، اسلام

---

(۱) ردالمحتار ج ۲ صـ ۵۱۱ باب ادراک الفریضة والحاصل ان السنة فی سنة الفجر. ان یاتی بها فی بیته والافان کان عند باب المسجد مکان صلاها فیه . اور ص ۵۱۲ میں ہے "لوخاف انه لوصلی سنة الفجر بوجهها تفوته الجماعة ولواقتصر فیها بالفاتحة وتسبیحة فی الرکوع والسجود یدرکها فله ان یقتصر علیها" اگر اس بات کا خوف ہو کہ اگر وہ قاعدے کے ساتھ فجر کی سنت پڑھے گا تو جماعت فوت ہو جائے گی اور اگر سورہ فاتحہ اور رکوع وسجدہ میں صرف ایک تسبیح پر اکتفا کرے تو جماعت کو پالے گا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس پر اکتفا کرے.

اسی طرح ردالمحتار میں ہے کہ اگر کسی شخص کو جمعہ کے خطبے کے وقت یاد آیا کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو عند الحنفیة اسی وقت خطبہ ہونے کی حالت میں اس کو فجر کی قضا پڑھنی چاہئے، اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز جمعہ ہونے کی حالت میں پڑھنی چاہئے اگر نماز جمعہ کے فوت ہونے کا خوف ہو، اگر فجر کی نماز پڑھنے کے درمیان ہی میں نماز جمعہ ختم ہو گئی تو اب اس کو ظہر پڑھنا چاہئے ۔الفاظ یہ ہیں "وقد مر انه لوتذکر الفجر عند خطبة الجمعة یصلیها مع ان الصلوٰة حینئذ مکروهة بل فی التتارخانیة انه یصلیها عند هما وان خاف فوت الجمعة مع الامام ثم یصلی الظهر "(ردالمحتار ج ۲ صـ ۵۲۵ باب قضاء الفوائت)

(۲) حدیث میں ہے "اذا اقیمت الصلوٰة فلاصلوٰة الا المکتوبة.(بخاری ج ۱ صـ ۹۱ باب اذااقیمت الصلوٰة فلاصلوٰة الاالمکتوبة ، مسلم ج ۱ صـ ۲۴۷ .

اس کا نام ہے کہ وہ مانے جو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہو۔ اف لکم و لماتعبدون آگے چل کر جو جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی عقلمند کے نزدیک یہ مسلم نہیں کہ یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جواباً گذارش ہے کہ

جناب کے نزدیک آپ کے مذہب کے مثل قرآن کتاب لکھنے والے یعنی ہدایہ والے بھی عقلمند تھے یا نہ تھے؟ غالباً اس کا جواب آپ کی تحریر پر یہ ہوگا کہ وہ بھی عقلمند نہ تھے کیوں کہ انہوں نے بھی فصل فی القراءۃ کے آخر میں ص ۱۰۱ پر لکھا ہے (۱) وکذلک فی الخطبة یعنی خطبہ کے وقت بھی سننا اور چپ رہنا فرض ہے اور اس سے پہلے سننے اور چپ رہنے کی فرضیت کے ثبوت میں اسی آیت کو نص بتایا ہے۔ اور سنئے۔

حضرت مجاہد بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے وقت چپ رہنا اور سننا ہے۔ (۲) اس قول کو آپ کے مذہب کے امام علامہ عینی نے بھی نہایہ میں نقل کیا ہے تو کیا آپ کے نزدیک عینی بھی نادانوں میں سے تھے؟ حضرت عطاء کا بھی یہی قول ہے، حضرت حسن کا بھی، حضرت سعید بن جبیر کا بھی، ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر، اور نیشاپوری میں ان حضرات کے علاوہ حضرت عمرو بن دینارؒ کا اور ایک جماعت کا بھی یہی فرمان لکھا ہے اور تفسیر کبیر میں حضرت امام شافعی کا فرمان بھی یہی لکھا ہوا ہے۔ پھر آپ کا ان بزرگان دین پر ہاتھ صاف کرنا اور گستاخانہ طور پر یہ لکھ دینا کہ کسی عقلمند یا دانا کے نزدیک یہ مسلم نہیں۔ یہ کہاں کی دانائی ہے؟ جناب نے حضرت امام احمد کا بھی حوالہ دیا ہے حالانکہ یہ جناب کی محض ناواقفیت ہے حضرت امام احمدؒ تو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا حکم دیتے ہیں ملاحظہ ہو ترمذی مطبوعہ میرٹھ ص ۴۳ (۳) والعمل علی

---

(۱) هدایه ج ا صـ ۱۲۱ فصل فی القرأة

(۲) مصنف عبدالرزاق ، مصنف ابن ابی شیبه بحواله امام الکلام صـ ۱۹

(۳) ترمذی ج ا صـ ۷۰ باب ماجاء فی القرأة خلف الامام

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام احمد کے نزدیک ہر نماز میں قرأت خلف الامام واجب تھی۔ ملاحظہ ہو عمدة القاری ج ۳ صـ ۶۴ بحواله تحقیق الکلام صـ ۶۵

هٰذا الحديث في القراءة خلف الامام عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ والتابعين وهو قول مالك بن انس وابن المبارك والشافعي واحمد واسحاق يرون القرأة خلف الامام (یعنی حضرت عبادہ والی (سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کی) حدیث پر عمل ہے اکثر علماء صحابہ کا اور اکثر علماء تابعین کا اور یہی قول ہے حضرت امام مالکؒ حضرت امام ابن المبارکؒ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام احمدؒ حضرت امام اسحاقؒ کا، ان سب حضرات کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت پڑھنی چاہئے۔

جو قول آپ نے امام احمد کا پیش کیا ہے آپ قیامت تک اس کی سند پیش نہیں کر سکتے اور جناب نے ایک لاعلمی اپنی اس کتاب میں بتائی ہے کہ حضرت امام بیہقیؒ کا نام بھی لکھ دیا ہے حالانکہ امام بیہقیؒ نے سورہ فاتحہ کی فرضیت پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے(۱) اور بھائی صاحب ہاں ذرا یہ تو فرمایئے کہ بیہقی کی تفسیر کون سی جناب نے دیکھ لی ؟ جس میں سے آپ نے نقل فرمانے کی زحمت گوارا کی، اچھا ہوتا جو آپ کچھ نہ لکھتے اور اس علمی میدان میں نہ آتے، جناب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بھی دانا کے نزدیک مسلم نہیں ہوسکتا کہ آیت رد کفار میں نازل ہوئی اس کی بابت بھی سنئے۔ کفار کا مقولہ خود قرآن مجید میں موجود ہے ﴿وقال الذين كفروا لاتسمعوا لهٰذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون﴾ (۲) یعنی کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس کی پڑھائی کے وقت شور وغل کر و تا کہ تم غلبہ پاؤ۔ ٹھیک اس کے مقابلہ میں پروردگار عالم حکم دیتا ہے کہ قرآن کریم کو سنو اور اس کی پڑھائی کے وقت خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۔وہ کہتے تھے کہ نہ سنو یہاں فرمایا گیا ہے سنو۔ وہ کہتے تھے شور وغل کرو یہاں فرمایا گیا ہے کہ خاموش رہو۔ وہ کہتے ہیں کہ یہی تمہارے غلبہ کی صورت ہے یہاں فرمایا گیا ہے

---

(۱) اس رسالہ کا نام " كتاب القرأة خلف الامام" ہے

(۲) حم السجدة ۴۱/۲۶

یہی تمہارے اوپر رحم ہونے کی صورت ہے۔تفسیر کبیر میں بھی ہے کہ کفار کے اس مشورے کے خلاف اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔اور اگر جناب فتویٰ نہ جڑیں تو میں بتلاؤں مفسر قرآن علامہ نظام الدین نیشاپوری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ان الخطاب فی الأیة مع الکفار یعنی اس آیت میں خطاب کفار سے ہے اور علامہ فخر الدین رازیؒ بھی اپنی تفسیر کبیر میں یہ لکھتے ہیں اور اسی کو پسند فرماتے ہیں (۱) اور سنئے قرآن کریم کے سیاق وسباق پر نظر ڈالئے اس آیت سے پہلے بیان ہے کہ کفار آنحضرت ﷺ سے معجزات طلب کرتے پھر جب کوئی معجزہ انہیں ان کی خواہش کے مطابق نہ دکھایا جاتا تو باتیں بناتے ان کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ تم کہہ دو میں تو وحی خدا کا پیرو ہوں ۔خدا کی یہ وحی قرآن کریم جیتا جاگتا سب سے اعلیٰ اور سب سے عمدہ معجزہ موجود ہے جس کی موجودگی کے بعد کسی اور معجزہ کی طلب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ تم اے کافرو اسے غور سے سنو اسے جب میں پڑھوں تو خاموش رہو تو، یہی تمہیں راہ راست کی طرف رہبری کر کے خدا کے رحم تلے لا کھڑا کرے گا۔

---

(۱) علامہ رازیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں "وللناس فيه اقوال الاول وهو قول الحسن وقول اهل الظاهر انا نجري هذه الأية على عمومها ففي اى موضع قرأالانسان وجب علىٰ كل احد استماعه والقول الثانى انها نزلت فى تحريم الكلام فى الصلوٰة والقول الثالث . ان الأية نزلت فى ترك الجهر بالقرأة وراء الامام وهو قول ابى حنيفة واصحابه والرابع انها نزلت فى السكوت عند الخطبة و فى الأية قول خامس وهو انه خطاب مع الكفار فى ابتداء التبليغ وليس خطاباً مع المسلمين وهذا قول حسن مناسب .

آیت واذا قرئ القرآن کے متعلق متعدد اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر جاری ہے جس مقام میں قرآن پڑھا جائے تو ہر ایک شخص کو سننا واجب ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز میں کلام کے حرام ہونے کے لئے نازل ہوئی ہے۔تیسرا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے بآواز بلند قرأت کرنے کی ممانعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ خطبہ جمعہ کے وقت چپ رہنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔پانچواں قول یہ ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں کو خطاب نہیں ہے، بلکہ ابتداء اسلام میں کفار کو خطاب ہے اور یہ پانچواں قول بہتر اور مناسب ہے۔

ناظرین کرام! اب آپ انصاف فرمائیں کہ راج کوٹی رسالے میں اور عموماً برادران احناف کی اس مسئلہ پر لکھی ہوئی کتابوں میں کس قدر دیانت کا خون کیا جاتا ہے کہ اس آیت کو منع قرأت فاتحہ میں پیش کیا جاتا ہے حالانکہ حنفی مذہب کے اصولوں کی کتابوں میں صاف طور پر موجود ہے کہ یہ آیت اور آیت ''فاقرء وا ماتیسر'' میں تضاد اور معارضہ ہے اس لئے دونوں کی دونوں اس مسئلہ میں دلیل پکڑنے کے قابل نہ رہیں، جب اصولی طور سے آپ کے بڑوں نے اس سے استدلال حرام قرار دیا، پھر آپ اس سے استدلال کر کے ایک طرف تقلید کی گردن پر الٹی چھری اور دوسری طرف اصول کے سینے پر لات اور تیسری طرف ارتکاب حرمت کیوں کریں؟ ملاحظہ ہو آپ کے مذہب کے اصول کی کتاب تلویح باب المعارضۃ جس میں ان دونوں آیتوں کو ایک دوسرے کے معارض بتلایا ہے، (۱) حالانکہ اصولیوں کی یہ نا قابل معافی غلطی ہے لیکن جو لوگ ان پر مٹے ہوئے ہیں، اُنہیں اپنے خلاف اِنہیں پا کر دیدے پھیر لینا کون سی دیانت داری ہے؟

ہاں جناب اور مہربانی فرما کر ذرا یہ بھی بتلایئے کہ یہ آیت تو مکہ میں اتر چکی تھی نبی ﷺ مقتدیوں کو اپنے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم مدینہ میں دے رہے ہیں تو کیا اس آیت کا مطلب رسول خدا ﷺ بھی سمجھے تھے یا آپ نے اور آپ کے فرقہ ہی نے سمجھا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حکم کے راوی ہیں (۲) اور یہ خیبر والے سال ۷ھ میں

(۱) ملاحظہ ہو تلویح صہ ۴۵۱ / نور الانوار صہ ۱۹۷

(۲) موطا مالک میں ہے "عن ابی السائب مولیٰ ھشام بن زھرۃ یقول سمعت اباھریرۃ یقول سمعت رسول اللہ ﷺ من صلیٰ صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج ھی خداج ھی خداج غیر تام" موطا مالک صہ ۲۹

اور جس نماز کے بعد آنحضرت ﷺ نے خاص مقتدیوں کو قرأت فاتحہ کا حکم فرمایا تھا اس نماز میں بھی ابو ہریرہ شریک تھے۔ کتاب القرأۃ للبیھقی میں ہے عن ابی ھریرۃ قال صلیٰ رسول اللہ ﷺ ثم اقبل علینا بوجھہٖ فقال أتقرؤن خلف الامام بشیء فقال بعضھم نقرأ وقال بعضھم لانقرأ فقال اقرأوا بفاتحۃ الکتاب۔ (کتاب القرأۃ صہ ۵۱)

مسلمان ہوئے تھے(۱)، دوسرے راوی اس کے حضرت عبادہ بن صامت ؓ ہیں یہ بھی انصار میں سے ہیں اور جس نماز کے بعد حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اس نماز میں یہ خود موجود تھے،(۲) یہ واقعہ بھی قطعاً مدینہ شریف کا ہے آیت ''اذا قـــــری القـــــرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون'' مکہ میں نازل ہو چکی ہے(۳) اور آپ مدینہ میں قرأت فاتحہ کا حکم دیتے ہیں پھر بھی اس آیت سے اس قرأت کا منع ثابت کرنا یوں سمجھنا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے کلام کا مطلب نہیں سمجھتے تھے یا یوں سمجھنا ہے کہ نعوذ باللہ باوجود سمجھنے کے پھر بھی مخالفت کرتے تھے، حالانکہ یہ دونوں باتیں کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا، پس ثابت ہوا کہ اس آیت سے یہ مطلب لینا غلط ہے۔ دراصل ان دونوں آیتوں کو قرأت نماز کے حکم میں مان لینے کے بعد بھی کسی طرح کا تعارض پیدا نہیں ہوتا، اس لئے کہ ممانعت ہے الحمد کے سوا کی اور حکم ہے الحمد کا، پھر معارضہ کیسا؟ اسی طرح یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ منع ہے بلند آواز سے پڑھنا اور حکم ہے آہستہ پڑھ لینے کا، جیسے کہ خود حنفی مذہب کے فقہاء نے خطبہ کے احکام میں یہی تطبیق دی ہے کہ خطبہ کے وقت آیت ''واذاقرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون'' سے کچھ پڑھنے کی ممانعت ہوتی ہے اور دوسری آیت صلوا علیه وسلموا تسلیما سے درود پڑھنے کا حکم ہو رہا ہے اور خطیب

---

(۱) تلخیص الحبیر میں ہے ''قوله كان اسلام ابی هريرة بعد الهجرة بسنتين هو كما قال فانه اسلم عام خيبر بلاخلاف'' (تلخیص الحبیر صـ ۱۱۴)

(۲) کتاب القرأۃ میں ہے ''عن عبادة بن الصامت قال صلىٰ بنا رسول الله ﷺ الصبح فثقلت عليه القرأة أقبل علينا بوجهه فقال انى اراكم تقرء ون خلف امامكم اذا جهر قا، قلنا اجل والله يارسول الله قال فلا تفعلوا الابام القرآن فانه لاصلوٰة لمن لم يقرأ بها''

(۳) یہ آیت سورۂ اعراف کی ہے اور سورۂ اعراف مکی ہے روح المعانی میں ہے ''سورة الاعراف اخرج ابوالشيخ ابن حبان عن قتادة قال هى مكية الا اية واسئلهم عن القرية وقيل هذا الىٰ واذ اخذ ربك مدنى واخرج غير واحد عن ابن عباس وابن الزبير ولم يستثن شيئاً (بحواله تحقيق الكلام ج۲ صـ ۲۹)

نے اسی آیت کی تلاوت کی ہے تو سننے والوں کو چاہئے کہ دل میں درود پڑھ لیں (ملاحظہ ہو نہایہ)(۱) پس ثابت ہوا کہ سننے اور چپ رہنے کے خلاف دل میں پڑھ لینا نہیں، اسی طرح سورۂ فاتحہ جو مقتدی دل میں پڑھے اس نے بھی سننے اور چپ رہنے کا خلاف نہیں کیا پھر اس آیت کو ممانعت میں پیش کرنا محض بے سود ہے، اسی طرح یہ بھی یاد رہے کہ امام جب سکتہ کرتا ہے مقتدی اس کے سکتے کے وقت اس کی پڑھی ہوئی آیت پڑھ لیتا ہے پس سننا بھی باقی ہے چپ رہنا بھی باقی ہے اور قرأت بھی ہو رہی ہے، ہاں یہ نکتہ بھی خیال رہے کہ قرآن کریم میں صاف حکم موجود ہے وارجلکم(۲) یعنی وضو میں پیروں کو دھولیا کرو، لیکن حدیث میں ہے کہ جب جرابیں پہنے ہوئے ہو تو ان پر مسح کر لینا کافی ہے، (۳) جس طرح یہ صورت حدیث کی وجہ سے آیت کے عام حکم سے مخصوص ہوگئی اس طرح اس آیت کے عام حکم قرأت سے سورہ فاتحہ مخصوص ہو جائے گی، یا یوں کہہ لیجئے کہ جن جن لوگوں کو یہ حکم ہے ان عام لوگوں میں سے مقتدی مخصوص ہو جائیں گے، پس ان تمام لحاظ سے اس آیت کو سورہ فاتحہ کے نہ پڑھنے کے بارے میں پیش کرنا نری جرأت ہے۔ کیا اتنا آپ نہیں سوچ سکتے کہ سننا اور سننے کے لئے خاموش رہنا اسی وقت ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز سنائی بھی دے یعنی امام بلند آواز سے قرأت پڑھ رہا ہو لیکن جبکہ نہ سننا ممکن ہو، نہ سننے کے لئے خاموش رہنا پھر کیا وجہ کہ حنفی مذہب ایسے وقت میں مقتدی کو الحمد پڑھنے سے روکتا ہے؟ کیوں جناب کیا ان تمام باتوں میں سے کوئی بات بھی آپ پر اثر نہیں کرتی اور اس مبارک سورت کی دشمنی نہیں چھٹتی؟ عربی زبان میں انصات اور سکوت وغیرہ کے معنی چپ رہنے کے ہیں اور چپ

---

(۱) علامہ عینی لکھتے ہیں "فان قلت توجه عليه امران احد هما صلوا عليه وسلموا والامر الآخر قوله تعالىٰ واذاقرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال مجاهد نزلت فى الخطبة والاشتغال باحد هما يفوت الأخر قلت اذا صلىٰ فى نفسه ونصب ويكون سكت اتى بموجب الامرين .(بنا يه ج ا صـ ۷۱۴)

(۲) المـائدة ٦/٥

(۳) ملاحظه هو ترمذی ج ا صـ ۲۹ باب فى المسح على الجوربين والنعلين

رہنا اونچی آواز سے پڑھنے کے خلاف تو ہے لیکن آہستہ آہستہ دل میں پڑھ لینے کے خلاف نہیں، دیکھئے نبی ﷺ سے سوال ہوتا ہے ''إسکاتک بین التکبیر وبین القرأة ماتقول قال اقول اللّٰھم باعد ......''(۱) یعنی حضور ﷺ سے حضرت ابو ہریرہؓ پوچھتے ہیں کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ تو فرمائیے کہ آپ جو تکبیر اولیٰ کے بعد سورۂ فاتحہ سے پہلے چپ رہتے ہیں اس وقت کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللّٰھم باعد آخر تک، پس ثابت ہوا کہ چپ رہنا دل میں پڑھنے کے خلاف نہیں، انصات کے معنیٰ ہیں بلند نہ پڑھنا، (۲) ہاں یہ علمی بات بھی ذہن میں رکھئے کہ ہمارے بھائیوں کا دعویٰ تو عام ہے اور دلیل خاص ہے، پس دلیل مطابق دعویٰ نہیں اور اسی طرح لفظ اذا جو اس آیت میں ہے وہ مفید تکرار نہیں، ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس آیت کے حکم میں سے بہت سی صورتیں اور بھی مخصوص ہیں اگر یقین نہ ہو تو فرمائیے کہ ایک شخص مسجد میں ایک جگہ نماز پڑھ رہا ہے تو کیا دوسرا شخص چپکے چپکے قرآن پڑھ سکتا ہے، ایک شخص بیٹھا ہوا چپکے چپکے قرآن پڑھ رہا ہے تو کیا دوسرا اس کے پاس

---

(۱) بخاری ج ۱ صـ ۱۰۳ باب مایقرأ بعد التکبیر / مسلم ج ۱ صـ ۲۱۹

(۲) علامہ سید مرتضی حسینی زبیدی حنفی تاج العروس شرح قاموس میں نصت کے مادہ میں لکھتے ہیں '' وفی التنزیل واذ قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال ثعلب معناه اذا قرء الامام فاستمعوا اله قرأته ولاتکلموا .(تاج العروس)

علامہ عینی عمدة القاری ج ۱۰ صـ ۵۴ میں لکھتے ہیں ''الانصات هو السکوت مع الاصغاء . امام رازی تفسیر کبیر میں آیت واحلل عقدة من لسانی کے تحت لکھتے ہیں الانصات سکوت مع استماع . امام بیهقی کتاب القرأة میں لکھتے ہیں ''لامعنیٰ لقول من زعم ان الانصات فی اللغة هو السکوت وانه فی عرف الشریعة لایطلق الا علی السکوت وترک النطق اصلاً فقد وردت اخبار صحیحة فی اطلاق اسم الانصات والسکات علی ترک الجهر دون الاخفاء وعلی ترک کلام الناس دون الذکر فی النفس . یعنی جس نے یہ خیال کیا ہے کہ انصات کے معنی لغت میں سکوت کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں انصات کا اطلاق صرف ترک نطق پر آتا ہے سو اس کا یہ خیال صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ احادیث صحیحہ میں انصات اور سکوت کا اطلاق ترک جہر اور ترک کلام الناس پر آیا ہے۔

کھڑے ہو کر اپنی نماز ادا کرسکتا ہے؟ ایک ہی مسجد میں کئی شخص الگ الگ سنتیں یا نوافل پڑھ رہے ہیں تو کیا یہ منع ہے کیوں کہ قرآن ایک پڑھ رہا ہے دوسرے کا سننا اور چپ رہنا بقول آپ کے گونگا بن جانا واجب ہے، پھر یہ روزمرہ آپ کی تمام مسجدوں میں ہر وقت یہ حرام فعل کیوں ہوتا ہے؟ ایک بچہ مکتب میں قرآن پڑھ رہا ہے چاہئے کہ جب تک وہ ختم نہ کردے استاد اور سب بچے گونگے ہو جایا کریں، حالاں کہ آپ حضرات یہ نہیں کرتے، پس جس طرح ان تمام صورتوں میں اور اسی جیسی اور بیسیوں صورتوں میں آپ حضرات دوسری قرأت کو جائز کہتے ہیں، پھر فرمان رسول اللہ ﷺ کا احترام کر کے الحمد کو مقتدی کے لئے جائز کیوں نہیں کہتے؟ اگر سچ مچ الحمد کا امام کے پیچھے پڑھنا اس آیت سے منع ہے تو مقتدی کو قرأت پڑھتے ہوئے امام کے پیچھے آ کر ملنے سے اللہ اکبر کا کہنا بھی منع ہوا، پھر اسے جائز کیوں کہتے ہو؟

حنفی مذہب کی دوسری دلیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والی حدیث کے دس جوابات

راجکوٹی مصنف نے الحمد شریف نہ پڑھنے کی دوسری دلیل یہ دی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز کو آئے اور حضور ﷺ اس وقت رکوع میں تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہیں رکوع کیا ''اور کچھ نہ پڑھا بسبب جلدی کے'' جواباً گذارش ہے کہ خدا جانے ہمارے حنفی بھائیوں کی دیانتداری حدیث کے نقل کرنے میں کہاں چلی جاتی ہے؟ مولوی صاحب بخاری شریف کا آپ نے حوالہ دیا ہے میں تو آپ سے کھلے الفاظ میں کہتا ہوں کہ اگر اس حدیث میں آپ یہ لفظ دکھا دیں جو آپ نے نقل کئے ہیں کہ ''اور کچھ نہ پڑھا بہ سبب جلدی کے'' تو اور تو کیا میں آپ کو ایک سو روپیہ انعام

دوں گا۔(۱) مولوی صاحب اللہ کے رسول ﷺ کے کلام میں زیادتی کرنے والا یعنی آپ پردہ کہنے والا جو آپ نے نہ فرمایا ہو قطعاً جہنمی ہے.(۲) کیا اس وعید کا ڈر آپ کو نہیں؟ اگر بالفرض کسی شخص نے آپ کے اس رسالہ کو دیکھ کر الحمد کی دشمنی اختیار کر لی تو آپ کو کیا لڈو مل جائیں گے جو اس طرح نبی ﷺ پر بہتان باندھ کر جہنم پر دلیری کریں؟ غرض یہ جملہ حدیث میں نہیں مولوی صاحب کی اپنی زیادتی ہے، یہ الفاظ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں مصنف عبداللہ صاحب کے ہیں۔زاں بعد یہ بھی واضح رہے کہ مولوی صاحب نے ابوبکر لکھا ہے یہ بھی آپ کی ناواقفیت کی بنا پر ہے ابوبکر اور ہیں یہ ابوبکرہ ہیں (۳) افسوس آپ کو یہ بھی تمیز نہیں" ناظرین یہ نہ خیال فرمائیں کہ ابوبکرہ کی "ہ" کاتب کی غلطی سے چھوٹ گئی ہے، نہیں آٹھ جگہ اس رسالہ میں حضرت ابوبکرہ کا نام لکھا ہے اور ہر جگہ صرف ابوبکر ہی لکھا ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ مصنف کے نزدیک یہ واقعہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے حالاں کہ ویسا نہیں، اب اس کی اصل حقیقت اور صحیح مطلب سنئے!

---

(۱) بخاری شریف میں یہ روایت اس طرح ہے "عن ابی بکرة انه انتهى الى النبى ﷺ وهو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فذكر ذلك للنبى ﷺ فقال زادك الله حرصاً ولاتعد" (بخاری ج ۱ ص: ۱۰۸ باب اذا ركع دون الصف) علاوہ ازیں یہ روایت مسند احمد ج۸ صـ ۴۲ / ابوداؤد صـ ۹۹ باب الرجل يركع دون الصف /نسائی ج ۱ صـ ۱۰۰ باب الركوع دون الصف / السنن الكبرى للبيهقى ج۲ صـ ۹۰ اور ابن حبان میں بھی ہے۔

راجکوٹی مصنف نے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ الفاظ دکھانے والے کو اب بھی یہ انعام دفتر اہل حدیث اکیڈمی مئو سے اضافہ کے ساتھ مل سکتا ہے۔

(۲) حدیث میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں "من يقل علىّ مالم اقل فليتبوأ مقعده من النار من كذب علىّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" لاتكذبوا علىّ فانه من كذب علىّ فليلج النار" من تعمد علىّ كذباً فليتبوأ مقعده من النار" من كذب على فليتبوأ مقعده من النار" (بخاری ج ۱ صـ ۲۱ باب اثم من كذب على النبى ﷺ / بخاری ج۲ باب من سمى باسماء الانبياء

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن عثمان ابی قحافہ ابن عامر ہے اور ابوبکرہ کا نام نفیع بن حارث ہے، یہ حارث بن کلدہ کے غلام تھے بعد میں آزاد ہوئے ہیں۔

علمی قاعدے کے مطابق عدم ذکر عدم شی کو مستلزم نہیں یعنی کسی چیز کا بیان نہ ہونا ثابت نہیں کرتا کہ یہ چیز فی الواقع ہے ہی نہیں، پس قرأت کا ذکر نہ ہونا اس بات کو لازم نہیں کہ دراصل قرأت پڑھی ہی نہیں، ہاں اے علامہ راجکوٹ! ذرا یہ تو فرمایئے کہ اس حدیث میں تو یہ بھی نہیں کہ حضرت ابو بکرہ نے اللہ اکبر کہا ہو، تو کیا آپ کے نزدیک امام کے پیچھے آکر جو نماز میں شامل ہوا سے اللہ اکبر بھی نہ کہنا چاہے؟ اگر کہنا چاہئے، اور ضرور کہنا چاہئے تو پھر اس حدیث کا جواب آپ کیا دیں گے؟ جو جواب آپ کا اللہ اکبر کہنے کا ہو وہی جواب ہمارا الحمد پڑھنے کا ہے، ہاں یہ بھی ارشاد ہو کہ قیام آپ کے نزدیک بھی فرض ہے اور حضرت ابو بکرہ آکر رکوع میں ملتے ہیں تو کیا قیام کی فرضیت باقی رہی؟ اگر باوجود قیام نہ پانے کے اور رکعت شمار کر لینے کے قیام کی فرضیت اپنی جگہ باقی رہی تو الحمد کی فرضیت بھی اپنی جگہ باقی ہے۔

اور سنیئے! اس حدیث میں یہ بھی نہیں کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے اس میں رکوع سجدہ کی تسبیحیں اور التحیات درود دعا بھی پڑھی تو پھر جناب کے نزدیک ان تمام چیزوں کا پڑھنا بھی ممنوع ہے؟ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ آپ کو تو صرف الحمد سے عداوت ہے اور اس کا پڑھنا برا لگتا ہے۔ علاوہ ان تمام باتوں کے جناب نے حدیث کے آخر میں جو جملہ تھا خدا جانے انسے کیوں چھوڑ دیا اس میں تو یہ فرمان موجود ہے ولا تعد (۱) یعنی ایسا نہ کرو۔ مولوی صاحب نے حدیث کا یہ جملہ نقل ہی نہیں کیا بلکہ اس کے بدلے اپنی طرف سے یہ جملہ بنا کر لکھ دیا اور کچھ نہ پڑھا۔ یہ ہیں وہ دیانتداریاں جو صرف مذہب کی پاسداری اور امتیوں کی طرفداری میں کی جارہی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی خیال میں رہے کہ الحمد کی حدیث میں سے یہ صورت مخصوص ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ قیام کی فرضیت بعض صورتوں میں مخصوص ہو جاتی ہے، ایسے ہی یہاں بھی سمجھنا چاہئے کہ یہ صورت مخصص ہے اس عموم کی، پھر اسی حدیث کے بعض

(۱) ملاحظہ ہو بخاری ج ۱ صـ ۱۰۸ باب اذا رکع دون الصف

طرق میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں و اقـض ما سبق (۱) یعنی فوت شدہ کو پورا کرلو، غرض اس حدیث کا بھی مقتدی کے الحمد نہ پڑھنے کے بارے میں پیش کرنا سراسر دھینگا مشتی ہے، تعجب تو یہ ہے کہ یہ حضرات منھ پھیر کر ایسا بول بول دیتے ہیں جس کے لئے بعد میں بغلیں جھانکنی پڑتی ہیں، لکھتے ہیں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت کے ہو جانے پر اجماع ہے سب کا اتفاق ہے حالانکہ محض غلط ہے امام بخاری رحمہ اللہ جیسے محدثین نے تو اس میں خلاف کیا ہے اور زبردست جماعت اس کے خلاف ہے اس مسئلہ میں علماء امت کے دو گروہ ہیں ایک وہ جو رکوع میں ملنے کو رکعت شمار کرتا ہے دوسرا وہ جو شمار نہیں کرتا (۲) ان کے مذہب پر تو یہ حدیث کوئی اثر نہیں ڈال سکتی جو شمار کرتے ہیں ان کی طرف سے بھی یہ اصولی جواب کافی ہیں جو وارد کئے گئے زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہ صورت مخصوص ہو جائے گی، الحمد کے عموم سے، یہ یاد رہے کہ جس طرح پہلی دلیل میں الحمد کا نام تک نہ تھا اسی طرح اس دوسری دلیل میں بھی نام تک نہیں۔

---

(۱) یہ لفظ طبرانی کی روایت میں ہے بحوالہ مرعاۃ المفاتیح ج ۴ ص: ۳۳

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ، اہل ظاہر، ابن خزیمہ، ابو بکر الضبعی، امام بخاری اس بات کے قائل ہیں کہ جب قیام اور قرأت فاتحہ الکتاب فوت ہو گیا تو رکعت شمار نہ ہوگی اگر چہ امام کے ساتھ رکوع مل گئی ہو اور حافظ ابن حجر کے بقول شافعیہ کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے لہذا مدرک رکوع کے مدرک رکعت ہونے پر اجماع کا دعویٰ غلط ہے،

جو لوگ مدرک رکوع کے مدرک رکعت ہونے کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے ”من ادرک رکعة من الصلوٰة فقد ادرکها قبل ان یقیم الامام صلبه“ (بیہقی ج ۲ ص: ۸۹، دارقطنی ج ۱ ص: ۳۴۷

لیکن اس روایت کے ایک راوی یحییٰ بن حمید مجہول الحال ہیں اور ایک راوی قرۃ بن عبدالرحمٰن متکلم فیہ ہیں، لہذا یہ روایت نا قابل استدلال ہے۔ واللہ اعلم۔

حنفی مذہب کی تیسری دلیل حدیث و اذاقرأ کے دس جوابات

راجکوٹی رسالے میں تیسری دلیل الحمد نہ پڑھنے کی یہ لکھی ہوئی ہے کہ اذا قرأ فأنصتوا (۱) یعنی جب امام پڑھے تو تم چپ رہو اس کا جواب سنئے۔ اول تو یہ جملہ اس حدیث میں ہونا ثابت نہیں، خود حنفی مذہب کی مثل قرآن کتاب ہدایہ کی تخریج زیلعی میں ہے" قد أجمع الحفاظ علیٰ خطاء هذه اللفظة فی الحدیث "(۲) یعنی حافظ محدثین کا اجماع ہے کہ اس حدیث میں یہ جملہ نری خطا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث کا حوالہ صحیح مسلم کا دینا بھی نری خیانت ہے (۳) نہ تو امام مسلم نے یہ وارد کی ہے نہ اس صفحہ میں جس کا حوالہ راجکوٹی رسالہ میں ہے نہ ساری

---

(۱) نسائی ج ۱ صـ ۱۰۷ کتاب الصلوٰۃ تاویل قوله عزوجل و اذا قرئ القرآن

(۲) نصب الرایه ج ۲ صـ ۱۷

(۳) یہ جملہ صحیح مسلم میں نہیں ہے بلکہ حدیث کی درج ذیل کتب میں ہے نسائی ج ۱ صـ ۱۰۷ / ابوداؤد ج ۱ صـ ۸۹ باب الامام یصلی من قعود / طحاوی ج ۱ صـ ۱۵۹ / ابن ماجه ج ۱ صـ ۲۷۶ باب اذا قرأ الامام فانصتوا الفاظ یہ ہیں قال رسول الله ﷺ انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبرو و اذا قرأ فانصتوا و اذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد۔ لیکن حدیث میں اس ٹکڑے کی زیادتی غیر محفوظ ہے امام بیہقی المعرفۃ میں لکھتے ہیں "قد اجمع الحفاظ علیٰ خطأ هذه اللفظة فی الحدیث. ابوداؤد، وابی حاتم وابن معین والحاکم والدارقطنی وقالوا انها لیست بمحفوظة (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حاشیه نسائی ج ۲ صـ ۱۰۷ / نصب الرایه ج ۲ صـ ۱۷)

علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں "قوله وانصتوا لیس بمحفوظ لم یجیٔ به الاسلیمان التیمی هذا الحدیث انتهی. واخرج ایضا فی باب الامام یصلی قاعداً من طریق ابی خالد عن ابن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی هریرة مرفوعاً انماجعل الامام لیوتم به فاذکبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا الحدیث وقال هذه الزیادة واذاقرأ فانصتوا الوهم عند نا من ابی خالد (امام الکلام صـ ۲۷)

کتاب میں کسی جگہ، امام مسلم کا حوالہ دینا کس قدر خیانت ہے؟ امام مسلم نے تو اپنی کتاب صحیح مسلم میں ایک سوال اور اس کا جواب نقل کیا ہے لیکن ساری مسلم شریف میں یہ حدیث جس کی نسبت انہوں نے کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک صحیح ہے مع سند وارد کرنے کے قابل نہیں سمجھی یہ کم فہمی ہے کہ صاحب کتاب اتنا نہیں سمجھ سکے کہ بروایت قتادہ جس زیادتی کو امام مسلم نے نقل کیا ہے وہ سند اور ہے (۱) ملاحظہ ہو مسلم، جلد ا ص ۱۷۴ ۔اور جس حدیث کو صحیح کہا ہے وہ حدیث اور ہے نقل جس حدیث کو کیا ہے اس کی نسبت نہیں فرمایا کہ یہ میرے نزدیک صحیح ہے اور جس حدیث کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ میرے نزدیک صحیح ہے اسے نقل نہیں کی ہے، لیکن افسوس یا تو ناسمجھی سے یا بددیانتی سے دونوں کو ایک کیا جاتا ہے اور الحمد کی دشمنی کے لئے ایک ہتھیار اسے بھی بنایا جاتا ہے ۔راجکوٹی مصنف تو خیر اور بڑے بڑے حنفی مولوی صاحب بھی یہی کیا کرتے ہیں اور حقیقت پر پردہ ڈال رہے ہیں، خود صحیح مسلم میں امام مسلم کے اسی قول کے آگے یہ بھی موجود ہے کہ میری اس کتاب میں اس حدیث کو میں نہیں لایا جسے تمام محدث صحیح نہ مانتے ہوں (۲) پس یہ حدیث وہ ہے جسے محدثین نے صحیح ماننے میں اتفاق نہیں کیا۔ (۳) علاوہ ازیں حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ جب امام پڑھے نہ قرآن پڑھنے کی قید ہے نہ غیر قرآن کی، نہ بلند آواز کا ذکر ہے نہ پست آواز کا، پس اس حدیث کو پیش کرنے والوں کو چاہئے کہ ثناء اور رکوع وسجود کی تسبیحیں التحیات وغیرہ بھی چوں کہ امام پڑھتا ہے اس لئے یہ خاموش رہیں اور نہ پڑھیں اور اگر انہیں پڑھیں گے تو پھر دوسروں کو الحمد سے روکنے کا کیا اختیار ہے؟ اذا قرء کے معنیٰ ہیں جب پڑھے، ظاہر ہے امام التحیات بھی پڑھتا ہے ثناء، تسبیح وغیرہ بھی پڑھتا ہے پس مقتدی کو اسے بھی نہ

---

(۱) امام مسلم نے اپنی صحیح میں جس روایت کو نقل کیا ہے وہ اس طرح ہے "انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد ...... (مسلم ج ۱ صـ ۱۷۷ باب ائتمام الماموم بالامام)

(۲) ملاحظه هو مسلم ج ۱ صـ ۱۷۴ (۳) ایضاً

پڑھنا چاہئے قرأت کے معنی عربی میں مطلق پڑھنے کے ہیں صرف قرآن پڑھنے کے نہیں، قرآن کے سوا بھی جو پڑھیں گے وہ سب قرأت میں داخل ہے، مجھے رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ مصنف صاحب راج کوٹی اپنے قلم کو غیر حق سے کیوں نہیں بچاتے ؟ یہاں بھی بیہودہ جرأت کر کے صاف جھوٹ آپ نے لکھا ہے کہ امام مسلم نے اس جگہ لکھا ہے ''اور اس کے حدیث ہونے میں کوئی شک نہیں'' مولوی صاحب ذرا صحیح مسلم میں سے یہ جملہ تو نکال دو یہ کیا مصیبت ہے کہ آپ لوگ جھوٹ کو شیر مادر سمجھے ہوئے ہیں۔ناظرین! واللہ صحیح مسلم شریف میں ہرگز یہ جملہ نہیں۔ پھر انصات کے معنی مطلق نہ پڑھنے کے نہیں بلکہ آہستہ اس کے خلاف نہیں جیسے کہ پہلی دلیل کے جواب میں بیان ہوا۔مولوی صاحب لکھتے ہیں کسی نے اس حدیث پر جرح نہیں کی جناب! یہ جناب کی ناواقفیت ہے۔ سنئے اس پر امام مسلم سے بھی بڑھ کر مرتبہ والے محدثین کی جرح ہے امام بخاریؒ، امام ابوداؤد، امام ابوحاتمؒ، امام علی بن عمر، حافظ امام محمد ذہلی امام ابوعلی نیشاپوری، امام یحیٰی بن معین، امام حاکمؒ، امام دارقطنی، امام ابن خزیمہ وغیرہ زبردست محدثین اس زیادتی کو غیر محفوظ بتلاتے ہیں۔(۱) پھر آپ کا یہ فرمان کہ کسی محدث نے اس پر جرح نہیں کی سب نے تسلیم کرلیا یہ کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے؟ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابوھریرہؓ ہیں اور وہ خود فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ (۲)۔پس معلوم ہوا کہ

---

(۱) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مرعاۃ المفاتیح ج۳ صـ ۱۲۹ /نصب الرایہ للزیلعی ج۲ صـ ۱۷ ،حاشیہ نسائی ج۲ صـ ۱۰۷ ،امام الکلام لعبد الحیٔ اللکنوی صـ ۷۲.

(۲) ملاحظہ ہو ابن ماجہ ج۱ صـ ۲۷۴ / مسلم ج۱ صـ ۱۶۹ باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی رکعۃ .موطا امام مالک صـ ۲۹ / ابن ماجہ ج۱ صـ ۲۷۴ باب القرأۃ خلف الامام /ابوداؤد باب من ترک القرأۃ فی صلوتہ صـ ۱۱۹ /ابن خزیمہ ج۱ صـ ۲۴۷ باب ایجاب القرأۃ فی الصلوٰۃ بفاتحۃ الکتاب.

الفاظ یہ ہیں'' عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال من صلیٰ صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج ثلاثاً غیر تمام فقیل لابی ھریرۃ انا نکون وراء الامام فقال اقرأ بھا فی نفسک .حافظ ابوعوانہ اپنی صحیح میں لکھتے ہیں'' فقلت لابی ھریرۃ فانی اسمع قرأۃ الامام. :::::::

خود راوی حدیث صحابی رسول نے بھی اس کے معنی وہ نہیں لئے جو آج مقلدین لے رہے ہیں، ہاں یہ بھی یاد رہے کہ حنفی مذہب کا اصول ہے کہ جب راوی حدیث اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف فتویٰ دے تو پھر اس حدیث پر عمل نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ فتویٰ علامت ہے منسوخیت کی (۱) پس اس قاعدے کے ماننے والوں کا اس حدیث کو پیش کرنا اپنے اصولوں کا گلا دبوچنا اور انہیں محض بے کار ثابت کرنا ہے۔ اس حدیث کو صحیح ماننے کے بعد بھی اس کا اکثر وہی جواب ہے جو آیت قرآن کے جواب میں بجوابِ اول گذرا، ٹھیک مطلب حدیث کا اس طرح ہوسکتا ہے کہ جب امام الحمد کے سوا پڑھے تو تم چپ رہو الحمد پڑھ لیا کرو کیوں کہ دوسری حدیث میں آچکا ہے کہ بغیر اس کے نماز نہیں۔ ناظرین کرام! یہاں بھی خیال رکھیں کہ اس حدیث میں صراحت الحمد شریف کی نہیں۔ علم دوست اصحاب اس نکتے کو بھی فراموش نہ فرمائیں کہ اس حدیث میں ہر صیغۂ امر وجوب کے لئے نہیں مثلاً اس کے بعض طریق میں ہے ولا الضالین سن کر آمین کہو اور حنفیہ کے ہاں یہ حکم وجوب کے لئے نہیں پھر فانصتوا کے حکم پر اس قدر زور کیوں ہے؟

:::::::: فغمزني بيده فقال اقرأ يافارسي اوابن الفارسي في نفسک "
یعنی ابوسائب نے حضرت ابوھریرۃ سے کہا کہ میں امام کی قرأت سنتا ہوں (تو کیا اس صورت میں بھی سورہ فاتحہ پڑھوں، ابوھریرہ نے اپنے ہاتھ سے مجھے دبایا اور فرمایا اے فارسی یا ابن الفارسی اپنے دل میں پڑھ لو۔
مسند حمیدی ص ۲۸۰ حدیث نمبر ۹۷۴ میں ہے " قلت يا ابا هريرة اني اسمع قرأة الامام فقال يا فارسي اوابن الفارسي اقراها في نفسک "
امام بخاریؒ نے ابوھریرہ کے اس فتوی کو یوں نقل کیا ہے "قلت يا اباهريرة كيف اصنع اذا كنت مع الامام وهو يجهر بالقرأة قال ويلک يافارسي اقرابها نفسک " کتاب القرأة للبيهقي میں ہے "قلت انى لااستطيع ان اقرأ مع الامام قال اقرأ في نفسک " دوسری جگہ لکھتے ہیں" قلت يااباهريرة فكيف اذاجهر الامام قال اقرأ بها في نفسک "
(۱) الدرة في اظهار غش نقد الصرة میں صاحب کتاب لکھتے ہیں:
" واصل علمائنا اذاخالف الصحابي في مرويه فهو يدل على نسخه " (بحواله تحفة الاحوذي ج ۲ ص ۷۸)
علامہ عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں "عمل الراوي وفتواه على خلاف روايته عندهم من امارات النسخ " (ملاحظه هو تحقيق الكلام ج ۲ ص ۹۳)
شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ مبارکپوریؒ لکھتے ہیں "ان عمل الصحابي وفتواه على خلاف حديثه يدل على نسخه (مرعاة ج ۳ ص ۱۳۰)

حنفی مذہب کی چوتھی دلیل حدیث جابر کے دس جوابات

اس رسالہ الصراط المستقیم میں الحمد شریف نہ پڑھنے کی چوتھی دلیل مصنف صاحب نے یہ دی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جس شخص نے ایک رکعت پڑھی اس طرح کہ سورہ فاتحہ اس میں نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو''(۱) جواباً گذارش ہے کہ یہ حدیث مرفوع کے خلاف ہے بلکہ حضرت جابرؓ کا اپنا قول ہے(۲) اور آپ کے مذہب کے اصول کے مطابق جو قول صحابی حدیث

(۱) الفاظ یہ ہیں " من صلی صلوٰة لم یقرأة فیها بفاتحة الکتاب فلم یصل الاان یکون وراء الامام " (ترمذی ج ۱ ص ۷۱ باب ماجاء فی ترک القرأة خلف الامام اذا جهر بالقرأة)/ طحاوی ج ا ص ۱۵۹ من صلی صلوٰة کے بجائے رکعۃ ہے/ کتاب القرأة للبیهقی ص ۱۱۰ / دارقطنی ج ا ص ۳۲۷ باب ذکر قوله من کان له امام فقرأة الامام له قرأة''

(۲) یہ روایت موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف و منکر بھی ہے۔ دار قطنی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے" یحییٰ بن سلام ضعیف والصواب انه موقوف " یعنی یحییٰ بن سلام ضعیف ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف یعنی حضرت جابر کا قول ہے رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں ہے۔

اس روایت کو طحاوی نے شرح معانی الآثار میں مرفوعاً بیان کیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہی ہے کیونکہ اس کے صرف ایک راوی یحییٰ بن سلام نے اسے مالک سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یحییٰ بن سلام ضعیف ہیں جس کا اعتراف خود طحاوی کو بھی ہے لکھتے ہیں "من ذٰلک حدیث یحیی بن سلام عن شعبة فهو حدیث منکر لایثبته اهل العلم بالروایة لضعف یحیی بن سلام عندهم وابن ابی لیلیٰ وفساد حفظهما " یعنی محدثین کے نزدیک یحییٰ بن سلام اور ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہیں اور ان کے حافظہ میں فساد ہے اس وجہ سے ان کی حدیث منکر و ضعیف ہے۔ حافظ ابن عبدالبر بھی تمہید میں اسے حضرت جابر کا قول بتاتے ہوئے لکھتے ہیں "لم یرو هذا الحدیث احد من رواة الموطا مرفوعاً وانما هو فی الموطا موقوف علیٰ جابر من قوله وانفرد یحییٰ بن سلام برفعه عن مالک ولم یتابع علیٰ ذلک والصحیح فیه انه من قول جابر.

شرح معانی الآثار میں ہے " قال (ای اسمٰعیل بن موسیٰ) فقلت لمالک ارفعه قال فخذوا برجله ''موسی بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے مالک سے کہا کہ جابر کی حدیث ::::::

مرفوع کے خلاف ہو وہ حجت کے قابل نہیں ہوتا چنانچہ حنفی مذہب کے امام ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں" اذا لـم ینـفـه شئ اٰخر من السنة " یعنی صحابی کا قول حجت کے قابل اسی وقت ہوتا ہے جب کسی مرفوع حدیث کے خلاف نہ ہو اور یہاں چوں کہ مرفوع حدیث اس کے خلاف موجود ہے پس صحابی کا قول حجت کے قابل نہ رہا ۔اسی طرح آپ کے مذہب کے اصول کی کتاب نور الانوار میں ہے "فـی کـل مـا ثبت عنهـم مـن غـیـر خـلا ف بینهـم "(۱) یعنی صحابہ کے اقوال کے حجت ہونے نہ ہونے میں اختلاف اس وقت ہے جب کہ ان میں اس مسئلہ میں اختلاف نہ ہو یعنی جب آپس میں خود صحابہ کا اختلاف ہو تو یقیناً صحابی کے اقوال حجت نہیں رہتے اور اس مسئلہ میں صحابہ کے جم غفیر سے الحمد کا امام کے پیچھے پڑھنا منقول ہے جیسے کہ ہم ان جوابات سے فارغ ہونے کے بعد ان احادیث اور اقوال صحابہ کو نقل کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ یہاں اجمالاً صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ خود انہیں حضرت جابرؓ سے بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے پڑھ لینے کا ثبوت مروی ہے ابن ماجہ مصری جلد اول،ص:۱۴۴ میں ہے "عـن جـا بـر بـن عبـد الله قـال کـنـا نـقـرأفـی الـظهـر والـعصر خلف الاما م فی الر کعتین الا ولیین بفا تحة الکتا ب وسوزة وفـی الا خـریین بفاتحة الکتا ب " (۲) یعنی حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں،ہم ظہر،عصر میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ بھی پڑھتے اور

:::::::: کو میں مرفوعا بیان کروں تو مالک نے کہا پکڑو اس کی ٹانگ(شرح معانی الآثار ج ۱ صـ ۱۵۹)
امام الکلام میں ہے "قـد اخرجه رواة الموطا عن مالک والترمذی موقوفاً علـی جـابر لامرفوعاً وقد قال الدارقطنی ان یحیی بن سلام ضعیف والصواب وقفه ذکـره الـزیلعی وقال ابن عبد البر فی الاستذکار هو حدیث لایصلح الاموقوفا علیٰ جابر علی مافی الموطا .(امام الکلام فیما یتعلق بالقرأة خلف الامام صـ ۳۳)
(۱) نورالانوار صـ ۲۲۲
(۲) ابن ماجة ج ۱ ، صـ ۲۷۵ باب القرأة خلف الامام

کوئی اور سورہ بھی پڑھتے اور پچھلی دو میں سورہ الحمد ہی پڑھتے تھے، پس خود حضرت جابر سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ثابت ہو گیا اور یہ بھی یاد رہے کہ امام سندھی مدنی حنفی مذہب کے امام اس حدیث پر لکھتے ہیں ''ھذا اسناد صحیح رجاله ثقات'' (۱) یعنی یہ اسناد صحیح ہے اور اس کے کل راوی ثقہ ہیں، یہ حدیث حنفیوں کے سراسر مخالف ہے ان کا دعویٰ ہے کہ ظہر و عصر میں بھی مقتدی کو الحمد نہ پڑھنی چاہئے، جناب مولوی صاحب! ذرا یہ تو فرمایئے کہ حضرت جابر والی حدیث کو آپ بھی مانیں گے یا اپنے خصم سے منوانے کی کوشش کریں گے؟ سنئے جناب! میرا دعویٰ ہے کہ اس حدیث کو آپ ہرگز ہرگز نہ مانیں گے کیوں کہ اس حدیث سے کم از کم یہ تو ضرور ثابت ہو رہا ہے کہ جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور کسی رکعت میں الحمد نہ پڑھے تو وہ نماز اس کی نہ ہوگی۔ لیکن حنفی مذہب جسے الحمد سے دشمنی ہے وہ فتویٰ دیتا ہے کہ پھر بھی ہو جاتی ہے، آپ کے مذہب کی مثل قرآن کتاب ہدایہ شریف میں ہے'' فقراءة الفاتحة لاتتعین رکنا عندنا'' ص:۸۷ (۲) یعنی سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہمارے نزدیک بطور رکن کے مقرر نہیں یعنی حنفیہ کے نزدیک نماز بغیر سورہ فاتحہ پڑھے بھی ہو جائے گی، یہ تو ہے حنفی مذہب اور وہ ہے حضرت جابر کا فرمان کہ نہ ہوگی، پس پہلے آپ اسے مانئے پھر ہم سے منوانے کے لئے تشریف لایئے۔ بلکہ حنفی مذہب نے تو یہاں تک غضب ڈھایا ہے کہ اگر پچھلی دو رکعتوں میں امام بھی اور مقتدی بھی دونوں کچھ بھی نہ پڑھیں جب بھی نماز ہو جائے گی۔ (۳) پس پہلے آپ اس قول جابر کو مانیں اور اپنے مذہب کو چھوڑ دیں مگر آپ کبھی نہیں مان سکتے کیوں کہ مذہب منع کرتا ہے اور جس مذہب کی پابندی نے قرآن و حدیث پر سے عمل چھڑا رکھا ہے وہ یہ توفیق کہاں دے کہ کسی صحابی کی بات جو

---

(۱) ابن ماجة حاشيه سندهي ج ا صـ ۲۷۸

(۲) هدايه ج ا صـ ۱۰۴ باب صفة الصلوٰة

(۳) ملاحظه هو التعليقات السنية على الفوائد البهية صـ ۵/ التعليق الممجد على موطا محمد صـ ۱۰۰

خلاف مذہب ہوا سے تسلیم کرلیں؟ یہ تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے کہ ایک ہی حدیث کے ایک ٹکڑے کو جو ان کے مذہب کے مطابق ہو لے لیں گے اور دوسرے حصہ کو گو وہ بھی اسی کے ساتھ ہو چھوڑ دیں گے۔ چوتھائی سر کے مسح کے لئے ناصیہ والی حدیث لے لی اور اسی میں عمامہ پر مسح کرنا ہے اسے چھوڑ دیا (۱) تکبیر کے لفظوں کو دوبارہ کہنا لے لیا اور اسی حدیث میں اذان میں شہادت کے کلمات کو دو دو مرتبہ ذرا آہستہ اور دو مرتبہ ذرا بلند آواز سے کہنا ہے اسے چھوڑ دیا (۲) اسی طرح یہاں کیا کہ مقتدی کے الحمد نہ پڑھنے کو تو لے لیا اور امام اور منفرد یعنی تنہا نمازی پر الحمد کی فرضیت جو ثابت ہو رہی ہے اسے چھوڑ دیا اسی کو قرآن نے فرمایا ہے" افتؤ منو ن ببعض الکتا ب وتکفـرون ببعض " (۳) غرض حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت اول تو مرفوع نہیں دوسرے اس میں تصریح نہیں، تیسرے خود حنفیہ اسے نہیں مانتے، چوتھے خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف مروی ہے، پانچویں حنفیہ اپنے اصول کے اعتبار سے مجبور ہیں کہ اس اثر کو چھوڑ دیں، چھٹے یہ کہ اس کے خلاف اور صحابہ سے بھی مروی ہے، ساتویں یہ کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ الحمد چھوڑ اس کے ساتھ دوسری سورت ملا کر مقتدی کے پڑھنے کے قائل ہیں، آٹھویں یہ کہ حدیث تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اپنی ہے اور الحمد

---

(۱) حدیث ناصیۃ یہ ہے : ان النبی ﷺ توضا فمسح بناصیته وعلی العمامة وعلی الخفین / مسلم ج ۱ صـ ۱۳۴ باب المسح علی الخفین .

حنفیہ عمامہ پر مسح کے قائل نہیں ہیں شرح وقایہ ج اص ۱۰۲ بـاب الـمسح علی الخفین میں ہے ولاعلی العمامة ۔ اور حاشیہ میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ای لایجوز المسح علی العمامة یعنی عمامہ پر مسح جائز نہیں ہے۔

(۲) ملاحظه ہو بخاری ج ۱ صـ ۸۵ کتاب الاذان ،/ مسلم ج ۱ صـ ۱۶۴ باب بدء الاذان.

هدایة ج ۱ صـ ۸۷ باب الاذان میں ہے ولاترجیع فیه یعنی اذان میں ترجیع نہیں ہے۔ حنفیہ کس طرح حدیث کے ایک ٹکڑے پر عمل کرتے ہیں اور دوسرے ٹکڑے کو خلاف مذہب پا کر رد کر دیتے ہیں اس کا حقیقی سین دیکھنے کے لئے ملاحظہ فرمائیں ، اعلام الموقعین مترجم اردو مطبوعہ مکتبـه الفهـیم مئـو ۔

(۳) البقرة ۲/ ۸۵

پڑھنے والی حدیث میں حضرت جابرؓ کے ساتھ حضور ﷺ کے کل مقتدیوں کا بیان ہے فرماتے ہیں کنا نقرأ ہم سب امام کے پیچھے پڑھتے تھے نویں بقاعدہ اصول حدیث یہ صیغہ جہاں آتا ہے حکماً موقوف بھی مرفوع ہو جاتی ہے پس حضرت جابرؓ والی حدیث ابن ماجہ کی روایت ہوئی جو سنداً بھی اعلی درجہ کی صحیح ہے حکماً مرفوع ہے یہی قابل ترجیح سمجھی جائے گی۔ دسویں ہم اس روایت پر کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ کرام کا اجماع تھا کہ وہ امام کے پیچھے الحمد پڑھا کریں۔ حضرت جابرؓ کسی کا استثناء نہیں کرتے اور عموم کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ہم سب امام کے پیچھے پڑھتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

حنفی مذہب کی پانچویں مکرر دلیل کا جواب

حنفی مولوی صاحب نے پانچویں دلیل دی ہے وہی حدیث (واذا قرأ فأنصتوا) کیوں مولوی صاحب! یہ حدیث تو آپ پہلے ہی بحوالہ صحیح مسلم پیش کر چکے تھے، پھر اب پانچویں دلیل کا عنوان لکھ کر اسی جملہ کو بروایت نسائی بیان کر دینا یہ کون سی معقولیت حنفی مذہب کو پہنچائے گا؟ خیر بہر صورت اس کا جواب نمبر۲ کے جواب میں دیکھ لیا جائے۔

حنفیہ کی چھٹی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے چوبیس جوابات

آپ نے چھٹی دلیل دی ہے کہ ابوداؤد میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ نماز ظہر سے فارغ ہو کر حضور ﷺ نے پوچھا کہ میرے ساتھ ساتھ تم میں سے کون پڑھ رہا تھا؟ ایک شخص نے کہا میں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے قرآن کی منازعت کیوں ہو رہی ہے؟ راوی کہتا ہے رک گئے قرأت پڑھنے سے ساتھ رسول اکرم ﷺ کے، پھر نہ پڑھی کسی نے، ناظرین کرام! اس روایت کی بابت عرض ہے کہ

ابوداؤد میں یہ روایت موجود ہے (۱) لیکن اس میں "ظہر" کا لفظ نہیں یہ مولوی صاحب کی دیانتداری ہے کہ آپ نے لکھ مارا کہ یہ نماز ظہر تھی، پھر مولوی صاحب نے جو یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ "پھر نہ پڑھی کسی نے" یہ الفاظ بھی کسی راوی کی روایت میں نہیں ، یہ بھی حنفی مذہب کی حمایت اور الحمد شریف کی عداوت میں ایک ہی روایت کے نقل کرنے میں دوسری دیانتداری ہے، افسوس مولوی صاحب عربی الفاظ تو نقل نہیں کرتے اور ترجمہ میں ہیر پھیر کرتے ہیں، اب اس روایت کے صحیح الفاظ اور صحیح مطلب سنئے آخری جملہ یعنی رک گئے قرأت پڑھنے کے ساتھ رسول کریم کے" یہ حدیث کا جملہ نہیں بلکہ راوی کا قول ہے، یہ قول زہری کا ہے (۲) آنحضرت ﷺ کا فرمان نہیں خود مصنف

(۱) یہ روایت ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے الفاظ یہ ہیں: عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ انصرف من صلوة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معي احد منكم انفاً فقال رجل نعم يارسول الله ﷺ قال انی اقول مالي انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه النبي ﷺ بالقراءة من الصلوات حين سمعوا ذلک من رسول الله ﷺ. ابو داود ص ۱۲۰ باب من رأى القرأة اذا لم يجهر /ترمذی ج ۱ ص ۷۱ باب ماجاء في ترک القرأة خلف الامام اذا جهر بالقرأة فيما جهر به / نسائی ج ۱ ص ۱۰۶ ترک القرأة خلف الامام / بيهقی ج ۲ ص ۱۵۷، ۱۵۹ /موطاامام مالک ص ۲۹ / موطاامام محمد ص ۹۵ باب القراءة في الصلوة خلف الامام /طحاوی ج ۱ ص ۱۵۸ باب القراءة خلف الامام .ابن ماجه ج ۱ ص ۲۷۷ باب اذا قرأ الامام فانصتوا

(۲) ابوداود ہی میں موجود ہے کہ فانتهى الناس سے لے کر آخر تک زہری کا قول ہے ترمذی نے اس کو بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ابوداود ص ۱۲۰، و ترمذی ج ۱ ص ۷۱

زہری کی عادت تھی کہ وہ اپنا قول حدیث مرفوع میں ملا دیا کرتے تھے۔ امام طحاوی لکھتے ہیں انه (ای الزهری) كان يخلط كلامه بالحديث ولذلک قال له موسى بن عقبة افصل كلام رسول الله من كلامک ۔ زہری اپنے کلام کو حدیث نبوی کے ساتھ ملا دیا کرتے تھے اسی وجہ سے موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے کہا کہ اپنے کلام کو رسول اللہ ﷺ کے کلام سے جدا اور الگ کریں ۔ حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں وقوله فانتهى الناس الى آخره مدرج في الخبر من كلام الزهري بينه الخطيب واتفق عليه البخاري في التاريخ وابو داود ويعقوب بن سفيان والذهبي والخطابي وغيرهم .تلخيص الحبير ص ۸۷

::::::::

صاحب کو بھی یہ مسلم ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں ''کہا راوی نے'' اور ابوداؤد میں بھی صراحتاً موجود ہے کہ یہ زہری کا قول ہے اور زہریؒ تابعی ہیں اور اصولاً تابعی کا قول حجت نہیں ہوتا پھر اس سے حنفیت کو کیا فائدہ؟ پھر یہاں بھی مولوی صاحب نے چوری سے کام لیا ہے حضرت ابوہریرہؓ والی حدیث میں اس جملے کے بعد ہی یہ لفظ بھی ہیں فیما جهر فيه النبی ﷺ بالقراءة من الصلاة حين سمعوا ذلک من رسول الله ﷺ یعنی حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر قرأت سے رک جانا ان نمازوں میں تھا جن میں بلند آواز سے حضور ﷺ قرأت پڑھتے تھے، چونکہ یہ جملہ مولوی صاحب کے خلاف تھا یعنی اس سے معلوم ہوتا تھا کہ صرف ان نمازوں میں قرأت نہیں پڑھتے تھے جن میں اونچی آواز سے قرأت پڑھی جائے، لیکن جن میں آہستہ قرأت پڑھی جاتی ہے ان میں پڑھ لیا کرتے تھے اور حنفی مذہب تو سرے سے منع ہی کرتا ہے کہ اونچی آواز والی نماز میں اور پست آواز والی نماز میں مقتدی پڑھے ہی نہیں، پس یہ حدیث چونکہ مذہب حنفی کے خلاف تھی اس لئے مولوی صاحب نے یہ جملہ ہی نقل نہیں کیا، خود اسی حدیث میں یہ بھی لفظ موجود ہیں کہ انصرف من صلوٰة جهر فيها بالقراءة کہ یعنی آپ اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں قرأت اونچی آواز سے پڑھی تھی۔ اسی باب میں اسی کتاب ابوداؤد میں اسی حدیث میں اور طریق سے انہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی

::::::: امام بخاری، ابوداود، امام ذہلی، ترمذی، ابن حبان، خطیب، یعقوب بن سفیان، خطابی بیہقی کے نزدیک یہ زہری تابعی کا قول ہے۔ ملا علی قاری نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور زہری کے قول ہونے کی ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ زہری کے بعض حفاظ تلامذہ لیث بن سعد اور ابن جریج وغیرہ نے اس حدیث کو زہری سے مالی انازع القرآن تک ہی روایت کیا ہے اور فانتهى الناس سے آخر تک کا ذکر نہیں کیا ہے ساتھ ہی یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ زہری کی مرسل روایتیں محدثین کے نزدیک بالکل ضعیف و ناقابل اعتبار ہیں۔ ابن ابی حاتم نے کتاب المراسیل میں اور علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں زہری کی اس روایت کو کوئی چیز نہیں سمجھا ہے اور ابن ابی حاتم نے تو اسے ہوا کا درجہ دیا ہے لکھا ہے هو بمنزلة الريح یحییٰ بن سعید کہتے ہیں مرسل الزهری شر من مرسل غيره.

ہے کہ " نظن انها الصبح"(۱) یعنی ہمارا خیال ہے کہ صبح کی نماز تھی، پس ہمارا مذہب بھی اس حدیث کے مطابق یہی ہے کہ جب امام بلند آواز سے قرأت پڑھے۔ تو مقتدی الحمد کے سوا اور کچھ نہ پڑھے، کیوں کہ اسی معنی کی جو حدیث حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے اس میں یہ لفظ موجود ہے "لاتفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لاصلوٰة لمن لم يقرأ بها"(۲) کہ سوائے سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی، اسی طرح اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا مجھ سے منازعت چھینا جھپٹی کشا کشی ہو رہی تھی اور یہ اس وقت ہو سکتی ہے جب پیچھے والا بھی باآواز بلند پڑھے ورنہ منازعت کا تحقق ہی نہیں ہو سکتا، پس یہ حدیث بلند آواز سے پڑھنے کی ممانعت کر رہی ہے نہ کہ پست آواز سے، اسی طرح یہ بھی واضح رہے کہ جس اور روایت میں ظہر کی نماز کا ذکر ہے جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ اس شخص نے سورہ سبح اسم الخ پڑھی تھی (۳) اور ظاہر ہے جب راوی نے اس کا سورت کا پڑھنا سنا تبھی نقل کیا، پس اونچی آواز کی قرأت موجب منازعت ہوئی نہ کہ پست آواز کی، بلکہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ اس نے اس قدر بلند آواز سے یہ سورت پڑھی کہ خود حضرت ﷺ نے بھی سنی تھی چنانچہ آپ نے پوچھا ایکم قرأ خلفي سبح اسم الخ (۴) یعنی تم میں سے میرے پیچھے سورہ سبح اسم کون پڑھ رہا تھا؟ ہاں جناب مولوی صاحب یہ تو فرمایئے کہ اس حدیث میں بھی کس لفظ سے صراحت نکلی کہ مقتدی

---

(۱) ملاحظہ ہو ابو داؤد صـ ۱۲۰ باب من رای القرأة اذا لم يجهر

(۲) ابو داؤد صـ ۱۱۹ باب من ترک القرأة فی صلوٰته

(۳) وہ روایت یہ ہے "عن عمران بن حصين ان النبي ﷺ صلى الظهر فجاء رجل فقرأ خلفه بسبح اسم ربك الاعلىٰ فلما فرغ قال ايكم قرأ قالوا رجل قال قد عرفت ان بعضكم خالجنيها (ابو داؤد صـ ۱۲۰ باب من رأى القرأة اذالم يجهر / نسائی ج ۱ صـ ۱۰۶ ترک القرأة خلف الامام فيمالم يجهر فيه)

(۴) ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج ۱ صـ ۱۷۲

امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھے دوسری سورت کا پڑھنا معرض بحث میں نہیں، اونچی آواز سے پڑھنے میں بھی بحث نہیں، الحمد کے سوا کے بارے میں بھی نزاع نہیں، پس جو چیز زیر بحث ہے اس پر آپ نے کوئی دلیل پیش نہیں کی علاوہ ازیں یہ حدیث بھی ضعیف ہے، ابن اکیمہ جو اس کے راوی ہیں وہ مجہول ہیں دیکھئے حنفی مذہب کے امام ملا علی قاری کی کتاب مرقاۃ۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی خیال میں رہے کہ یہی روایت جزء القرا بخاری میں ہے جس میں یہ لفظ بھی ہے وقرءُ وا فی انفسھم سرا،(۱) یعنی لوگ آہستہ آہستہ اپنے دل میں پڑھتے رہے، پس معلوم ہوا کہ راوی کا یہ کہنا کہ لوگ قرأت سے رک گئے۔ اس سے مراد یہی ہے کہ اونچی آواز سے قرأت پڑھنے سے رک گئے خود ابوداود میں بھی انہی حضرت زہری کا یہ مقولہ بھی ہے کہ "فاتعظ المسلمون بذٰلک فلم یکونوا یقرؤن معه فی ما یجھر به" (۲) اور اسی ابوداود میں حضرت قتادہ کا یہ قول کہ " ذٰلک اذا جھر به " (۳) دونوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ مخصوص ہے نماز جہری کے ساتھ۔ چنانچہ حنفی مذہب کے امام ملا علی قاری بھی مرقاۃ میں لکھتے ہیں انھم کانوا یسرون بالقرأۃ...... (۴) کہ صحابہ پوشیدہ قرأت پڑھ لیتے تھے اور اگر قول زہری کا وہی مطلب لیا جائے جو حنفی مذہب لے رہا ہے تو زہری کا یہ قول مطابق واقعہ بھی نہیں، کیوں کہ زہری فرماتے ہیں صحابی رک گئے اور حضور ﷺ کے پیچھے قرأت ترک کر دی، حالاں کہ صحابہ کرام الحمد امام کے پیچھے پڑھا

---

(۱) جزء القرأۃ للبخاری بحوالہ مرعاۃ المفاتح ج۳ صـ ۱۶۵

(۲) ملاحظہ ھو ابوداؤد صـ ۱۲۰ باب من رأی القرأۃ اذالم یجھر

(۳) ایضاً

(۴) مرقاۃ ج ۲ صـ ۳۰۲ المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند. فانتھی الناس عن القرأۃ فیما جھر بالقرأۃ مفھومہ انھم کانوا یسرون بالقرأۃ فیما کان یخفی فیہ رسول اللہ ﷺ، امام الکلام صـ ۳۰

کرتے تھے جیسا کہ ہم نے آگے مفصل اور مدلل بیان کیا ہے، پس یہ قول واقعہ کے خلاف بھی ہے اور تو اور خود راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ ﷺ ہر نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا مقتدی کو حکم دیتے تھے ملاحظہ ہو یہی ابوداود کہ جس وقت حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا گیا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو کیا کریں، آپ نے فرمایا اقرا بھا یا فا رسي في نفسک (۱) یعنی پوشیدہ پوشیدہ اس وقت بھی الحمد پڑھ لیا کرو، مولوی صاحب کبھی آپ نے اس بات پر بھی غور کیا کہ ایک طرف تو آپ یہ فرماتے ہیں کہ آیت واذا قری القرآن سے الحمد کا پڑھنا منع ہو گیا اور یہ آیت مکہ میں اتری، پس مدینے میں اصحاب کا آپ کے پیچھے پڑھتے رہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس حدیث کے الفاظ فا نتھی الناس کی "ف" پر جناب کی نظریں ہیں؟ یہ "ف" تعقیب کے لئے آتی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ رک جانا اس واقعہ کے بعد ہوا، ادھر آپ یہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں ہی حرمت ہو چکی پس یہ دو متناقض دعوے ہی آپ کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ اور اگر آپ صحیح معنی پر محمول کرنا اور حدیثوں کو آپس میں ٹکرانا نہ چاہتے ہوں تو سنئے ٹھیک مطلب اس حدیث کا یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ الحمد کے سوا کی اور قرأت سے ان نمازوں میں رک گئے، جن میں امام باآواز بلند قرأت پڑھتا ہو اور ہاں جو جوا بات اس سے پہلے گذرے ہیں ان پر بھی دوبارہ نظر ڈال جایئے کہ قرأت کے معنی صرف الحمد کے نہیں بلکہ مطلق پڑھنے کے ہیں اور صحابی کا قول جب کہ پیروی کے قابل اس مخالفت کی صورت میں نہیں تو تابعی کا قول کیسے ہوگا؟ اصولاً جب کہ راوی کا فتوی

(۱) ملاحظہ ہو ابوداؤد صـ ۱۱۹ باب من ترک القرأۃ فی صلوتہ / مسلم ج ا صـ ۱۶۹ / مسند حمیدی ص ۲۸۰ حدیث نمبر ۹۷۴ / موطا امام محمد صـ ۹۵ / طحاوی ج ا صـ ۱۵۸ باب القرأۃ خلف الامام / موطا امام مالک صـ ۲۹ / ابن ماجۃ ج ا صـ ۲۷۴ باب القرأۃ خلف الامام / ابن خزیمۃ ج ا صـ ۲۴۷ باب ایجاب القرأۃ فی الصلوٰۃ بفاتحۃ الکتاب

اپنی روایت کے خلاف موجود ہے پس وہ روایت کیسے مانی جائے گی؟ وغیرہ۔ ہاں حنفی دوستو! یہاں تو حضرت ابوہریرہ ﷺ کی حدیث پر جھک پڑے ہو لیکن وہ موقع بھول گئے جہاں حضرت ابوہریرہ ﷺ کی حدیث سے نفرت ہے اور حنفی مذہب میں یہ اصول ہے کہ ابوہریرہ غیر فقیہ تھا اس لئے اس کی جو حدیث قیاس کے خلاف ہو وہ نہ ماننی چاہئے ملاحظہ ہو نورالانوار وغیرہ (۱) دوستو! یہ کیا بات ہے کہ ''میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھوتھو'' دراصل ان حضرات کو حدیث سے کوئی واسطہ نہیں، انہیں تو حنفی مذہب سے غرض ہے جہاں اس کے موافق مل گیا وہاں تو جھاویاں ڈال کر لے لیں گے اور جہاں مخالف دیکھا وہاں نظر ڈال کر بھی نہیں دیکھیں گے ''لینے کو مچھلی دینے کو کانٹے''

حنفیہ کی ساتویں مکرر دلیل کا جواب

ساتویں دلیل مولوی صاحب نے یہ دی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''کیا ہے واسطے میرے کہ منازعت کیا جاؤں میں قرآن میں'' (۲) یہی منازعت کا جملہ اس سے پہلی حدیث میں بھی تھا اور وہیں اس کا پورا جواب بھی گذر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مولوی صاحب کو اپنی دلیلوں کی تعداد بڑھانی تھی اس لئے اسی جملہ کو یہاں ساتواں نمبر دیدیا۔ دراصل یہ حدیث بھی جس کا حوالہ مولوی صاحب نے ابن ماجہ کا دے کر ساتویں دلیل بنائی ہے وہی حضرت ابوہریرہ ﷺ والی حدیث ہے جو چھٹی دلیل بحوالہ ابوداود بنائی تھی۔ پس یہ ایک کو دو کر کے گنتی بڑھالی، باقی خیر سلا

(۱) نورالانوار صہ ۱۸۳ مطبوعہ مکتبہ تھانوی. دیوبند.

(۲) ابوداؤد ص ۱۲۰، باب من رأى القرأة اذا لم يجهر . موطا امام مالک ص ۲۹.

آٹھویں دلیل اثر ابن مسعود ﷺ کے سات جوابات

آٹھویں دلیل آپ نے یہ دی ہے کہ ابن مسعودؓ نے کہا چپ رہو قرأت کے واسطے پس تحقیق نماز میں شغل ہے اور قریب ہے کہ کافی ہو تجھ کو قرأت کے واسطے امام (۱) اس کی بابت گذارش ہے کہ یہ بھی قول صحابی ہے مرفوع حدیث نہیں اور قول صحابی کا جواب چوتھی دلیل کے جواب میں گذر چکا ہے۔ مزید برآں یہاں بھی الحمد کا ذکر نہیں اور قرأت مطلق ہے جو شامل ہے التحیات درود، دعا سب کو، پس خود احناف کے ہاں بھی حضرت عبداللہ کا یہ فتوی معمول بہا نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ اپنی ایک امید بیان فرماتے ہیں "قریب ہے" صاف فتوی نہیں دیتے۔ یہ بھی واضح رہے کہ خود انہی حضرت عبداللہ بن مسعود سے الحمد پڑھنا امام کے پیچھے ثابت ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ان سے یہ اثر ثابت ہو بھی جائے حالاں کہ ثابت نہیں، اس کی سند صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ الحمد کے سوا کی قرأت کی مقتدی کو جہری نمازوں میں ضرورت نہیں، چنانچہ جزء القرأۃ للبخاری میں ہے "**عن ابی مریم سمعت ابن مسعود یقرأ خلف الامام**" (۲) یعنی ابن مریم فرماتے ہیں میں نے سنا ہے کہ حضرت عبداللہؓ امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے بلکہ کتاب القراءۃ میں ہے "**انہ قرأ فی العصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بام القرآن وسورۃ**" (۳) یعنی

(۱) شرح معانی الآثار المعروف بالطحاوی ج ۱ صـ ۱۶۰ باب القرأۃ خلف الامام / مؤطا امام محمد صـ ۱۰۰ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام
الفاظ یہ ہیں "عن ابن مسعود قال انصت للقرأۃ فان فی الصلوۃ شغلا وسیکفیک ذلک الامام"
(۲) جزء القرأۃ للبخاری صـ ۸
(۳) ملاحظہ ہو کتاب القرأۃ للبیہقی صـ ۶۴ بحوالہ تحقیق الکلام ج ۲ صـ ۲۱۱
کتاب القرأۃ ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں امام بیہقی لکھتے ہیں "ینھی الماموم ان یرکع اذا فرغ من قرأۃ السورۃ قبل رکوع الامام ونھاہ عن سابقۃ الامام بالقرأۃ ولم ینھہ عن القرأۃ خلف امامہ" یعنی ابن مسعودؓ سورہ پڑھ کر امام سے پہلے رکوع کرنے اور قرأت میں امام سے سبقت کرنے سے روکا ہے اور قرأۃ خلف الامام سے منع نہیں کیا ہے۔

حضرت عبداللہ ﷺ نے عصر کی نماز میں امام کے پیچھے پچھلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ دوسری سورت بھی پڑھی، پھر یہ بھی خیال رہے کہ اگر ہمارے دوست کے وارد کردہ اس اثر کو لے لیں تو ساری نماز میں مقتدی کا بالکل خاموش رہنا لازم آئے گا کیوں کہ شغل ساری نماز میں ہے وہ یہ نہیں فرماتے ہیں کہ شغل قیام میں ہے بلکہ پوری نماز میں فرماتے ہیں جس میں رکوع سجدہ، قومہ، قعدہ سب داخل ہے پس سب میں مقتدی کی نماز کو امام کی قرأت کافی ہونی چاہئے حالاں کہ خود اس کے قائل حنفیہ بھی نہیں،

راجکوٹی رسالے کی دلیلیں ختم ہوئیں (۱) اور افسوس نہ کسی ایک میں صراحت ہے نہ صحت ہے وغیرہ۔ اے جناب! آپ تو کیا آپ کے بڑوں نے بھی یہاں ہتھیار ڈال دئے ہیں، سنئے! حنفی مذہب کی فقہ کی کتاب التعلیق الممجد ص۱۰۱ میں ہے لم یرو فی حدیث مرفوع صحیح "النهی عن قرأة الفاتحة خلف الامام" یعنی کسی مرفوع صحیح حدیث میں مقتدی کو الحمد پڑھنے کی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔

---

(۱) حنفیہ نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کے سلسلے میں درج ذیل احادیث وآثار سے بھی استدلال کیا ہے، لیکن یہ احادیث وآثار غیر ثابت شدہ ہونے کی بناء پر نا قابل عمل ہیں جیسا کہ ذیل کی صراحت سے آپ کو بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ وہ احادیث وآثار اور ان کے مختصراً جوابات درج ذیل ہیں۔

۱- ● عن جابر قال قال رسول اللهﷺ من كان له امام فقرأة الامام له قرأة (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۹ / ابن ماجه ج ۱ ص ۲۷۷ باب اذا قرأ الامام فانصتوا.

حضرت جابر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت اس کے لئے قرأت ہے۔

جواب: یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے اور اس حدیث کے تمام طرق معلول اور غیر ثابت شدہ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں "واستدل من اسقطها عن الماموم مطلقاً كالحنفية بحديث من صلى خلف امام فقرأة امام له قرأة لكنه ضعيف عند الحفاظ" (فتح الباری ۲، ص ۳۰۸) جن لوگوں نے مقتدی سے قرأت خلف امام کو مطلقاً ساقط کیا ہے جیسے حنفیہ ان کا :::::::::

....

:::::::::استدلال حدیث من کان له امام سے ہے، لیکن یہ حدیث حفاظ کے نزدیک ضعیف ہے تلخیص الحبیر میں ہے ''حدیث من کان له امام فقرأة الامام له قرأة مشهور من حدیث جابر وله طرق عن جماعة من الصحابه و کلها معلولة'' تلخیص الحبیر ص: ۸۷ یعنی حدیث من کان له امام جابرؓ کے طریق سے مشہور ہے اور صحابہ کی ایک جماعت سے اس حدیث کے متعدد طرق ہیں اور سب کے سب معلول ہیں۔

اس حدیث کی سند میں جابر جعفی ہے جو حدیثوں کو گھڑ لیا کرتا تھا اس بنا پر حدیث نا قابل اعتبار ہے، جابر جعفی کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ لکھتے ہیں "مارأیت فیمن لقیت افضل من عطاء ولا لقیت فیمن لقیت اکذب من جابر الجعفی ماآتیته بشئ من رائی قط الا جاءنی فیه بحدیث " جن لوگوں سے میں نے ملاقات کی ہے ان میں عطاء سے زیادہ بہتر اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا میں نے کسی کو نہیں دیکھا، جب بھی جابر جعفی سے میں نے کوئی بات اپنی رائے سے بیان کی تو اس کے بارے میں مجھے حدیث لاکے دے دی (نصب الرایة صـ ۲۴۸۔ درایه صـ ۱۲۰ میں ہے مارأیت اکذب منه .

علامہ سندھی حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں " فی سنده جابر الجعفی کذاب " (ابن ماجہ حاشیہ سندھی ج ۱ ص ۲۸۰، اور اس کے آگے لکھتے ہیں والحدیث مخالف لمارواه الستة من حدیث عبادة . صاحب درایہ نے بھی یہی بات لکھی ہے ملاحظہ ہو درایة ج ۱ صـ ۱۲۰

۲ — ●عن الحارث عن علی قال سأل رجل النبی ﷺ أقرأ خلف الامام او انصت قال بلی انصت فانه یکفیک (بیهقی فی کتاب القرأة / دارقطنی ج ۱ صـ ۳۳۰)

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا چپ رہوں آپ نے فرمایا قرأت نہ کرو بلکہ چپ رہو کیونکہ تمہارا چپ رہنا تمہارے لئے کافی ہوگا۔

جواب: اس میں ایک راوی حارث اعور ہے جو غالی شیعہ ہے امام شعبی کہتے ہیں ''حدثنی الحارث الاعور الهمدانی و کان کذابا'' حارث اعور نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے اور وہ کذاب تھا۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں ''ان الحارث اتهم'' حارث متہم ہے۔ (مقدمہ مسلم ص: ۱۴-۱۵)

حمزہ زیات کہتے ہیں ایک بار مرہ ہمدانی نے حارث سے کوئی غلط بات سنی تو کہا ''اقعد بالباب قال فدخل مُرّة واخذ سیفه وقال واحس الحارث بالشر فذهب'' تم دروازہ پر ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر مرہ ہمدانی گھر کے اندر گئے اور تلوار لے کر باہر نکلے کہ اس کا کام تمام کر دیں مگر حارث کو کچھ اس کی بھنک لگ گئی کہ خیریت نہیں ہے چنانچہ وہاں سے بھاگ نکلا (مقدمہ صحیح مسلم ص ۱۵)

:::::::::

....

:::::::::: علاوہ ازیں اس میں ایک راوی قیس بن ربیع ہیں جو ضعیف ہیں اور آخری عمر میں "متغیر الحافظہ" ہو گئے تھے، ایک راوی غسان ہیں وہ بھی ضعیف ہیں اور ایک راوی محمد بن سالم بھی ضعیف وشبیہ المتروک ہیں، پس جس حدیث میں ایک راوی کذاب اور ایک انتہائی ضعیف وشبیہ المتروک اور ایک "متغیر الحافظہ" ہو اس کے غیر مقبول ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے، (ملاحظہ ہو دار قطنی ج ا ص: ۳۳۰)

۳- مالی أنازع القرآن اذا صلیٰ احدکم خلف الامام فلیصمت فان قرأته وصلوته له صلوٰة (کنز العمال بحواله خطیب عن عبد الله بن مسعود مرفوعاً)

کیا بات ہے کہ میں قرأت میں منازعت کیا جاتا ہوں جب کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو چاہئے کہ چپ رہے اس لئے کہ امام کی قرأت ونماز اس کے لئے قرأت ونماز ہے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی احمد بن محمد عجلانی ہیں جو مجہول ہیں، کچھ پتہ ہی نہیں کہ یہ کون ہیں اور کیسے ہیں۔

علاوہ ازیں اس حدیث میں جملہ "فان قرأته له قرأة" کا مطلب ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے اس سے یہ لازم آتا ہے "وصلوٰته له صلوٰة" کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کی نماز مقتدی کے لئے کافی ہوگی، اب اگر یہ حدیث صحیح فرض کر لی جائے تو لازم آئے گا کہ مقتدی کو اقتدا کرنے کے بعد ارکان نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ روایت نہ درایۃً صحیح ہے اور نہ روایۃً۔

امام بیہقی کتاب القرأۃ میں لکھتے ہیں "واحمد بن محمد العجلانی هذا لانعرفه ولانسمع بذکره الافی هذا الخبر ثم ان کان قوله فان قرأته له قرأة یدل علی ان صلاة الامام تقوم مقام صلوٰة الماموم ولانعلم احدا یقول ذٰلک فدل علیٰ ضعف هذا الخبر " کتاب القرأة للبیهقی صـ ۱۱۵ بحواله تحقیق الکلام)

۴-" قال النبی ﷺ من قرأ خلف الامام یملأ فی فیه جمرة " جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے گا اس کے منھ میں انگارا بھرا جائے گا۔ (نہایہ شرح ھدایہ۔امام الکلام ص ۳۳)

جواب: یہ حدیث لا پتہ اور بے اصل ہے مولانا عبدالحی صاحب امام الکلام میں اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں " لااثرله فی کتب المحدثین الثقات ولاطریق لرفعه عند الاثبات ولاعبرة بذکر صاحب النهایه وغیره من شراح الهدایة لانهم لیسوا من المحدثین (امام الکلام صـ ۳۳) ثقہ محدثین کی کتابوں میں اس کا کوئی اتہ پتہ

::::::::::

نہیں ہے اور اس کا کوئی طریق مرفوع نہیں، اور صاحب نھایہ وغیرہ شراح ہدایہ کے اس حدیث کے نقل کرنے اور ذکر کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ محدث نہیں ہیں۔

۵-عن عمران بن حصین قال کان النبی ﷺ یصلی بالناس ورجل یقرأ خلفه فلما فرغ قال من ذاالذی یخالجنی سورتهم فنهاهم عن القرأة خلف الامام (دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۶ باب ذکر قوله ﷺ من کان له امام فقرأة الامام له قرأة)

عمران بن حصین سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک آدمی آپ کے پیچھے پڑھ رہا تھا جب آپ فارغ ہوئے تو کہا کون ہے جو مجھے سورت کے بارے میں خلجان میں ڈال دیتا ہے چنانچہ آپ نے ان لوگوں کو امام کے پیچھے پڑھنے سے روک دیا۔

جواب: اس روایت کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہیں جو مدلس ہیں، اس بنا پر یہ روایت ضعیف و ناقابل استدلال ہے، اور "فنهاهم عن القرأة خلف الامام" یہ حجاج بن ارطاۃ کا وہم ہے، ان کے علاوہ کسی نے بھی اس جملے کو بیان نہیں کیا ہے۔

دارقطنی لکھتے ہیں "لم یقل هکذا غیر حجاج وخالفه اصحاب قتادة منهم شعبة وسعید وغیرهما فلم یذکروا انه نهاهم عن القرأة وحجاج لایحتج به "(دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۷)

۶-عن موسی بن عقبة ان رسول الله ﷺ وابابکر وعمر وعثمان کانوا ینهون عن القرأة خلف الامام. موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر، عمر، عثمان قرأت خلف الامام سے روکتے تھے (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص: ۱۳۹ باب القرأة خلف الامام)

ج- اس حدیث کی سند منقطع ہے، موسیٰ بن عقبہ صغار تابعین میں سے ہیں انکو خلفاء راشدین سے لقاء وسماع نہیں ہے لہذا یہ حدیث ناقابل اعتبار وضعیف ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث کے ناقابل اعتبار ہونے پر حضرت عمر کا یہ فتوی بھی دال ہے جسے دارقطنی وطحاوی نے نقل کیا ہے اور اس سے صراحۃ ثابت ہوتا ہے کہ آپ سری وجہری دونوں میں قرأت فاتحة خلف الامام کا حکم دیتے تھے۔

اس فتوی کے الفاظ یہ ہیں "عن یزید بن شریک ابوابراهیم التیمی انه قال سألت عمر بن الخطاب رضی الله عنه عن القرأة خلف الامام فقال لی اقرأ فقلت وان کنت خلفک فقال وان کنت خلفی قلت وان قرأت قال وان قرأت "۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۵۹ باب القرأة خلف الامام) دارقطنی ج ۱ ص ۳۱۷ باب وجوب قرأة الکتاب فی الصلوٰة خلف الامام)

اسی طرح حضرت علی کا قول بھی اس حدیث کے نا قابل اعتبار ہونے پر بین ثبوت ہے۔
حضرت علی کا یہ قول دار قطنی اور ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔
"عن عبیداللہ بن ابی رافع قال کان علی یقول اقرء وا فی الرکعتین الاولیین من الظھر والعصر خلف الامام بفاتحۃ الکتاب وسورۃ" (دارقطنی ج ۲ صـ ۳۲۲، باب وجوب قرأۃ ام الکتاب فی الصلوۃ وخلف الامام
ان علیاً کان یامر بالقرأۃ خلف الامام (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۳. من رخص فی القرأۃ خلف الامام)
عن عبیداللہ بن ابی رافع عن علی قال اقرأ فی صلوۃ الظھر و العصر خلف الامام بفاتحۃ الکتاب و سورۃ وھذا الاسناد من اصح الاسانید فی الدنیا (کتاب القرأۃ للبیھقی صـ ۱۳۴)
مولانا عبدالحی لکھنوی نے امام الکلام میں اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنا فیصلہ یوں صادر فرمایا ہے "وفیہ انہ یعارضہ مامر ذکرہ فی الباب الاول ان عمر ممن اجاز القرأۃ خلف الامام مع ان الظاھر علی تقدیر ثبوتہ حملہ علی ماعدا الفاتحۃ بشھادۃ الاخبار الدالۃ علی تجویز الفاتحۃ"۔
حضرت عمر کا وہ اثر جو پہلے باب میں مذکور ہو چکا ہے اور جس سے ثابت ہے کہ وہ قرأت خلف الامام کے جائز سمجھنے والے تھے اس حدیث کے معارض ہے لیکن اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو تو یہ حدیث ماعدا فاتحہ پر محمول ہوگی۔ اور اس حمل پر وہ احادیث شاہد و دلیل ہیں جو قرأت فاتحہ خلف الامام کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔
۷۔ "عن انس قال قال النبی ﷺ من قرأ خلف الامام ملئ فوہ نارا" (اخرجہ ابن حبان فی الضعفاء بحوالہ امام الکلام صـ ۱۰)
حضرت انسؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے گا اس کے منہ میں آگ بھری جائے گی۔
ج = یہ حدیث موضوع ہے اس کا واضع مامون بن احمد ہے جسے ابن حبان نے دجال اور حافظ ابونعیم نے خبیث و وضاع لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر درایہ میں لکھتے ہیں "وعن انس من قرأ خلف الامام ملئ فوہ نارا اخرجہ ابن حبان فی الضعفاء وانھم فیہ مامون بن احمد احد الکذابین. (درایہ صـ ۱۲۲) حضرت انس کی حدیث "من قرأ خلف الامام ملئ فوہ نارا" کو ابن حبان نے ضعفاء میں نقل کیا ہے، اور اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی مامون بن احمد ہے جو جھوٹا ہے۔

....

:::::::::اورامام بخاری نے جزءالقرأۃ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اس لئے کہ یا تو یہ مرسل ہے یا ضعیف ہے (بحوالہ درایہ ص۱۲۲)اس حدیث کے موضوع ہونے پر اس سے بھی زیادہ بین ثبوت خود حضرت انس کا وہ فعل ہے جسے بیہقی نے کتاب القرأۃ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

"عن ثابت عن انس کان یامر بالقرأۃ خلف الامام قال و کنت اقوم الی جنب انس فیقرأ بفاتحۃ الکتاب و سورۃ من المفصل ویسمعنا قرأتہ لنا خذ عنہ "(کتاب القرأۃ للبیھقی ص ۶۸) ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ ہم لوگوں کو قرأت خلف الامام کا حکم کرتے تھے کہتے ہیں اور میں حضرت انس کے پہلو میں کھڑا ہوتا تھا وہ سورہ فاتحہ اور مفصل سے کوئی سورہ پڑھتے تھے اور ہم کو اپنی قرأت سناتے تھے تاکہ ہم آپ سے اخذ کریں۔

فائدہ : مامون بن احمد نے بہت ساری حدیثیں وضع کی ہیں حتی کہ امام ابوحنیفہ کی منقبت میں یہ حدیث وضع کی ہے" یکون فی امتی رجل یقال لہ ابوحنیفۃ ھو سراج امتی " اور امام شافعی کی مذمت میں یہ حدیث وضع کی ہے "یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس ھو اضر علی امتی من ابلیس "

اور نماز کے سلسلے میں یہ حدیث وضع کی ہے"عن ابی ھریرۃ مرفوعاً من رفع یدیہ فی الصلوٰۃ فلاصلوٰۃ لہ " مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (میزان الاعتدال ، لسان المیزان ، کتاب الموضوعات لابن الجوزی الکشف الحثیث وغیرہ .

۸–عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کل صلوٰۃ لایقرأ فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلوٰۃ خلف الامام. (کتاتب القرأۃ للبیھقی) حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص و ناتمام ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو۔

ج – اس حدیث کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی ہیں اور یہ متروک و منکر الحدیث ہیں یحیی بن معین نے انہیں ضعیف اور متروک، امام احمد بن حنبل نے "لیس بشیء اور منکر الحدیث " امام بخاری نے فیہ نظر اور نسائی نے ضعیف کہا ہے،(ملاحظہ ھو میزان و کتاب القرأۃ للبیھقی)

۹–عن زید بن ثابت قال قال النبی ﷺ من قرأ خلف الامام فلاصلوٰۃ لہ (اخرجہ ابن حبان فی الضعفاء بحوالہ امام الکلام) زید بن ثابت سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کی نماز نہیں۔

:::::::::

ج — یہ حدیث موضوع ہے اس کا راوی احمد بن علی واضعین حدیث میں سے ہے، دار قطنی نے اسے ضعیف کہا ہے اور بتایا ہے کہ یہ حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور احمد بن علی بن سلیمان اس قابل نہیں ہے کہ اس کی حدیث کو لیا جائے۔ (ملاحظہ ہو میزان وتخریج زیلعی)

حافظ ابن حجر الدرایہ میں لکھتے ہیں "عن زید بن ثابت رفعہ من قرء خلف الامام فلا صلوٰة لہ اخرجہ ابن حبان فی الضعفاء و ابن الجوزی من طریقھم واتھم فیہ احمد بن علی بن سلیمان .(درایہ صـ ۱۲۲)

۱۰ — عن ابی سعید الخدری قال سألت رسول اللہ ﷺ عن الرجل خلف الامام لایقرأ شیئاً ایجزیہ ذلک قال نعم (کتاب القرأۃ للبیھقی صـ ۱۳۸)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جو امام کے پیچھے کچھ نہیں پڑھتا ہے تو کیا یہ اس کو کافی ہوگا آپ نے فرمایا ہاں۔

ج — حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس حدیث کا مدار ابو ہارون العبدی پر ہے جس کا نام عمارۃ بن جوبن ہے اور یہ کذاب ہے جوز جانی اسے کذاب اور مفتری کہتے ہیں، صالح بن محمد اسے اکذب من فرعون یعنی فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا کہتے ہیں، دار قطنی خارجی وشیعی کہتے ہیں اور شعبہ کہتے ہیں لان اقدم فتضرب عنقی احب الی ان احدث عن ابی ھارون، میری گردن اڑا دی جائے تو یہ مجھے منظور ہے مگر ابو ھارون سے روایت کرنا مجھے منظور نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ج ۲ ص: ۲۴۶)

علاوہ ازیں اس حدیث کے غیر ثابت ہونے پر خود حضرت ابوسعید خدریؓ کا فتویٰ دال ہے، آپ کا یہ فتویٰ ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو جیسا کہ کتاب القرأۃ للبیہقی اور حاشیہ آثار السنن میں ان کا فتویٰ بایں الفاظ موجود ہے "عن ابی نضرۃ قال سألت اباسعید الخدری عن القرأۃ خلف الامام فقال بفاتحۃ الکتاب" (کتاب القرأۃ للبیھقی حاشیہ آثار السنن ج ۱ صـ ۸۳)

۱۱ — عن عبداللہ بن زید بن اسلم عن ابیہ قال کان عشرۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ ینھون عن القرأۃ خلف الامام اشد النھی ابوبکر الصدیق وعمر الفاروق وعثمان بن عفان وعلی ابن ابی طالب وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وعبداللہ بن مسعود وزید بن ثابت وعبداللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھم .(امام الکلام صـ ۸)

عبداللہ بن زید سے روایت ہے اور وہ اپنے باپ زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ اصحاب رسول میں سے دس اصحاب قرأت خلف الامام سے سخت منع کرتے تھے اور ان کے نام یہ ہیں، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن

.........ابی قاص، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر، اور عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین
ج – اس حدیث کو بیان کرنے والے عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی سبذ مونی ہے جو استاذ کے لقب سے معروف ہیں اور یہ حدیث وضع کرنے میں مشہور ہیں یہ ایک سند کو لے کر دوسری سند میں اور ایک حدیث کو دوسری حدیث کی سند میں جوڑ دیتے تھے نیز غرائب بیان کرنے میں ماہر تھے، میزان الاعتدال میں ہے "کان یضع ھذ االاسناد علی ھذ ا المتن وھذا المتن علی ھذاالاسناد وھذا ضرب من الوضع"۔ (میزان الاعتدال ج۲ص:۴۹۷) ابوسعید رواس کہتے ہیں کہ یہ وضع حدیث کے ساتھ متہم ہیں۔

علامہ عبدالحی امام الکلام میں لکھتے ہیں "وماذکرہ الشیخ عبداللہ بن یعقوب السبذ مونی فی کشف الاسرار ان عشرۃ من الصحابۃ کانوا ینھون عن القرأۃ اشد النھی منھم الخلفاء الاربعۃ فلیس بمستند بسند مع کون السبذمونی مجروحا عند المحدثین وان کان معدوداً فی فقھاء الدین ۔(امام الکلام صـ ۴۰)
یعنی شیخ عبداللہ بن یعقوب سبذ مونی نے کشف الاسرار میں جو یہ بیان کیا ہے کہ دس صحابہ قرأت خلف الامام سے سخت منع کرتے تھے جن میں خلفاء اربعہ بھی ہیں تو یہ اثر کسی سند کے ساتھ مستند نہیں ہے اور سبذ مونی محدثین کے نزدیک مجروح ہیں اگر چہ ان کا شمار فقہاء دین میں سے ہوتا ہے۔

۱۲–"روی منع القرأۃ خلف الامام عن ثمانین من الصحابۃ الکبار منھم المرتضیٰ والعبادلۃ الثلاثۃ" (امام الکلام ص:۸) قرأت خلف الامام کی ممانعت اسی صحابۂ کبار سے مروی ہے ان میں سے حضرت علی اور عبادلہ ثلٰثہ ہیں۔
ج – اس اثر کی کیا حیثیت ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ عبدالحی لکھتے ہیں۔
وکقول العینی وغیرہ ان منع القرأۃ مروی عن ثمانین نفرامن الصحابۃ فان امثال ذٰلک وان ذکرہ کبار الفقھاء ، لکن اکثرھم لیسوا بمحد ثین ولم یسند وھا باسانید معتبرۃ فی الدین ولاعزوھا الی المخر جین المعتبر ین فکیف یطمئن بہ فی اثبات امر من امور الدین ۔(امام الکلام صـ ۴۰)
اور جیسے عینی وغیرہ کا یہ قول کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت اسی صحابہ سے مروی ہے سو اس قسم کی باتیں اگر چہ بڑے بڑے فقہاء نے ذکر کی ہیں لیکن اکثر فقہاء محدث نہیں ہیں اور اس قسم کی باتوں کو نہ اسانید معتبرہ سے مستند کیا ہے اور نہ ہی معتبر تخریج کرنے والوں کی طرف منسوب کیا ہے پس کسی دینی امر کے اثبات میں اس اس قسم کی باتوں سے کیونکر مطمئن ہوا جاسکتا ہے۔
علاوہ ازیں اس اثر کے بے اصل وجھوٹ ہونے کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ جن کا نام لیا گیا ہے یعنی حضرت علی اور عبادلہ، ان سے قرأت خلف الامام ثابت ہے۔ ::::

الحمد پڑھنے کی حدیثوں پر حنفیہ کے اعتراضات اوران کے جوابات

یہاں تک تو یہ رسالہ کی دلیلوں کا جواب تھا اب صاحب رسالہ نے کچھ اعتراضات الحمد شریف پڑھنے کی دلیلوں پر کئے ہیں ان کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا اعتراض اوراس کے دس جوابات

بخاری شریف کی جس حدیث میں ہے کہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی (۱) اس کی بابت لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے مقتدی مراد نہیں بلکہ یہ

:::::::: حضرت علی کے بارے میں دارقطنی میں ہے "عن عبیداللہ بن رافع قال کان علی یقول اقرء وا فی الرکعتین الاولیین من الظهر والعصر خلف الامام بفاتحة الکتاب وسورة" (دارقطنی ج ا صـ ۳۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس کے بارے میں مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے "عن ابن عباس قال اقرأ خلف الامام بفاتحة الکتاب" (مصنف ابن ابی شیبه ج ا ص۳۵۷ باب من رخص فی القرأة خلف الامام)

عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بارے میں جزء القرأة للبخاری ومصنف ابن ابی شیبه میں ہے "عن مجاهد قال سمعت عبد الله بن عمرو یقرأ خلف الامام (جزء القرأة للبخاری/مصنف ابن ابی شیبه ج ا صـ ۳۷۳ باب من رخص فی القرأة خلف الامام)

حضرت عبداللہ بن زبیر کے بارے میں جزء القرأة للبخاری میں ہے "قال مجاهد اذا لم یقرأ خلف الامام اعاد الصلوٰة وکذٰلک قال عبدالله بن الزبیر (جزء القرأة للبخاری صـ ٦)

حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں کنز العمال میں ہے" من صلی مکتوبة اوسبحةفلیقرأ بام القرآن وقرآن معها فان انتهٰی الی ام القرآن اجزأت ومن کان مع الامام فلیقرأ قبله واذا سکت ومن صلی صلوٰة لم یقرأ فیها فهی خداج ثلاثاً (مصنف عبدالرزاق ج ۲ صـ ۱۳۳ باب القرأة خلف الامام.)

(۱) وہ حدیث یہ ہے" لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب / بخاری ج ا صـ ۱۰۴ باب وجوب القرأة للامام والماموم فی الصلوات کلها "

حدیث اس نمازی کے بارے میں ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو، اس کی بابت گذارش ہے کہ ٹھیک انہیں لفظوں سے ایک حدیث وضو کے بارے میں بھی مروی ہے "لا صلوٰۃ لمن لا وضوء له" ملاحظہ ہو دارمی شریف وغیرہ (۱) یعنی جو شخص وضو نہ کرے اس کی نماز نہ ہوگی، اب فرمایئے کیا اس حدیث کی مراد میں بھی مقتدی نہیں؟ مقتدی بے وضو ہی ٹرخا جائیں، یہ حدیث بھی اس نمازی کے بارے میں ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو؟ اے گروہ احناف! اگر ذرہ برابر بھی انصاف و دیانت تم میں ہے تو آج سے منادی کردو کہ مقتدی وضو نہ کرے جس طرح اس بات کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہو کہ مقتدی الحمد نہ پڑھے، اور اگر یہ نہیں کہہ سکتے تو پھر بھولے سے بھی یہ نہ کہنا کہ " لا صلوٰۃ لمن لا یقرأ بفاتحة الکتاب" سے مقتدی مراد نہیں ورنہ ہر ایک ادنیٰ اعلیٰ سمجھ لے گا کہ آپ کو کلام اللہ کی اس بہترین سورت اور رسول خدا ﷺ کے اس زبردست معجزے سے ہی دشمنی ہے اور اگر اس بات کے درپے ہو کہ دنیا سے یہ اٹھ جائے، زمانہ اسے بھول جائے تو یاد رکھو کہ جب تک خدا کے فضل سے عاشقان حدیث نبوی، تابعین سنن محمدی زندہ ہیں تب تک نہ یہ آپ کے بس کی بات ہے نہ دوسروں کے بس کی اور اگر راجکوٹ کی اس جماعت میں کوئی علم آشنا بھی ہے تو سن لے کہ یہاں نکرہ سیاق میں نفی کے ہے اور جہاں نکرہ سیاق میں نفی کے ہو وہاں استغراق اور عموم ہوتا ہے اسی طرح لفظ مَن بھی عام ہے اور یہ بھی عموم کا فائدہ دیتا ہے، آپ کے مذہب کے اصول کی کتاب توضیح مصری جزو اول ص ۲۶۳ میں ہے ویقع عاماً فی "العقلاء یعنی لفظ مَن عقلاء" کے بارے میں عموم کے لئے آتا ہے پس ہر ایک نماز خواہ وہ فرض ہو، خواہ سنت نفل ہو کسی نمازی

(۱) دارمی مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۸ / ابوداؤد ص ۱۴ باب التسمية على الوضوء / ابن ماجه ج ۱ ص ۱۴۰ / دارقطنی ج ۱ ص ۷۳ / مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۴۶ / السنن الکبری للبیهقی ج ۱ ص ۴۱-۴۳ ج ۲ ص ۳۷۹

کی کوئی نماز نماز کہلانے کی بھی مستحق نہیں جب تک اس میں اس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی ہو۔اور ہاں حنفی بھائی یہ تم غیر مقلد کب سے ہو گئے جو کہتے ہو کہ یہاں منفرد مراد ہے تو معلوم ہوا کہ منفرد پر الحمد کا پڑھنا فرض ہے لیکن یاد رہے کہ تمہارے مذہب میں منفرد پر بھی یہ فرض نہیں دیکھو آپ کے مذہب کی معتبر کتاب ہدایہ جس میں ہے" وادنیٰ مایجزئ من القراءۃ فی الصلوٰۃ آیۃ عند ابی حنیفۃ" ص:۹۸مجتبائی (۱) یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف ایک آیت کا پڑھ لینا کافی ہے پس حنفی مذہب سرے سے کسی نمازی کے ذمہ الحمد کا پڑھنا فرض نہیں کرتا، پس آپ کا یہ فرمانا بھی آپ کے مذہب کے خلاف ہے۔علاوہ ازیں کیوں جناب مولوی صاحب! آپ کے یہ الفاظ تو بتلا رہے ہیں کہ امام بھی سورہ فاتحہ نہ پڑھے کیوں کہ آپ تو اسے اس نمازی کے لئے مخصوص کررہے ہیں جو اکیلا ہو۔تو جہاں مقتدی اس سے نکل گیا وہاں امام بھی چھٹی پا گیا پس یہ بھی آپ کے مسلمات کے خلاف ہے۔ہاں یہ اور بات ہے کہ آپ نے اپنا مذہب اس چودھویں صدی میں اب کوئی نیا جاری کیا ہو اور راجکوٹیوں نے اس کو تسلیم کرلیا ہو۔آپ فرماتے ہیں امام ترمذی نے بھی اس حدیث کا صاف طور پر یہی مطلب بیان کیا ہے۔ مولوی صاحب! جھوٹ کیوں بولو؟ ساری ترمذی میں سے اگر امام ترمذیؒ کا یہ مقولہ نکال دو تو آپ ہر طرح سچے، اللہ اکبر یہ دیدہ دلیری ؟ اور اس قدر شرمناک جھوٹ؟ اس کے بعد آپ نے امام احمد بن حنبلؒ کا جو مقولہ نقل کیا ہے" وہ بھی یہی فرماتے ہیں"، یہاں بھی آپ نے خیانت سے کام لیا، یہ اثر امام احمدؒ کا یہاں پر ختم نہیں ہوا بلکہ اس کے آگے "واختار احمد مع ھذا القرأۃ خلف الامام وان لایترک الرجل فاتحۃ الکتاب وان کان خلف الامام" (۲) یعنی باوجود اس کے

(۱) ھدایہ ج ۱ صـ ۱۱۸ فصل فی القرأۃ

(۲) ملاحظہ ہو ترمذی ج ۱ صـ ۷۱ باب ماجاء فی ترک القرأۃ خلف الامام اذا جھر بالقرأۃ

حضرت امام احمدؒ نے اسی کو پسند فرمایا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھ لینا چاہئے، اسی طرح آپ نے حضرت امام ابوداؤد کی نسبت لکھا ہے کہ وہ بھی اس حدیث کا یہی مطلب بیان کرتے ہیں کہ یہ حکم اس نمازی کے لئے ہے جو اکیلا ہو، یہ بھی آپ کا محض جھوٹ ہے، ابوداؤد کے سیکڑوں صفحات میں سے کسی صفحہ میں بھی یہ نہیں کہ امام ابوداؤد نے یہ فرمایا ہو، مولوی صاحب جھوٹ بول بول کر اگر آپ نے اپنے مذہب کو فروغ دے لیا تو یہ خضاب کب تک اصلی رنگ کو چھپائے رکھے گا؟ ہاں اور سنئے! سفیان کا قول ابوداؤد میں ہے وہ اس حدیث کے ماتحت ہے جس میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ اور زیادتی کا ذکر بھی ہے، پس سورۂ فاتحہ مع زیادتی اور چیز ہے اور صرف سورۂ فاتحہ بغیر زیادتی کے اور چیز ہے، آپ دونوں کو ایک آنکھ نہ دیکھئے، اس کے بعد آپ نے دلیری یہ کی ہے کہ لکھ مارا ہے کہ باقی محدثین بھی یہی کہتے ہیں یہ بھی محض غلط ہے، جملہ محدثین نے اپنی کتابوں میں قرأت الحمد کے باب باندھے ہیں امام المحدثین حضرت امام بخاریؒ نے تو اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا (۱) پھر آپ کی یہ گپ بلکہ گپوڑا کہاں چل سکتا ہے؟

دوسرا اعتراض اور اس کے چار جوابات

پھر مصنف صاحب کو ایک دور کی سوجھی ہے، لکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث مقتدی کے بارے میں بھی لی جائے تو پھر ابوبکر والی حدیث سے اس کا تعارض ہو جائے گا، جواباً سنئے حضرت ابوبکرہ والی حدیث میں جنہیں آپ ابوبکر لکھ رہے ہیں مقتدی کی قرأت کا نفیاً یا اثباتاً کچھ ذکر ہی نہیں پھر تعارض کیسا؟ اس کا بیان جواب نمبر۲ میں ملاحظہ فرمالیجئے، پھر آپ لکھتے ہیں کہ تعارض کی وجہ سے کلام بے معنی اور بے نور ہوتا ہے اور لکھتے ہیں کہ رسول ﷺ کا کلام تعارض سے پاک ہوتا ہے،

(۱) اس رسالہ کا نام جزء قرأۃ خلف الامام ہے اور یہ کتاب مصر میں چھپی ہے

سارے رسالہ میں شاید آپ سے اس سے زیادہ اچھی اور سچی بات نہ لکھی ہوگی ، جــزاکـم اللہ مگر جناب ذرا آنکھیں تو ملائیے وہ دیکھئے حنفی مذہب کی چھت بلکہ دیواریں اور ستون بھی ڈھے پڑے اور یہ سارے کا سارا بنایا ہوا صدیوں کا کھیل بگڑ گیا، حنفی مذہب کی چھوٹی سے لے کر بڑی تک تمام کتابوں میں اسے تو خوب اچھالا ہے کہ حدیثوں میں تعارض ہے یعنی ایک دوسرے کی مخالفت ہے، بلکہ آپ کے اصولوں نے تو رسول اللہ ﷺ کے کلام کو بے معنیٰ اور بے نور کر کے پھر کلام اللہ پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے اور اس میں بھی تعارض بتایا ہے اور اتنا ہی نہیں کہ صرف کہنے کو ہو بلکہ مثالیں دے کر ثابت کیا ہے، چنانچہ قرآن کے تعارض کی مثال دی ہے آیت ”فـاقـرءُ وا مـاتیسـر مـن القرآن اوراذاقـرئ الـقـرآن فـاستـمعوا له وانصتوا“ کی، جیسے کہ اس کا بیان بسط سے جواب نمبرا میں گذرا، اور حدیثوں کے تعارض کی مثال دی ہے کہ اس روایت میں ہے کہ سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں آپ نے ایک رکوع کیا، اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع کئے ملاحظہ ہو تلویح وغیرہ (۱) پس اب فتوی دیجئے کہ کلام رسول ﷺ اور کلام اللہ کو بے نور بتلانے والے، بے معنیٰ کہنے والے، کون ہوئے؟

تیسرا اعتراض اور اس کے سولہ جوابات

اس کے بعد راجکوٹی رسالے میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ والی وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے مقتدیوں کو حکم دیا ہے کہ تم اپنے امام کے پیچھے جب کہ وہ بلند آواز سے قرأت پڑھے سوائے الحمد کے اور کچھ نہ پڑھو کیوں کہ جو الحمد نہ پڑھے

(۱) تلویح صـ ۴۱۵

گا اس کی نماز نہ ہوگی (۱) اس حدیث پر جرح کی ہے، اس کے جواب میں گذارش ہے کہ جناب نے اپنی اس کتاب کے ص ۱۵ پر لکھا ہے، کسی اہل حق کا عقیدہ نہیں کہ امام ترمذیؒ و امام ابوداؤد نے خلاف شرع حکم کیا ہو، پس ثابت ہوا کہ ان بزرگ محدثین کی بات حق اور مطابق شرع ہوا کرتی ہے، اب سنئے اس حدیث کو وارد کر کے امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث عبادة حدیث حسن یعنی حضرت عبادہ والی حدیث حسن ہے ملاحظہ ہو ترمذی شریف مطبوعہ میرٹھ ص ۱۴۳ (۲) اسی طرح امام ابوداؤد اسے صحیح بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو تلخیص ص ۸۷ عبارت یہ ہے صححه ابو داؤد یعنی امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے پھر آپ اس حدیث پر جرح کرنے والے کون؟ جب کہ خود لکھ چکے ہیں، پھر اہل حق سے آپ الگ کیوں ہوں؟ ملاحظہ ہو تلخیص کا یہی صفحہ، درایہ میں ہے اس کی سند کے کل راوی ثقہ ہیں نتائج الافکار میں ہے یہ حدیث حسن ہے، حافظ منذریؒ بھی اس پر سکوت کر کے امام ترمذی کی تحسین پر مہر کرتے ہیں، مرقاة میں بھی اس کی صحت کے اقوال منقول ہیں (۳)۔ علامہ ابن الہمام جو حنفی مذہب میں مجتہد زماں ہیں فتح القدیر میں امام محمد بن اسحاقؒ پر سے ساری جرح اٹھا دیتے ہیں اور لکھتے ہیں " ثقة ثقة لا شبهة عندنا" یعنی یہ بالکل پورے ثقہ ہیں ہمارے نزدیک اس میں کوئی شبہ نہیں، زیلعی حنفی جو حنفی مذہب کے رکن عظیم ہیں نصب الرایہ میں لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحاق نے

---

(۱) وہ حدیث یہ ہے " عن عبادة بن الصامت قال صلی رسول الله ﷺ الصبح فثقلت عليه القرأة فلما انصرف قال انی اراکم تقرء ون وراء امامکم قال قلنا يارسول الله ای والله قال لاتفعلوا الا بام القرآن فانه لاصلوٰة لمن لم يقرأ بها .(ترمذی ج ۱ صـ ۶۹ باب ماجاء فی القرأة خلف الامام/ شرح معانی الآثار ج ۱ صـ ۱۵۸ / ابوداؤد ج۱ صـ ۱۱۹ باب من ترک القرأة فی صلوٰته .

(۲) ترمذی مطبوعه تهانوی ج ۱ صـ ۶۹

(۳) تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ فرمائیں (تحفة الاحوذی ج ۲ صـ ۱۹۴ – ۱۹۵)

اپنے استاد مکحولؒ سے یہ حدیث سنی ہے اور یہ حدیث متصل صحیح ہے، مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی جو متاخرین حنفیہ کے امام ہیں سعایہ میں محمد بن اسحاق کی اس حدیث کو حسن بتلاتے ہیں بلکہ صحیح کہتے ہیں۔ شیخ سلام اللہ حنفی نے جو حنفیوں کے مسلم بزرگ ہیں محلیٰ میں اس کی ثقاہت بیان کی ہے۔ اب اس کے خلاصہ وار جواب سنئے۔ حضرت مکحول کی نسبت جو آپ نے لکھا ہے وہ مدلس ہیں اور عنعنہ سے روایت کرتے ہیں۔ لیجئے جناب ہم آپ کو وہ حدیثیں دیتے ہیں جن میں حضرت مکحول راوی ہی نہیں، مسند احمد میں یہی حدیث ہے اور اس کے راوی یہ ہیں "خالد الحذّاء عن ابی قلابة عن محمد بن ابی عائشة عن رجل من اصحاب النبی ﷺ" حافظ ابن حجرؒ اس سند کو حسن کہتے ہیں۔ ابن حبان میں یہ حدیث ہے اس کے راوی عن ابی قلابة عن انس ہیں۔ دارقطنی میں یہی حدیث مروی ہے اور اس سند میں بجائے حضرت مکحول کے حرام بن حکیم ہیں اور اس سند کی نسبت امام دارقطنی فرماتے ہیں ھذا اسناد حسن ورجاله ثقات كلهم ایک اور سند بھی اس حدیث کی دارقطنی میں ہے اس میں حضرت مکحول کی متابعت کرنے والے راوی حضرت عثمان بن ابی سودہؒ ہیں، پس یہ کئی کئی متابعین ہو گئے اور اس متابعت نے آپ کی اس جرح کے ٹکرے ٹکڑے کر دئے۔ مستدرک حاکم میں ان کی متابعت کرنے والے عبداللہ بن عمرو ہیں دارقطنی کی روایت میں مکحول کے متابع حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں

چوتھا اعتراض اور اس کے چار جوابات

دوسری بات آپ نے یہ کہی ہے کہ اس میں اضطراب ہے کبھی تو یہ مرسل بیان ہوئی ہے اور کبھی مسند۔ اس کا جواب بھی سنئے۔ کسی حدیث کا مرسل اور مسند بیان ہونا باعث اضطراب نہیں، مسلم شریف کے مقدمہ میں ہے کہ یہ تو راویوں کی

عام بات ہے کہ کبھی حدیث کو مرسل بیان کردیئے ہیں اور کبھی مسند (۱) اور یہ بھی یاد رہے کہ جہاں کہیں ایک ہی حدیث مرسل اور مسند مروی ہو وہاں ترجیح مسند کو دی جاتی ہے کیوں کہ اس میں اثبات ہے اور اس میں نفی ہے اور بقاعدہ اصول، اثبات مقدم ہے نفی پر اس طرح مسند میں راوی کی زیادتی ہے مرسل سے اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہے چنانچہ امام نووی مقدمہ میں لکھتے ہیں "واما اذا رواه بعض الثقات الضابطين متصلا وبعضهم مرسلا ...فالصحيح ...ان الحكم لمن وصله" (۲) یعنی جب بعض ثقہ راوی کسی حدیث کو مسند فرمائیں اور بعض دوسرے ثقہ اس کو مرسل بیان کریں تو صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث مسند اور موصول مانی جائے گی۔ (کیوں کہ یہ زیادتی ثقہ کی ہے جو مقبول ہے) پس کسی حدیث کا موصول اور مرسل بیان ہونا موجب اضطراب نہیں، پس آپ کی یہ جرح بھی هباءً منثوراً ہے۔

پانچواں اعتراض اوراس کے چھ جوابات

پھر آپ کا فرمانا کہ محمد بن اسحاقؒ کا اس میں انفراد ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ امام محمد بن اسحاقؒ کی متابعت زید بن واقد نے کی ہے جو شامی ہیں اور ثقہ ہیں۔ پھر ان کے علاوہ سعید بن عبدالعزیز ہیں اور زبیدی اور ابن جابر اور عبداللہ بن علاء وغیرہ یہ سب حضرات بھی امام محمد بن اسحاق کے متابع ہیں اور اس کا جواب یہ بھی ہے کہ انہیں سے اسی قسم کی روایتیں خود حنفی مذہب نے لی ہیں اور ان پر اپنے مذہب کے مسائل کی بناء کی ہے جن میں سے بعض در اصل ٹھیک بھی نہیں، ملاحظہ ہو طحاوی میں انہیں سے ایسی ہی روایت دس درہم

---

(۱) ملاحظه هو مقدمه مسلم للنووی ص۔ ۲۳
(۲) ایضاً ص۔ ۱۸

پر ہاتھ کٹنے کی لی ہے (۱) اور ہدایہ میں مغرب کی جلدی پر انہیں کی ایسی ہی حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔ فتح القدیر میں انہیں کی ایسی ہی حدیث کی صحت اذان میں نقل کی ہے اسی طرح یہ بھی واضح رہے کہ امام ترمذیؒ لکھتے ہیں'' وفی الباب عن ابی هريرة وعائشة وانس وابی قتادة وعبدالله بن عمرو''۔ یعنی اس باب میں علاوہ حضرت عبادہ بن صامت کے حضرت ابوهریرہؓ، حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت ابوقتادہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے بھی روایت ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ جزء القرأة بخاری ابن حبان طبرانی، (۲) پس یہ حدیث صریح ہے اس امر پر کہ مقتدی امام کے پیچھے

(۱) ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۲ صـ ۹۱ باب المقدار الذی يقطع فيه السارق

(۲) حضرت ابوهریرہ کی روایت جسے امام مسلم ودیگر محدثین نے نقل کیا ہے یہ ہے
" قال رسول الله ﷺ من صلى صلاة لم يقرأ فيها بام القرآن فهي خداج ثلاثاً غير تمام فقيل لابی هريرة انا نكون وراء الامام قال اقرأ بها فی نفسک الحديث
(مسلم ج ۱ صـ ۱۶۹ باب وجوب قرأة الفاتحة ......)
اور حضرت عائشہ کی روایت جسے احمد ابن ماجہ اور طحاوی نے نقل کیا ہے یہ ہے " عن عائشة قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول من صلى صلاة لم يقرأ فيها بام القرآن فهي خداج"
ابن ماجه ج ۱ صـ ۲۷۳ باب القرأة خلف الامام/شرح معانی الآثار ج ۱ صـ ۱۵۸ / الفتح الربانی لترتيب مسند احمد بن حنبل الشيبانی ج ۳ صـ ۱۹۴ باب وجوب قرأة الفاتحة۔
اور حضرت انس کی روایت جسے امام بخاری نے جزء القرأة میں امام بیہقی نے کتاب القرأة میں، ابن حبان اور طبرانی نے اپنی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے یہ ہے
" ان النبی ﷺ صلى باصحابه فلما قضىٰ صلوته اقبل عليهم بوجهه فقال أتقرء ون فی صلوتكم والامام يقرأ فسكتوا فقالها ثلاث مرات فقال قائل اوقائلون انا لنفعل قال فلاتفعلوا وليقرأ احد كم بفاتحة الكتاب فی نفسه "
اور حدیث ابوقتادہ جسے امام بیہقی نے کتاب القرأة میں نقل کیا ہے یہ ہے۔
"عن ابی قتادة ان النبی ﷺ قال أتقرء ون خلفی قلنا نعم قال فلاتفعلوا الا بفاتحة الكتاب "
::::::

الحمد پڑھ لیا کرے اور صحیح ہے جیسے کہ محدثین کی تصحیح بیان ہوئی اور مرفوع ہے یعنی فرمان نبوی ہے، پس حجت ہے تمام امت پر اس کے سن لینے کے بعد، جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا خواہ مقتدی ہو خواہ امام ہو خواہ اکیلا ہو، اس کی نماز خدا کے نزدیک نماز نہیں اور مخالفت رسول ﷺ کی وجہ سے عاصی اور گنہگار ہے، کسی صحیح مرفوع غیر مجروح حدیث سے امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنا ثابت نہیں۔(۱) ایک میں ہی یہ نہیں کہتا لو آپ کو آپ کے گھر کا گواہ دوں آپ کے

::::::: حدیث عبداللہ بن عمرو جسے بیہقی نے کتاب القرأۃ ہی میں نقل کیا ہے یہ ہے " قال رسول اللہ ﷺ أتقرء ون خلفی قالوا نعم یارسول اللہ انا لنهذه هذا قال فلاتفعلوا الابام القرآن "

(۱) امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی درج ذیل احادیث وآثار بھی موجود ہیں۔

۱ —عن عبادة بن الصامت ان رسول الله ﷺ قال لاصلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب (بخاری ج ۱ صـ ۱۰۴ باب وجوب القرأة للامام والماموم فی الصلوٰت كلها / مسلم ج ۱ صـ ۱۶۹ باب وجوب قرأة الفاتحة فی كل ركعة / ابو داؤد ج ۱ صـ ۱۱۹ / ترمذی ج ۱ صـ ۷۰ / ابن ماجة ج ۱ صـ ۲۷۳ باب القرأة خلف الامام / شرح معانی الآثار ج ۱ صـ ۱۵۷

۲ —عن نافع بن محمود بن الربيع الانصاری قال نافع ابطأ عبادة عن صلاة الصبح فاقام ابونعيم المؤذن الصلوٰة ، وكان ابونعيم اول من اذن فی بيت المقدس فصلی بالناس ابونعيم واقبل عبادة وانامعه حتی صففنا خلف ابی نعيم وابونعيم يجهر بالقرأة فجعل عبادة يقرأ بام القرآن فلما انصرف قلت لعبادة قد صنعت شيئا فلاادری أسنة هی ام سهو كانت منك قال وماذلك قال سمعتك تقرأ بام القرآن وابونعيم يجهر قال اجل صلی بنا رسول الله ﷺ بعض الصلوٰت التی يجهر فيها بالقرأة فالتبست عليه القرأة فلما انصرف اقبل علينا بوجهه فقال هل تقرء ون اذا جهرت بالقرأة فقال بعضنا انا لنصنع ذلك قال فلاتفعلوا وانا اقول مالی انازع القرآن فلاتقرؤا بشیء من القرآن اذا جهرت الا بام القرآن . (دارقطنی ج ۱ صـ ۳۱۹ باب وجوب قرأة ام الكتاب فی الصلوٰة وخلف الامام / جزء القرأة للبخاری صـ ۹

::::::::

دوں آپ کے مذہب کی کتاب التعلیق الممجد ص ۱۰۱ میں ہے" لم یرو فی حدیث مرفوع صحیح النہی عن قراء ۃ الفاتحۃ خلف الامام" یعنی کسی

:::::::۳– عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ ﷺ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام (کنز العمال ج۴ صـ ۲۰۸ / بیہقی ج ۱ صـ ۳۸ باب تعیین القرأۃ بفاتحۃ الکتاب)

۴–عن محمد بن ابی عائشۃ عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال قال النبی ﷺ لعلکم تقرء ون خلف الامام والامام یقرء قالوا یارسول اللہ ﷺ انالنفعل قال فلاتفعلوا الا ان یقرء احد کم بام القرآن اوقال فاتحۃ الکتاب (الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی ج۳ صـ ۱۹۸ باب ماجاء فی قرأۃ الماموم وانصاتہ اذا سمع امامہ .(جزء القرأۃ للبخاری صـ ۹)

۵– عن عائشۃ قالت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من صلی صلوٰۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فھی خداج (الفتح الربانی ج۳ صـ ۱۹۴ / ابن ماجہ ج ۱ صـ ۲۷۳ / شرح معانی الآثار ج ۱ صـ ۱۵۸ باب القرأۃ خلف الامام)

۶– عن عبادۃ بن الصامت قال من صلی خلف الامام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب / مجمع الزوائد ج۲ صـ ۱۱۱

۷– عن عبادۃ بن الصامت قال لاتقرء ن احد منکم شیئا من القرآن اذاجھرت بالقرأۃ الا بام القرآن (دارقطنی ج ۱ صـ ۳۲۰)

۸– عن یزید بن شریک ابوابراھیم التیمی انہ قال سالت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن القرأۃ خلف الامام فقال لی اقرأ فقلت وان کنت خلفک فقال وان کنت خلفی قلت وان قرأت قال وان قرأت .(شرح معانی الآثار ج ۱ صـ ۱۵۹ باب القرأۃ خلف الامام .دارقطنی ج ۱ صـ ۳۱۷ باب وجوب قرأۃ ام الکتاب

۹– عن عبیداللہ بن نافع قال کان علی یقول اقرءوا فی الرکعتین الاولیین من الظھر والعصر خلف الامام بفاتحۃ الکتاب وسورۃ (دارقطنی ج ۱ صـ ۳۲۲)

۱۰– عن ابی العالیۃ قال سالت ابن عمر أتقرأ فی الصلوٰۃ قال انی لاستحی من رب ھٰذاالبیت ان اصلی صلوٰۃ لااقرء فیھا ولوبام الکتاب (جزء القرأۃ للبخاری صـ ۷)

۱۱– عن حمید بن ھلال قال جاء ھشام بن عامر الی الصلوٰۃ فاسرع المشی فدخل فی الصلوٰۃ وقد حفزہ النفس فجھر بالقرأۃ خلف الامام فلما قضیٰ صلوتہ قیل لہ أتقرء خلف الامام قال انا لنفعل (مجمع الزوائد ج۲ صـ ۱۱۱ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ)

مرفوع صحیح حدیث میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے پڑھنے کی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔

چھٹا اعتراض اور اس کے چھ جوابات

ناظرین کرام! سوگند بخدا، تقلید جڑ ہے تمام برائیوں کی اور منبع ہے ندامت و رسوائی کا اور مخزن ہے بے علمی اور جہالت کا، دیکھو راجکوٹی مصنف نے مولوی رشید احمد کی اندھی تقلید کر کے لکھ مارا ہے کہ "اس حدیث میں نفی کے بعد استثناء ہے اور اس سے صرف اباحت ثابت ہوتی ہے اور اس پر جملہ محققین کا اتفاق ہے" میں کہتا ہوں مولوی صاحب! علمی بات ساری کتاب میں ایک یہی تو آپ نے لکھی تھی گو وہ بھی کسی سے نقل ہی کی لیکن تاہم ایسی ٹھوکر کھائی کہ کسی چھوٹے موٹے گڈھے میں نہیں بلکہ سمندر میں اور وہ بھی سقوطرے میں گرے اور وہاں سے خدا جانے کہاں پہنچو۔ کیوں جی! اگر بقول آپ کے یہ قاعدہ کلیہ اور ضابطہ کلیہ صحیح ہے تو غالباً آپ کے نزدیک مسلمان ہی رہنا فرض نہیں ہوگا بلکہ مستحب بھی نہ ہوگا صرف مباح ہوگا بلکہ درست ہی نہ ہوگا چنانچہ آگے چل کر آپ نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ فاضل کی تقریر سے مقتدی پر فاتحہ کا پڑھنا درست نہیں" خیر اب دیکھو قرآن کہتا ہے "ولا تموتن الا و انتم مسلمون" (۱) نہ مرنا تم مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو پس یہاں بھی نفی کے بعد استثناء ہے تو ثابت ہوا کہ آپ کے نزدیک اسلام پر مرنا ضروری نہیں، کیوں کہ ایسے ہی جملے سے الحمد کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن آیئے میں آپ کے مذہب کے اصول کی کتاب توضیح تلویح کی سیر کراؤں جس میں لکھتے ہیں "وکذا بعد الحظر" اور لکھتے ہیں فالمختار انه ایضاً للوجوب یعنی کسی شے کی حرمت اور ممانعت کے بعد جو حکم ہو وہاں بھی مختار مذہب یہی ہے کہ وجوب ثابت ہوتا ہے۔

(۱) البقرۃ ۲/ ۱۳۲

اور یہ حدیث بلفظ حکم بھی ثابت ہے ملاحظہ ہو جزء القراۃ، صحیح ابن حبان، ابو یعلی اوراوسط طبرانی جس میں یہ لفظ ہیں "فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحة الکتاب فی نفسه" (۱) یعنی آپ نے مقتدیوں کو فرمایا" ایسا نہ کرو (یعنی الحمد کے سوااور کچھ باآواز بلند نہ پڑھو) تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ سورہ فاتحہ چپکے چپکے پڑھ لیا کرے علاوہ ازیں اس حدیث میں تو اس کے بعد کا یہ جملہ بھی ہے کہ اسے جو نہ پڑھے گا اس کی نماز نہ ہوگی یہ جملہ صاف بتارہا ہے کہ سورہ فاتحہ مقتدی کے لئے بھی رکن نماز ہے۔ علاوہ ازیں یہی روایت حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے جزء القراۃ بیہقی میں منقول ہے اس میں نہی کا جملہ ہی نہیں صرف امر ہے کہ "اقرؤا بفاتحة الکتاب" (۲) سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔ مولوی صاحب! مجھے تو واللہ رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ آخر ایک مصنف کو کچھ تو تمیز چاہئے۔ ایک تو آپ مباح لکھتے ہیں کہ اس قاعدے کے مطابق الحمد کا پڑھنا مقتدی کو مباح ہوا پھر آگے چل کر ص ۲۰ پر لکھتے ہیں درست نہیں یہ تضاد پیدا کر کے بے نور و بے معنیٰ کلام کیوں کرتے ہیں؟

ساتواں اعتراض اور اس کے دو جواب

ہمارا ناتجربہ کار مصنف اس کے آگے لکھتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور آیت "اذا قرئ القرآن الخ" ناسخ ہے، اس بھولے بھالے انسان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ ناسخ منسوخ کے بعد ہونا چاہئے یہاں تو برعکس معاملہ ہے یعنی آیت مکی ہے اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث والا واقعہ مدنی ہے، پس اگر اس باب میں ناسخ منسوخ مانا جائے تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث البتہ ناسخ ہوسکتی ہے، بھلا مکی آیت مدنی واقعہ کی ناسخ کیسے ہوسکتی ہے؟ اور اس کی مزید تقریر کا جواب نمبر ایک

(۱) ابویعلی، طبرانی فی الاوسط بحواله مجمع الزوائد ج۲ صـ ۱۱۰ باب القرأة فی الصلوٰة
(۲) کتاب القرأة للبیهقی صـ ۱۵

میں ملاحظہ ہو۔ پھر یہ بھی واضح ہو کہ حضرت عبادہ ﷺ راوی حدیث کا عمل بھی آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد بھی اسی پر رہا۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضرت عبادہ ﷺ امام کے پیچھے سورہ الحمد پڑھ کرتے تھے۔(۱)

آٹھواں اعتراض اور اس کے سات جوابات

اس کے بعد جناب نے بعض نام گنوائے ہیں کہ یہ حضرات بھی الحمد پڑھنے کے قائل نہیں اس کی بابت گذارش ہے کہ مولانا شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالقادر جیلانیؒ بغدادیؒ وغیرہ کے ذمے تو مولوی صاحب راجکوٹی نے محض افترا کیا ہے۔ ہم ان بزرگوں سے اور ان کے علاوہ اور بھی حنفی مذہب کے بزرگوں اور حنفی مذہب فقہ کی کتابوں سے اپنی اسی کتاب دلائل محمدی حصہ اول'' میں ثابت کرآئے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب تو الحمد شریف امام کے پیچھے پڑھنے کے قائل تھے۔ ملاحظہ ہو انفاس العارفین،(۲) اور آپ کے خاندان کا بھی یہی مذہب تھا چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیزؒ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں ''سورہ فاتحہ رکن نماز ہے''

اب ہم یہاں پر مولانا موصوف کا ایک مطول فتویٰ نقل کرتے ہیں جس سے اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر بہت صاف روشنی پڑے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ الحمد کا پڑھنا صاف اور صریح اور بکثرت حدیثوں سے ثابت ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے حنفی بھائی شاہ صاحب کے دوٹوک فیصلے کے بعد اس مسئلہ میں کسی شک وشبہ میں نہ رہیں گے۔

---

(۱) ملاحظہ ہو ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۹ باب من ترک القرأة فی صلوته

(۲) انفاس العارفین ج ۱ بحواله حاشیه امام الکلام ص ۳۹ الفاظ یہ ہیں ''وهو مختار صاحب حجة الله البالغة ووالده فانه ذکر فی کتابه انفاس العارفین حاکیا عن حال والده الشیخ عبدالرحیم انه کان فی اکثر فروعه موافقا للمذهب الحنفی الا فی بعضها اذا ظهر له رجحان مذهب الغیر فی ذلک بحسب الحدیث اوا لوجد ان فمن ذلک قرأة الفاتحة فی حالة الاقتداء وفی صلوٰة الجنازة .

ترجمہ فتویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ بن شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ

سوال: سورہ فاتحہ پڑھنی مقتدی کو پیچھے امام کے بہ لحاظ حدیث کہ نماز نہیں ہوتی ہے مگر الحمد پڑھنے سے اور بلحاظ آیت جب پڑھا جائے قرآن چپکے رہو اور سنو، کیا حکم ہوگا اور امام ابوحنیفہؒ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ الحمد پڑھنا امام کے پیچھے منع ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بدون پڑھے نماز جائز نہیں، کیا کرنا چاہئے اور کس کے فتویٰ پر عمل بہتر ہے۔

جواب: پڑھنا سورہ فاتحہ کا مقتدی کو امام کے پیچھے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک منع ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک امام کے آہستہ پڑھنے میں جائز بلکہ اولیٰ ہے اور نزدیک امام شافعیؒ کے بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز جائز نہیں اور نزدیک فقیر کے بھی قول امام شافعی کا ترجیح رکھتا ہے اور بہتر ہے کیونکہ بلحاظ حدیث صحیح کہ نماز نہیں ہوتی، مگر سورہ فاتحہ سے، نماز کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے اور قول امام ابوحنیفہؒ کا جا بجا وارد ہے کہ جس جگہ حدیث صحیح وارد ہو اور میری بات اس کے خلاف پڑے تو میرے قول کو نہ مانے اور حدیث پر عمل کرے اور حال آیت کریمہ کا یہ ہے کہ جس وقت امام دوسری سورت ملائے مقتدی چپ رہے اور سنے نہ کہ سورہ فاتحہ کے لئے کہ ام الکتاب ہے اور مستثنیٰ ہے مفہوم سے بعض حدیث صحیح کے اور علمائے محققین و محدثین و مفسرین نے اس باب میں بہت گفتگو کی ہے بالآخر تجویز یہ ہوئی کہ سورہ فاتحہ پیچھے امام کے مقتدی پڑھے اس طور پر کہ جس وقت امام لفظ الحمد پڑھے مقتدی سنے اور کہے الحمد اللہ آخر سورت تک اسی طور سے باآہستگی ملاوے اور جب امام آمین پر پہنچے تو سب مقتدی پکار کر آمین کہیں اور اس باب میں صحیح بخاری میں بھی ایک حدیث وارد ہے ایں شان

نزول موافق بیان اور تحقیقات شیخ کامل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی معلوم کرنا چاہئے کہ پیغمبر خدا ﷺ مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور صحابہ بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور جس سورت کو آپ زور سے پڑھتے تھے مقتدی بھی آہستہ اس کو پڑھتے تھے جب سورہ فاتحہ کو پڑھ کر سبح اسم ربک الا علیٰ الذی.. شروع کیا صحابہ بھی بہ نظر اتباع پڑھنے لگے اسی اثناء میں یہ آیت نازل ہوئی تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قرأت امام کی قرأت مقتدی کی ہے۔اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت دوسری سورت کے منع میں نازل ہوئی نہ کہ سورہ فاتحہ کے لئے اور پھر سب صحابہ پیچھے رسول اللہ ﷺ کے سورہ فاتحہ ہمیشہ ادا کرتے رہے آپ نے منع نہیں فرمایا، پس لازم ہے کہ سورہ فاتحہ کو مقتدی پیچھے امام کے پڑھا کریں تاکہ تابعداروں میں مفسرین اور محدثین کے داخل رہیں اور چھوڑنے میں سورہ فاتحہ کے خلاف حدیث صحیح کا ہوگا۔اور کیا تعجب ہے کہ صحت اس حدیث کی امام ابوحنیفہ کو نہ پہنچی ہو اور جب کہ صدہا اور ہزارہا علمائے محققین مثل امام بخاری و مسلم وغیرہ رحمہم اللہ کے صحت اس کی ثابت ہوگئی چھوڑنے میں اس کے مطعون ہوگا، انتھی

اے حنفی مولویو! میں تمہاری خیر خواہی کرتے ہوئے تمہیں یہ بات بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ تم جو الحمد کو منسوخ ناجائز وغیرہ کہتے ہو، یہ تمہارا اپنا مذہب ہو تو ہو امام صاحب کا ہرگز یہ مذہب نہیں دیکھو حنفی مذہب کے امام مولانا عبدالحی صاحب امام الکلام میں فرماتے ہیں" وھذا ھو الذی اترجی ان یکون مذھبا لھم" (۱) یعنی امام ابوحنیفہ امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ یا حرام نہیں بلکہ مجھے تو امید ہے کہ صرف اولویت کا اختلاف ہے وہ نہ پڑھنے کو صرف ترجیح دیتے ہیں۔یہی امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ ان اماموں کے

(۱) امام الکلام صـ ۱۱

نزدیک مکروہ ناجائز حرام نہیں بلکہ صرف پسندیدہ امر نہ پڑھنا ہے۔(۱) امام الکلام میں ہے" عن ابی حنیفة انه لا بأس بان یقرأ الفاتحة فی الظهر والعصر وبما شاء من القرآن"(۲) یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ظہر عصر کی نماز میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ فاتحہ کے سوا کچھ اور پڑھ لینے میں بھی" ناظرین کرام مطلع رہیں کہ الحمد شریف کے مقتدی کو پڑھ لینے کے اور مزید دلائل جو صاف ہیں ہم نے اپنے اسی رسالے میں بیان کئے ہیں وہاں انہیں دیکھ لینا چاہئے۔ الحمد کی مخالفت سے جب راجکوٹی مصنف کو بدہضمی ہو گئی تو اب اس نے منہ کا مزہ بدلنے کے لئے آمین کی طرف توجہ کی ہے۔

پکار کر آمین نہ کہنے کے دلائل کی تردید

حنفیوں کی پہلی دلیل کے دس جوابات

۱- اس کی بابت راجکوٹی مصنف نے پہلے تو لکھا ہے کہ آمین کے دعا ہونے میں کسی کو انکار نہیں ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے تفسیر معالم میں ہے "قال مجاهد هو اسم من اسماء الله تعالیٰ 'وقیل هو طابع الدعاء وقیل هو خاتم الله علیٰ

---

(۱) ابن حبان بحواله امام الکلام صـ ۱۱ مولانا عبدالحی اپنی کتاب امام الکلام میں لکھتے ہیں "ان المنسوب الیٰ ائمتنا الثلثة ثلثة اقوال الاول انهم اختاروا ترک القرأة لانهم لم یجیزوه بان کرهوه اوحرموه کماذکره ابن حبان .... والثانی ان القرأة خلف الامام حتی قرأة الفاتحة مکروهة عندهم کراهة تحریم ...... والثالث ان قرأة الفاتحة مستحسنة ومستحبة فی السرية ومکروه فی الجهرية (امام الکلام صـ ۱۱)

(۲) امام الکلام صـ ۱۰

عبادہ "(۱) اور ابوداود میں ابوزہیر نمیری سے مروی ہے" ان آمین مثل الطابع علی الصحیفة "(۲) تفسیر بیضاوی میں حضرت علی سے مروی ہے آمین خاتم رب العالمین ختم به دعاء عبده (۳) یعنی آمین اللہ کا نام ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دعا کی مہر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی مہر ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسا ہے جیسا خط پر مہر اور ایک قول یہ ہے کہ رب العالمین کی یہ مہر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ جنت کے ایک درجے کا نام ہے (فتح الباری) (۴) اور ابن شاہین اپنی کتاب السنۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں آمین قرآن کا لفظ ہے۔ علاوہ اس کے اور اقوال بھی ہیں پھر کسی بھولے انسان کا یہ دعویٰ کہ آمین کے دعا ہونے میں کسی کو انکار نہیں کس قدر مضحکہ انگیز ہے؟ اے جناب سنو! خود امام ابوحنیفہ صاحب بھی آمین کو دعا نہیں کہتے آپ کے مذہب کی کتاب مبسوط میں ہے" روی عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال لا يقول الامام آمين انما يقول الماموم وذلك لان الامام داع والماموم مستمع انما يؤمن المستمع لا الدعى كما في سائر الادعية خارج الصلوٰة " یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ امام آمین نہ کہے صرف مقتدی کہیں اس لئے کہ امام تو دعا کرنے والا ہے سننے والا مقتدی ہے اور سننے والے کو آمین کہنا چاہئے نہ کہ دعا مانگنے والے کو جیسے ان دعاؤں کا حال ہے جو نماز کے باہر ہیں، پس صاف ثابت ہوا

---

(۱) تفسیر معالم التنزیل للبغوی صـ ۱۰ " مصنف عبدالرزاق میں ایک ضعیف سند کے ساتھ ہے "قال ابوهريرة امين اسم من اسماء الله عزوجل " اور حلال بن یسار سے مروی ہے وہ کہتے ہیں " امين اسم من اسماء الله عزوجل"(مصنف عبدالرزاق ج ۲ صـ ۹۹ باب امين

(۲) ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۳۵ باب التامين وراء الامام

(۳) تفسیر بیضاوی صـ ۱۱

(۴) فتح الباری ج ۲ کتاب الاذان

کہ آمین دعا نہیں ورنہ اس سے امام کو نہ روکا جاتا کیوں کہ اسے دعا مانگنے والا مانا گیا ہے، مقتدی حالاں کہ دعا کرنے والا نہیں اس لئے آمین جو دعا نہیں وہ اسے کہہ لے۔ محشی بیضاوی بھی یہی لکھتے ہیں پس خود امام صاحب کے نزدیک آمین دعا نہیں یہ عجیب اندھیر ہے کہ مدعی سست اور گواہ چست، اس لئے یہ قول باطل ہو گیا کہ آمین کے دعا ہونے میں سب کا اتفاق ہے دراصل یہ مصنف صاحب کے علم کا قصور ہے جو ایسے بے دلیل دعوے کر بیٹھتے ہیں۔ مؤطا محمد میں ہے" فاما ابو حنیفة فقال ولایؤمن الا مام" (۱) یعنی امام آمین نہ کہے۔ علاوہ ازیں اور سنئے یہی حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ جن سے آپ نے آمین کے دعا ہونے کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں، اور اسی صحیح بخاری شریف میں یہ روایت بھی موجود ہے جس سے وہ قول نقل کیا ہے اور خیانت کر کے آپ نے حضرت عطاء کا آدھا قول نقل کیا ہے اور آدھے کو چھوڑ دیا اس جملہ کے بعد ہی جسے آپ نے نقل کیا یہ جملہ ہے" امن ابن الزبیر ومن وراء ہ حتی ان للمسجد للجة" (۲) یعنی حضرت عطاء فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے کے لوگ یعنی امام اور مقتدی آمین کہتے تھے یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھتی تھی یعنی اس قدر بلند آواز سے آمین کہتے کہ مسجد گونج اٹھتی اور یہی حضرت عطاء فرماتے ہیں" ادرکت مائتین من اصحاب رسول اللہ ﷺ فی ھذا المسجد اذا قال الا مام ولا الضالین سمعت لھم رجة با مین". (فتح بحوالہ بیہقی) (۳) یعنی میں نے اسی مسجد (بیت اللہ شریف) میں دوسو صحابیوں کو پایا کہ جب امام ولا الضالین کہتا تو میں سنتا کہ ان کی آمین

---

(۱) موطا امام محمد صـ ۱۰۵ باب آمین فی الصلوٰۃ

(۲) بخاری ج ۱ صـ ۱۰۷ باب جھر الامام بالتامین / السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۲ صـ ۵۹ باب جھر الامام بالتامین

(۳) السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۲ صـ ۲۹ باب جھر الامام بالتامین

کی آوازیں گونج پیدا کر دیتی تھیں یہ ایک حدیث قائم مقام دوسو حدیثوں کے ہے کیوں کہ دوسو صحابیوں سے اونچی آواز سے آمین کہنا ثابت کر رہی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت امام عطاء حضرت امام ابوحنیفہ کے استاد مشہور ہیں۔

آہستہ آمین کی دوسری دلیل کے ستائیس جوابات

۲- اس کے بعد جناب نے آیت قرآن ادعوا ربکم تضرعا وخفیة وارد کی ہے پکارو اپنے رب کو اس حال میں کہ عاجزی کرنے والے ہو اور پوشیدہ، مطلب آپ کا یہ ہے کہ آمین دعا ہے اور ہر دعا کو آہستہ پڑھنے کا خدا کا حکم ہے تو آمین بھی آہستہ کہنی چاہئے، اس کی بابت سنئے اول تو تضرعاً کے معنی جو جناب نے لکھے ہیں اس کے علاوہ اور مطلب بھی مروی ہے سنئے تفسیر عباسی میں ہے " ای علانیة " یعنی پکارو اپنے رب کو ظاہر اور پوشیدہ یعنی بلند آواز سے، اور آہستہ آواز سے، پس جبکہ تضرعا کی تفسیر ہی علانیة مروی ہے تو ثابت ہو گیا کہ آمین اونچی بھی کہنی چاہئے، اور نیچی بھی۔ یہی مذہب اہل حدیث کا ہے کہ جن نمازوں میں اونچی آواز سے قرات پڑھی گئی ہے ان میں آمین بھی اونچی کہے اور جن میں پست پڑھی گئی ہے ان میں آمین پست آواز سے کہنی چاہئے، یہی تفسیر کلبی میں ہے تضرعا علانیة تفسیر زاہدی میں ہے اے ہم بہ ظاہر وہم باطن۔ تفسیر حسینی میں ہے از روئے زاری بہ آشکارا۔ تفسیر جلالین میں ہے " تدعونه تضرعا علانیة " اور تفسیر مدارک میں آیت " تدعونه تضرعا کی تفسیر میں ہے " معلنین تضرعا " بیضاوی میں اسی آیت کی تفسیر میں " معلنین ومسرین او اعلانا واسرار " تفسیر معالم مین ہے ای علانیة ان حوالوں سے خوب واضح ہو گیا کہ اگر یہ آیت دعا کے بارے میں بھی مان لی جائے تو بھی اس میں خفیہ علانیہ دونوں موجود ہیں۔ مولوی صاحب یاد رہے تضرعاً کے مفہوم میں اعلان لغۃً بھی ہے پس آپ حضرات کا اس

سے استدلال کرنا بالکل نادرست ہے، بلکہ میں بتاؤں کہ اس آیت کے علاوہ قرآن پاک میں ایک اور آیت بھی ہے جس سے اونچی آواز سے آمین کہنا ثابت ہے ارشاد ہے" وَلاَ تَجْهَرْ بِصَلوٰتِكَ وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا وَا بْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً "
(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ نہ تو دعا کو بہت بلند آواز سے مانگو نہ بہت پست آواز سے، بلکہ درمیانی اونچی آواز سے دعا مانگا کرو ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر (۲) (انها نزلت فی الدعاء) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نزلت فی الدعاء یعنی یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت مجاہد، سعید بن جبیر، ابوعیاض، مکحول، عروہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن شداد سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں ہے اور سنئے! اگر آپ کی پیش کردہ آیت کو دعا کے دل میں پڑھ لینے کے بارے میں ہی مان لیا جائے تو ہر دعا کو دل میں پڑھنا فرض اور اونچی آواز سے پڑھنا حرام ہوگا حالانکہ آمین کے علاوہ بیسیوں دعائیں ہیں جن کو خود حنفی اونچی آواز سے پڑھتے ہیں سنئے! اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے وَلاَ الضَّالِّيْنَ تک دعا ہے اور اسے حنفی امام بھی بلند آواز سے تین نمازوں میں پڑھتا ہے پھر اسے کیوں نہیں روکا جاتا؟ اور سنئے شامی (۳) میں ہے "وان نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلوٰة الجهر" یعنی فرض نماز میں دعا قنوت جب امام بآواز بلند پڑھے۔ فرمایئے یہاں اس آیت پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا اور آواز کیوں نہیں دبائی جاتی؟ اور حرمت کا کام کیوں کیا جاتا ہے؟ علاوہ اس کے تمام حنفیہ عموماً اللّٰهم انت السلام آخر تک نمازوں کے بعد بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں؟ کیا یہ دعا نہیں؟ اور کیا بقول آپ کے ہر دعا کو خفیہ

(۱) بنی اسرائیل ۱۷/۱۱۰
(۲) تفسیر ابن کثیر ج۳ ص ۹۵ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی کویت
(۳) ردالمحتار ج۲ ص ۴۴۸ مطلب فی القنوت النازلة

پڑھنے کا حکم نہیں؟ یا صرف آمین سے ہی حسد ہے، اسی طرح صرف راجکوٹ ہی نہیں سارے کاٹھیاواڑ میں فرض وسنت وغیرہ سے فارغ ہو کر امام اونچی اونچی آواز سے چیخ چیخ کر دعائیں مانگتا ہے اور سب لوگ ہاتھ اٹھا کر اس کے پیچھے آمین آمین کہتے رہتے ہیں اور وہ بھی عمداً بلند آواز سے ہی کہتے ہیں، فرمایئے! یہ حرام کیوں ہورہا ہے؟ پھر اس کے بعد دوسرا فاتحہ پڑھتے ہیں جو محض بدعت ہے اور حنفی مذہب کی کسی فقہ کی کتاب میں بھی اس کا وجود نہیں، افسوس یہ ملا مولوی ان بدعتوں کو تو نہیں روکتے اور یہ سنت انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی اس کے حسد میں آتش زیر پا ہو رہے ہیں۔ حنفی دوستو! اس آیت کا مطلب تم نے ہی سمجھا، یا رسول اللہ ﷺ بھی سمجھے تھے آپ نے خود آمین اونچی کہی، آپ کے صحابہ نے کہی، تابعین نے کہی، قرآن کی یہ آیت موجود تھی پھر کیا اس کا مطلب اللہ کے نبی ﷺ سمجھے ہی نہ تھے؟ ذرا غور کرو اور اپنے ایمان کو ٹٹولو اگر واقعی اس آیت میں آمین آہستہ کہنے کا حکم ہوتا تو پھر اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے فرمان کے خلاف کیوں کرتے؟ نبی کریم ﷺ سے نہ صرف آمین بلکہ اور بھی بہت سی دعاؤں کا بلند آواز سے پڑھنا ثابت ہے۔ حضرت ام سعیدؓ فرماتی ہیں میں نے سنا حضور ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے **اللّٰھم طھر قلبی** حضرت ابوسعید ؓ فرماتے ہیں میں نے سنا آپ یہ دعا مانگتے تھے **اعوذ باللّٰہ من الکفر** (۱) اور بھی اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں پس یہ آیت اپنے عموم پر نہ رہی اور آمین کو اونچی آواز سے کہنا حضور ﷺ سے ثابت ہے، پس اس سے وہ بھی مستثنیٰ اور مخصوص ہو گیا، اسی طرح قرآن پاک کی وہ تمام دعائیں جو قرأت پڑھنے میں آتی ہیں سب جہری نمازوں میں جہر سے پڑھی جاتی ہیں۔ عین حالت نماز میں جہری اور سری دونوں میں خود نبی اللہ ﷺ سے ہاتھ اٹھا کر اونچی آواز سے دعا مانگنا بالکل صحیح

---

(۱) نسائی ج۲ صـ ۲۶۹ "عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ انه کان یقول اللھم انی اعوذبک من الکفر والفقر"

حدیثوں سے ثابت ہے ملاحظہ ہو بخاری ومسلم کی قنوت کی حدیثیں۔(۱)

حنفیوں کی پست آمین کی تیسری دلیل کے بیس جوابات

۳- راجکوٹی رسالہ میں دلیل یہ دی ہے کہ "حضور ﷺ نے کہا آمین پس آہستہ کہا آپ نے آمین کو، حدیث حسن اور صحیح ہے" (۲) مجھے خیال آتا ہے کہ آخران لوگوں کو خدا کا ڈر بھی ہے یا نہیں؟ حدیث کے الفاظ نقل نہ کر کے اپنی حسب منشاء وہ کر دیا جو الفاظ حدیث میں نہیں اور صرف اس لئے کہ الفاظ کا صحیح ترجمہ ہی اس دلیل کو حنفیہ کے لئے دلیل نہیں رہنے دیتا۔ پھر لکھ دیا کہ حسن صحیح ہے حالانکہ امام ترمذیؒ نے نہ اسے صحیح کہا ہے نہ حسن کہا ہے صحیح اور حسن تو ایک طرف امام ترمذیؒ تو فرماتے ہیں "سمعت محمدا يقول حديث سفيا ن اصح من حديث شعبة في هذا واخطأ شعبة في مواضع من هذا الحديث فقال عن حجر ابي العنبس وانما هو حجرا بن العنبس ويكنى ابا السكن وزاد فيه عن علقمة بن وائل وليس فيه عن علقمة وانما هو حجر بن عنبس عن وائل بن حجر و قال وخفض بها صو ته وانما هو مد بها صوته (۳) یعنی امام ترمذی فرماتے ہیں میں نے حضرت امام بخاریؒ سے سنا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت سفیان والی حدیث جس میں اونچی آواز سے آمین کہنا ہے زیادہ صحیح ہے

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ / مسلم ج ۱ ص ۲۳۷
(۲) حدیث کے الفاظ یہ ہیں "ان النبی ﷺ قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال أمين وخفض بهاصوته . ترمذی ج ۱ ص ۵۸ باب ماجاء في التامين الفتح الربانی ج ۳ ص ۲۰۵ خفى بها صوته / ابوداؤد الطيالسی ج ۲ ص ۱۳۸ عن وائل بن حجر ./دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۴
(۳) ترمذی ج ۱، ص ۵۸

بہ نسبت شعبہ کی حدیث کے، بلکہ شعبہ نے تو اس حدیث کے بیان کرنے میں کئی غلطیاں کی ہیں حجر ابوالعنبس کہا ہے حالانکہ اصل میں حجر بن عنبس ہے اور ان کی کنیت ابوالسکن ہے۔ اسی طرح علقمہ بن وائل کا وہ ذکر کرتے ہیں حالانکہ دراصل سند میں حضرت علقمہ ہیں ہی نہیں اور ایک غلطی یہ ہے کہ کہتے ہیں آمین کے ساتھ اپنی آواز پست کی حالانکہ دراصل یوں ہے کہ آمین کے ساتھ اپنی آواز بلند کی، پس امام ترمذیؒ تو اس حدیث کو بالکل خطا اور غلط کہتے ہیں اور مصنف حسن صحیح لکھتے ہیں۔ اب میں خود آپ کو آپ کی اگلی تحریر یاد دلاتا ہوں جو آپ نے اپنی اسی کتاب کے ص:۱۶ پر لکھی ہے مطلب یہ ہے کہ اہل حق میں سے کوئی ان بزرگ محدثین پر خلاف حق کا الزام نہیں لگا سکتا، پس یہ حدیث تو پایۂ اعتبار سے گر گئی۔ ہاں البتہ بلند آواز سے آمین کہنے کی حدیث کو امام ترمذیؒ حسن لکھتے ہیں۔ (۱) اسی طرح آپ کے مذہب کی کتاب عمدہ الرعایۃ میں پست آواز کی آمین کی نسبت لکھا ہے "ان فی سندہ خدشة وخطاء من شعبة احد رواته والصحیح فجهر بها" (۲) یعنی اس کی سند میں خدشہ اور خطا ہے شعبہ راوی کی طرف سے اور صحیح یہ ہے کہ بلند آواز سے آپ نے آمین کہی اور آپ کے مذہب کے مجتہد امام ابن الہمام نے ہدایہ کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ منقطع اور معلول ہے۔ (۳) اور لکھتے ہیں" و قد

---

(۱) ملاحظہ ہو ترمذی ج ۱ ص ۵۷ باب ماجاء فی التامین

(۲) عمدة الرعاية حاشيه شرح وقايه ج ۱ ص ۱۴۶ / اور آگے اسی کتاب میں یہ عبارت بھی ہے وقد ثبت الجهر عن رسول الله ﷺ باسانید متعددة يقوى بعضها بعضا......... وعن جمع من اصحابه .... ولهذا اشار بعض اصحابنا كابن الهمام فى فتح القدير وتلميذه ابن امير حاج فى حلية المحلى فى شرح منية المصلى الىٰ قوة رواية اور رسول اللہ ﷺ سے بلند آواز سے آمین کہنا متعدد ایسی سندوں سے ثابت ہے جو ایک دوسرے کو تقویت پہونچاتی ہیں اور آپ کے اصحاب سے بھی یہ ثابت ہے اسی لئے ہمارے بعض علماء نے بھی مثلاً ابن الھمام نے فتح القدیر میں اور ان کے شاگرد ابن امیر حاج نے حلية المحلى فى شرح منية المصلى میں آمین بالجہر کی روایتوں کو قوی بتایا ہے۔

(۳) فتح القدير ج ۱، ص:۳۵۷

روی البیھقی عن شعبۃ فی الحدیث رافعا صوتہ" (۱)یعنی بیہقی میں انہی حضرت شعبہ سے یہ روایت مروی ہے اوراس میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے آمین کے ساتھ اپنی آواز بلند کی۔اسی طرح لکھتے ہیں کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا کیوں کہ "انہ ولد بعد موت ابیہ بستۃ اشھر" (۲)یعنی وہ تو اپنے باپ کے انتقال کے چھ مہینے بعد پیدا ہوئے پھر اپنے باپ سے کیسے سنتے ؟اسی طرح آپ کے مسلم بزرگ بحرالعلوم ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں"وھو ضعیف جدا"(۳)یعنی یہ حدیث بالکل ضعیف ہے۔

علاوہ ان باتوں کے ایک یہ بات بھی یاد رکھئے کہ راوی حدیث کہتے ہیں نبی ﷺ نے آمین کہی اوراس کے ساتھ اپنی آواز پست کی جس سے صاف ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے آپ کا آمین کہنا سنا۔نہ سنتے تو کس طرح کہتے کہ آپ نے آمین کہی،کوئی شخص دل میں جو چاہے کہہ لے دوسرے کو کیا خبر کہ کیا کہا؟پس حنفیہ جو کہتے ہیں کہ دل میں آمین کہہ لے ان کے پاس دراصل کوئی ٹوٹی پھوٹی دلیل بھی نہیں کیوں کہ اس حدیث سے بھی آمین بآواز بلند کہنا ثابت ہوتا ہے۔اب جو مولوی کا بیان ہے کہ اس کے ساتھ آواز پست کی اس کے یہ معنی ہیں کہ جس بلند آواز سے آپ قرأت پڑھ رہے تھے اس قدر بلند آواز سے آمین نہیں کہی بلکہ قدرے اس

---

(۱) فتح القدیر، ج ۱، صہ ۳۵۷ "رافعا صوتہ کا لفظ بیھقی ج ۲ صہ ۵۸ میں ہے۔

(۲) ملاحظہ ہو نصب الرایہ ج ۱ صہ ۳۷۰

(۳) مکمل عبارت یوں ہے" اما الاسرار بالتامین فھو مذھبنا ولم یروفیہ الامارویٰ الحاکم "عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ انہ صلی مع رسول اللہ ﷺ فاذا بلغ ولاالضالین قال اٰمین واخفی بھا صوتہ"، وھو ضعیف(ارکان اربعۃ بحوالہ مرعاۃ ج ۳ صہ ۱۵۴)یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے لیکن اسرار بالتامین کے ثبوت میں صرف ایک حدیث ہے جسے حاکم نے علقمہ بن وائل عن ابیہ روایت کیا ہے اور وہ بھی ضعیف ہے حدیث یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ ولا الضالین پر پہونچے تو آپ نے آہستہ سے آمین کہا۔

سے پست آواز تھی اور اگر دل میں ہی کہہ لیتے تو نہ کوئی سنتا نہ آکے بیان کرتا۔ دوسری روایت میں صاف آچکا ہے کہ یہ آواز آپ کی اتنی بلند ہوتی تھی کہ پہلی صف کے لوگ سن لیا کرتے تھے (۱) گو کبھی کبھی بہت بلند آواز سے بھی کہنا مروی ہے جیسے کہ ابن راہویہ نے روایت کی ہے کہ آپ اس زور سے آمین کہتے کہ عورتیں بھی سن لیتیں (۲) اس بات کی اور دلیل کہ شعبہ والی روایت میں راوی نے آمین سنی۔ دارقطنی کی یہ حدیث ہے کہ فسمعته حین قال غیر المغضوب علیهم و لا الضالین قال آمین و اخفیٰ بها صوته (۳) یعنی میں نے سنا کہ حضور ﷺ نے غیر المغضوب علیهم و لا الضالین کہہ کر آمین کہی اور اس کے ساتھ اپنی آواز پست کی پس صاف روشن ہوگیا کہ پست آواز کے یہی معنی ہیں کہ بہت بلند آواز نہ تھی بلکہ درمیانہ آواز تھی اور یہی آپ کے مجتہد ابن الہمام نے بھی فتح القدیر میں لکھا ہے (۴) (ملاحظہ ہو میری کتاب دلائل محمدی حصہ اول) ناظرین یہ نہ بھولیں کہ مصنف نے خود اسی حدیث کو وارد کی ہے جملہ فسمعته کے معنیٰ ہی ہضم کر گئے کیوں کہ اس سے بھرم کھل جاتا تھا اور ہاں مولانا یہ تو فرمائیے کہ آپ کو اس حدیث سے کیا فائدہ، آپ کے امام صاحب کا تو یہ مذہب ہے کہ امام سرے سے

(۱) یہ روایت ابوداؤد وابن ماجہ میں اس طرح ہے "عن ابی هریرة قال کان رسول الله ﷺ اذا تلا غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال امین حتی یسمع من یلیه من الصف الاول (ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۳۴ باب التامین وراء الامام) ابن ماجه میں فیرتج بها المسجد کے الفاظ بھی ہیں (ابن ماجه ج ۱ صـ ۲۷۸ باب الجهر بآمین)

(۲) ملاحظہ ہو درایہ برحاشیہ هدایہ ج ۱ صـ ۱۰۷ / نصب الرایه ج ۱ صـ ۳۷۱ / مرعاة المفاتیح ج ۳ صـ ۱۵۲ / مجمع الزوائد ج ۲ صـ ۱۱۴

(۳) دارقطنی ج ۱ صـ ۳۳۴ اس حدیث کے بارے میں دارقطنی لکھتے ہیں " قال شعبة واخفی بها صوته یقال انه وهم فیه لان سفیان الثوری ومحمد بن سلمة بن کهیل وغیرهما رووه عن سلمة فقالوا ورفع صوته بآمین وهو الصواب .
شعبہ کی جو روایت سنن بیہقی میں ہے اس میں رافعاً صوته کا لفظ ہے (ملاحظه هو السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۲ صـ ۵۸ باب جهر الامام بالتامین)

(۴) فتح القدیر ج ۱ صـ ۳۵۷

آمین کہے ہی نہیں نہ پست نہ بلند(۱) جیسا کہ پہلے گذرا اور مؤطا محمد میں بھی مذکور ہے بلکہ آپکے مذہب میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ مقتدی بھی ان نمازوں میں آمین نہ کہے جن میں پست قرأت پڑھی جاتی ہے گو امام سے سن بھی لے، ملاحظہ ہو شامی جلد۱(۲) بلکہ اسی کتاب میں ہے کہ اگر امام نے بلند آواز سے قرأت پڑھی اور مقتدی نے دور ہونے کی وجہ سے نہ سنی ہو تو وہ مقتدی بھی آمین نہ کہے چنانچہ لکھتے ہیں من کان بعیداً عن الامام لایسمع قرأ ته اصلا لایؤمن (۳)

بلند آواز کی آمین کی دلیل پر اعتراض اور اس کے چھ جوابات

ہاں جناب! یہ آپ نے کیا لکھ دیا کہ '' آمین اونچی آواز سے کہنے کی حدیث میں اضطراب ہے۔ کیوں کہ وائل بن حجر سفیان سے روایت کر کے یہ الفاظ بیان کرتا ہے اور شعبہ سے جو روایت کرتا ہے اس میں لفظ ''خفیا صوته'' ہے۔'' اولاً تو بندۂ خدا یہ خفیاً کیا لفظ ہے؟ صحیح لفظ خفی ہے۔ پھر اس کے کیا معنیٰ کہ وائل بن حجر سفیان سے روایت کرتا ہے۔ حضرت وائل بن حجرؓ تو صحابی ہیں اور حضرت سفیان تو ان کے شاگرد کے شاگرد ہیں آپ نے انہیں صحابی کا استاد بنا دیا، اتنی تو آپ کو اور آپ کے سارے معاونین کو تمیز نہیں اور چلے ہو حنفی مذہب کی حمایت میں رسالے لکھنے کو۔

خود تیرنا نہیں جانتے اور حنفی مذہب کی منجدھار میں پڑی ہوئی ناؤ کو سخت طوفان سے بچانے کے لئے چلے ہیں فسبحانه مااعظم شانه اور غضب دیکھئے

(۱) ملاحظہ ہو موطا محمد صـ۱۰۵ باب آمین فی الصلوٰۃ۔ الفاظ یہ ہیں '' فاما ابو حنیفة فقال یومن من خلف الامام ولایومن الامام ''

(۲) ردالمختار ج۲ ص۱۹۵ الفاظ یہ ہیں ''لایومن الماموم فی السریة ولوسمع الامام .

(۳) ردالمحتار ج۲ صـ۱۹۶

کہ حضرت سفیان کا شاگرد ایک صحابی کو بنا کر پھر انہیں حضرت شعبہ کے شاگرد بتلاتے ہیں فاف لکم۔ پھر اس سمجھ پر خدا کی مار کہ ایک لفظ دو طرح سے مروی ہونے کو یہ اور ان کے بڑے، اضطراب بتلاتے ہیں، حالاں کہ دوسرا طریقہ اور دوسرا لفظ ثابت ہی نہیں وہ تو صرف شعبہ کی خطا ہے، جیسے ہم اوپر لکھ آئے اور خود شعبہ قائل ہیں، پس آمین اونچی کہنے کی حدیث میں کوئی اضطراب نہیں، پھر ان کی جرأت دیکھئے جھٹ سے لکھ مارا کہ جملہ محققین کے نزدیک یہ حدیث نا قابل استدلال ہے۔ کیوں بھائی! جن حضرات نے اس کی صحت کی، جن حضرات نے ان سے مسئلہ لیا، کیا وہ سب آپ کے نزدیک محقق نہ تھے؟ آپ کے ہم مذہب بزرگوں کے اقوال کچھ تو اوپر نقل کر دیئے ہیں کچھ دلائل محمدی حصہ اول میں گذر چکے ہیں امام ترمذیؒ وغیرہ محدثین کے اقوال بھی نقل ہو چکے ہیں کیا وہ سب آپ کے نزدیک محققین میں سے نہیں؟ امام ترمذی کہتے ہیں بہت سے صحابہ بہت سے تابعین اور بہت سے ان کے بعد والے کہتے ہیں کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہئے پست نہ کہے. وبہ یقول الشافعی واحمد واسحٰق (۱) امام شافعیؒ امام احمد اور امام اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے پس اس حدیث سے استدلال کرنے والے یہ تمام صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین سب کے سب آپ کے نزدیک محقق نہ تھے؟ پہلے تو آپ ان تمام حضرات کو ناسمجھ، نادان وغیرہ لکھ چکے، ہیں یہاں یہ لکھا اور حضرت وائل بن حجرؓ جیسے صحابی کو تو تکار سے یاد کیا اور اس جہالت پر تو بار بار ہنسی آتی ہے کہ وائل سفیان سے روایت کرتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی کے دادا سے کہے کہ تیرا باپ تیرا پوتا ہے، واہ رے علمیت!

---

(۱) امام ترمذی لکھتے ہیں "وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین ومن بعد ھم یرون ان یرفع الرجل صوتہ بالتامین ولایخفیھا وبہ یقول الشافعی واحمد واسحاق (ترمذی ج ۱ صـ ۵۷ - ۵۸)

حنفیہ کی پست آمین کی چوتھی مکرر دلیل اور اس کے پانچ جوابات

۴- دلیلوں کا نمبر بڑھانے کے لئے پھر مصنف صاحب نے اسی حدیث کو بحوالہ دار قطنی نقل کر دیا اور ایک کو دو بنانے کی اور دوسروں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی چال چلی، حالاں کہ امام دار قطنی نے بھی اس حدیث کو وارد کر کے امام ترمذی کی طرح لکھ دیا ہے وھم فیه یعنی شعبہ کو اس میں وہم ہو گیا ہے(۱) اور آمین اونچی آواز سے کہنے کی حدیث وارد کر کے امام دار قطنی کہتے ہیں ھذا صحیح (۲) یعنی یہ حدیث صحیح ہے پھر دوسری روایت اونچی آواز سے آمین کہنے کی وارد کر کے لکھتے ہیں ھذا اسناد صحیح (۳) یعنی اس کی اسناد صحیح ہے، پھر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت نقل کی ہے جس میں بلند آواز سے آمین کہنا مروی ہے اس کی بابت لکھتے ہیں ھذا اسناد حسن (۴) یہ اسناد حسن ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ اسی پر عمل درآمد ہے مذہب حنفی کا۔ اس کی بابت گذارش ہے کہ حنفی مذہب کے بزرگ تر لوگوں سے

---

(۱) ملاحظہ ہو دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۴ اور حاشیہ میں لکھا ہے اذا خالف شعبة سفیان فالقول قول سفیان جب شعبہ کی حدیث سفیان کے مخالف ہو تو سفیان ہی کی حدیث قابل اعتبار مانی جائے گی۔

(۲) وہ حدیث یہ ہے عن وائل بن حجر" قال سمعت النبی ﷺ اذا قال غیر المغضوب علیهم و لاالضالین قال امین یمد بها صوته" (دار قطنی ج ۱ ص: ۳۳۴)

(۳) اشارہ اس حدیث کی جانب ہے" عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه قال صلیت خلف رسول الله ﷺ قال فلما قال و لاالضالین قال امین مد بها صوته" هذا اسناد صحیح (ایضاً)

(۴) یعنی یہ حدیث: عن ابی هریرة قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من قراۃ ام القرآن رفع صوته وقال امین هذا اسناد حسن (ایضاً)

میں نے اپنے رسالہ دلائل محمدی حصہ اول میں اس کے خلاف ثابت کیا ہے۔مزید سنئے! مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی حنفی اپنے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص۶ میں اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس کھڑا ہوا رفع یدین یا آمین بالجہر کرتا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہ آئے گی؟ آپ لکھتے ہیں'' کچھ خرابی نہ آئے گی ایسا تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بالحدیث ہیں'' ناظرین کرام! مولوی صاحب راجکوٹی کے ترکش کے تیر ختم ہوئے اور آپ نے دیکھ لیا کہ ایک بھی حدیث صریح صحیح مرفوع وہ ایسی پیش نہیں کر سکے جس میں ہو کہ آمین دل میں کہہ لیں (۱) اب میں یہاں پر ایک پر مغز تحریر لکھتا ہوں یقین ہے کہ اس سے ہمارے حنفی بھائی عبرت حاصل کریں گے۔

---

(۱) آہستہ آمین کہنے کے مزید دلائل مع جوابات۔

۱- حنفیہ نے آہستہ آمین کہنے کی دلیل میں حضرت وائل بن حجر کی اس حدیث کو پیش کیا ہے جسے ترمذی، احمد، ابوداؤد الطیالسی، ابویعلی، طبرانی اور دارقطنی نے نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''ان النبی ﷺ قرأ غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقال امین و خفض بھا صوتہ (ترمذی ج ۱ ص ۵۸ باب ماجاء فی التامین / الفتح الربانی ج۳ ص ۲۰۵ (خفی بھا صوتہ) ابوداؤد الطیالسی ج۲ ص ۱۳۸ / دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۴

جواب: یہ حدیث ناقابل استدلال ہے کیونکہ اس حدیث کی سند و متن دونوں میں اضطراب ہے، سند کے اضطراب کو امام ترمذی نے بیان کر دیا ہے اور بتایا ہے کہ شعبہ سے اس کی سند میں دو غلطیاں واقع ہوئی ہیں، ۱- انھوں نے حجر ابوالعنبس کہا ہے حالانکہ یہ حجر بن عنبس ہیں اور ان کی کنیت ابوالسکن ہے، ۲- سند میں علقمہ بن وائل کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ سند میں علقمہ ہیں ہی نہیں، (ملاحظہ ہو ترمذی ج۱ص:۵۸ باب ماجاء فی التامین) متن میں اضطراب یہ ہے کہ کبھی رافعاً صوتہ......کہا۔ہے جیسا کہ سنن بیہقی میں موجود ہے اور کبھی ''اخفیٰ بھا صوتہ'' کہا ہے جیسا کہ احمد ابوداؤد الطیالسی، طبرانی، دارقطنی اور حاکم میں موجود ہے اور کبھی'' یخفض بھا صوتہ'' کہا ہے جیسا کہ حاکم نے اوائل التفسیر میں لکھا ہے علاوہ ازیں اخفیٰ بھا صوتہ یا یخفض بھا صوتہ کو صرف شعبہ نے سلمہ بن کھیل سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے اور اس بارے میں ان کی نہ کسی ثقہ نے متابعت کی ہے

::::::::

....

:::::::: اور نہ ضعیف نے، بلکہ اس کے برخلاف شعبہ نے سلمہ بن کھیل کے اصحاب میں سے تین ثقہ اور ایک ضعیف کی مخالفت کی ہے ثقہ میں سے ایک سفیان ثوری ہیں جو شعبہ سے احفظ ہیں انھوں نے اس حدیث کو سلمہ بن کھیل سے "رفع بها صوته" کے الفاظ سے نقل کیا ہے، اور یحیی قطان و یحیی بن معین نے کہا ہے کہ جب شعبہ اور سفیان کے قول مختلف ہوں تو سفیان ہی کا قول معتبر ہوگا۔ الفاظ یہ ہیں ''اذا خالف شعبه سفيان فالقول قول سفيان '' ملاحظہ ہو التعلیق المغنی علی الدار القطنی ج۱ص۳۳۵/نصب الرایہ ج۱ص:۳۶۹

دوسرے ثقہ علی بن صالح ہیں انھوں نے اس حدیث کو سلمہ بن کھیل سے "فجهر بآمين" کے الفاظ سے روایت کیا ہے جیسا کہ ابوداؤد ص:۱۳۵ باب التامين وراء الامام میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

تیسرے ثقہ علاء بن صالح ہیں امام ترمذی نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ علاء بن صالح اسدی نے سلمہ بن کھیل سے سفیان کی روایت کی طرح روایت کیا ہے اور علاء بن صالح ثقہ ہیں (ملاحظہ ہو ترمذی ج۱ص:۵۸)

اور ضعیف راوی محمد بن سلمہ بن کھیل ہیں امام دارقطنی نے شعبہ کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ''هكذا قال شعبه واخفىٰ بها صوته ويقال انه وهم لان سفيان الثورى ومحمد بن سلمه وغيرهما رووه عن سلمه بن كهيل فقالوا ورفع صوته بآمين " وهو الصواب (دارقطنی ج۱ص۳۳۴) یعنی شعبہ نے "واخفى بهاصوته" کہا ہے جبکہ یہ ان کا وہم ہے کیونکہ سفیان ثوری محمد بن سلمہ وغیرھما نے اس حدیث کو سلمہ بن کھیل سے نقل کیا ہے اور انھوں نے رفع صوته بآمين کہا ہے اور یہی درست ہے (دارقطنی ج۱ص۳۳۴)

ابن القطان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں" هذا الحديث فيه اربعة امور احدهما اختلاف سفيان وشعبة فشعبة يقول خفض، وسفيان الثورى يقول رفع، الثانى اختلافهما فى حجر فشعبة يقول حجر ابوالعنبس والثورى يقول حجر بن عنبس وصوب البخارى وابوزرعه قول الثورى، والثالث ان حجرا لايعرف حاله فان المستور الذى روى عنه اكثر من واحد مختلف فى قبول حديثه . والرابع اختلافهما ايضا فجعله الثورى من رواية حجرعن وائل وجعله شعبة من رواية حجر عن علقمة بن وائل وصحح الدارقطنى رواية الثورى .... والحديث الى الضعف اقرب منه الى الحسن (ملاحظه هو نصب الرايه للزيلعى ج ۱ صـ: ۳۷۰) ::::::::

....

:::::::۲-حنفیہ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں سمرۃ بن جندب کی اس حدیث کو بھی پیش کیا ہے "انہ حفظ عن رسول اللہ ﷺ سکتتین سکتۃ اذا کبر وسکتۃ اذا فرغ من قرأۃ غیر المغضوب علیھم ولاالضالین (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۳ باب السکتۃ عند الافتتاح) حنفیہ کہتے ہیں کہ دوسرا سکتہ آہستہ آمین کے لئے تھا۔

جواب: یہ دوسرا سکتہ آہستہ آمین کے لئے نہیں تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ زور سے آمین کہتے تھے اور آپ سے آہستہ آمین کہنا قطعاً ثابت نہیں ہے لہذا دوسرا سکتہ محض اس لئے تھا کہ مقتدی جان لیں کہ لفظ آمین قرآن کا جزء نہیں ہے یا دوسرا سکتہ تھوڑا آرام کرنے اور سانس بحال کرنے کے لئے تھا جیسا کہ قتادہ نے اس کو صراحۃً بیان بھی کیا ہے، سعید بن ابی مرودیہ کہتے ہیں کہ ہم نے قتادہ سے کہا نماز میں دو سکتہ کب ہوگا تو انھوں نے کہا سکتۃ اذادخل فی الصلوٰۃ وسکتۃ اذا فرغ من القرأۃ لیتراد الیہ نفسہ (امام الکلام ص ۴۳)

اور فتح المنان فی اثبات مذہب النعمان میں ہے" وقال عامۃ الحنفیۃ ان ھاتین السکتین بعد ثبوتھما لتصویر السورۃ و تقدیرھا واستراحۃ النفس علی طریق التعبد والتقرب ".(ملاحظہ ہو حاشیہ امام الکلام ص ۴۳)

علامہ نووی اذکار میں لکھتے ہیں "قال اصحابنا یستحب للامام اربع سکتات احدٰھن عقیب تکبیرۃ الاحرام . والثانیۃ بعد فراغہ من الفاتحۃ سکتۃ لطیفۃ بین آخر الفاتحۃ وبین آمین لتعلیم ان امین لیست من الفاتحۃ . والثالثۃ بعد امین سکتۃ طویلۃ بحیث یقرأ الماموم الفاتحۃ والرابعۃ بعد الفراغ من السورۃ .

۳-حنفیہ کی ایک دلیل یہ حدیث بھی ہے "اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیومکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقولوا امین، / مسلم ج ۱ ص ۱۷۴ باب التشھد فی الصلوٰۃ .

حنفیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام زور سے آمین نہیں کہے گا اس لئے کہ اگر امام کے لئے زور سے آمین کہنا جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ یہ نہ کہتے کہ جب امام ولاالضالین کہے تو آمین کہو۔

جواب: دوسری روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے " اذاامن الامام فامنوا" (بخاری) ج ۱ ص: ۱۰۸ باب الجھر بالتامین / مسلم ج ۱ ص: ۱۷۶ باب التسمیع والتحمید والتامین) یعنی جب امام آمین کہے تو آمین کہو اور مذکورہ مسلم کی روایت کا بھی یہی معنی ہے کہ جب امام ولاالضالین کہے اور آمین کہے تو تم بھی اس کی آمین کے ساتھ آمین کہو، اور اس حدیث کا یہی معنیٰ اس لئے ہے کہ روایتیں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، :::::::::

اس امت کے یہود

کون نہیں جانتا کہ آمین کہنے کی کس قدر فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو جس کی آمین کی آواز فرشتوں کی آمین سے موافقت کر جائے اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (۱) بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا کہ آمین

:::::::: اور آمین کہنے میں امام کی معیت یقینی طور پر اسی وقت ہوسکتی ہے جب امام زور سے آمین کہے، علاوہ ازیں امام بخاری نے باب جھر الامام بالتامین کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام زور سے آمین کہے گا۔

۴-حنفیہ نے حضرت عمرو حضرت علی کے اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے جسے طحاوی وابن جریر نے ابووائل سے روایت کیا ہے۔ "کان عمر وعلی لایجھران ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولابالتعوذ ولابآمین" (شرح معانی الآثار ج ۱ ص: ۱۵ باب قرأۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلوٰۃ)

جواب: یہ اثر انتہائی ضعیف ہے اس کی سند میں ایک راوی سعید بن مرزبان بقال ہیں جنہیں ابن معین نے "لایکتب حدیثہ" اور امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے اور یہ ایک مسلمہ ہے کہ امام بخاری جسے منکر الحدیث کہہ دیں اس سے روایت لینا درست نہیں ہے۔

۵-حنفیہ نے ابراہیم نخعی کے اس قول سے بھی استدلال کیا ہے "خمس یخفیھن الامام سبحانک اللّٰھم وبحمدک والتعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین واللّٰھم ربنا لک الحمد" (مصنف عبدالرزاق ج۲ ص:۸۷)

جواب: ابراہیم نخعی کا یہ قول احادیث صحیحہ کے مخالف ہے اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسا کہ شیخ عبدالحی لکھنوی نے سعایہ میں لکھا ہے۔ لکھتے ہیں "اما اثر النخعی ونحوہ فلایوازی الروایات المرفوعۃ" نخعی کا اثر روایات مرفوعہ کے ہم پلہ نہیں ہے۔

(۱) حدیث اس طرح ہے "عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ قال اذاقال الامام غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقولوا امین فانہ من وافق تامینہ تامین الملٰئکۃ غفرلہ ماتقدم من ذنبہ" (بخاری ج ۱ صـ ۱۰۸ باب جھر الماموم بالتامین / مسلم ج ۱ صـ ۱۷۶ باب التسمیع والتحمید والتامین / ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۳۵ / نسائی ج ۱ صـ ۱۰۷ / ترمذی ج ۱ صـ ۵۸ / دارمی ج ۱ صـ ۳۱۴ / ابن ماجۃ ج ۱ صـ ۲۷۷ باب الجھر بآمین ::::::::

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔(ا) طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ آمین کہنے سے دعا قبول ہوتی ہے۔ابویعلیٰ میں حدیث ہے کہ آمین نہ کہنے والا ایسا ہے جیسے ایک شخص مجاہدین کے گروہ میں ہو اور مال غنیمت کا حصہ نہ پائے ایک اور روایت میں ہے کہ آمین میرے سوا کسی کو نہیں دی گئی، ہاں البتہ حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا پر آمین کہی تھی، مگر تاہم مسلمانوں میں آج ایک فرقہ موجود ہے جو آمین کی آواز سے چڑتا ہے، طبلے کی تھاپ، سارنگی کے سر، باجوں کی آوازیں ان کو بھلی معلوم ہوتی ہیں لیکن آمین کی آواز کلیجے پر تیر کا کام دیتی ہے۔ایسے لوگوں کی نسبت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "ماحسد تکم الیھو د علیٰ شئ ماحسد تکم علی السلام و التامین" (۲) یعنی یہودی سلام اور آمین پر جس

:::::::: بخاری کی ایک روایت اس طرح ہے "اذا قال احدکم اٰمین وقالت الملٰئکةفی السماء اٰمین فوا فقت احدا هما الاخری غفرله ماتقدم من ذنبه" بخاری ج ا باب فضل التامین۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت یوں بھی ہے "اذا امن القاری فامنوا فان الملٰئکة تومن فمن وافق تامینه تامین الملٰئکة غفرله ماتقدم من ذنبه" (بخاری ج ۲ صـ ۹۴۷ کتاب الدعوات باب التامین / مسلم ج ا صـ ۱۷۶)

مسلم میں ایک روایت اس طرح ہے راوی کہتے ہیں "ان رسول اللہ ﷺ خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليومكم احدكم فاذا كبر فكبروا واذا قال غير المغضوب عليهم ولاالضالين فقولوا اٰمين يجبكم الله ....../ مسلم ج ا صـ ۱۷۴ باب التشهد فی الصلوٰة)

بخاری و مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں "اذا امن الامام فامنوا فان من وافق تامينه تامين الملٰئكة غفرله ماتقدم من ذنبه (بخاری ج ا صـ ۱۰۸ باب جهر الامام بالتامين / مسلم ج ا صـ ۱۷۶ باب التسميع والتحميد والتامين)

(ا) قائل ابوھریرہ اور ہلال بن یسار ہیں۔ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق ج ۲ صـ ۹۹)

(۲) ابن ماجه ج ا صـ ۲۷۸ باب الجهر بآمين

ابن خزیمہ میں ہے "ان اليهود قوم حسدوهم لايحسدونا على شيء كمايحسدونا على السلام وعلى اٰمين (ابن خزيمة ج ا صـ ۲۸۸ باب ذكر حسد اليهود المؤمنين على التامين)

قدر تمہارا حسد کرتے ہیں کسی اور چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے ، مسند امام احمد کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں ''وعلی قولنا خلف الامام امین ''(۱) یعنی ہمارا امام کے پیچھے آمین کہنا یہودیوں کو برا لگتا ہے طبرانی میں یہ الفاظ ہیں ''وقولهم خلف امامهم في المكتوبة آمين'' یعنی یہ حاسد یہودی مسلمانوں کے اپنے امام کے پیچھے فرض نمازوں میں آمین کہنے سے جس قدر چڑتے ہیں اس سے زیادہ کسی اور چیز سے نہیں چڑتے ، ظاہر ہے کہ جب تک آمین کی آواز کان میں نہ پڑے نہ اسے کوئی سن سکتا ہے، نہ اس پر حسد کر سکتا ہے، نہ اس سے چڑ سکتا ہے۔ پس ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آمین سے چڑنے والے، اسے برا بتانے والے یہود ہیں۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے ''ما حسدتكم اليهود على شيء ما حسدتكم على آمين فاكثروا من قول آمين ''(۲) یعنی یہودیوں نے تمہارا حسد کسی چیز پر اتنا نہیں کیا جتنا آمین پر، تم بھی آمین بہ کثرت کہا کرو۔

میں اپنے مضمون میں صرف یہ ثابت کرنا نہیں چاہتا کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہئے بلکہ میرا مطلب اس وقت یہ ہے کہ جو لوگ آمین کی آواز سے چڑتے ہیں اور نفرت کرتے ہیں انہیں بتاؤں کہ آمین کی چڑ نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ اکثر اس آواز کو ناپسند کرنے والے مقلد حنفی ہیں جو صرف اسی ایک مسئلہ پر لڑتے جھگڑتے ہیں، مارتے پیٹتے ہیں مقدمات قائم کرتے ہیں مساجد سے اہل حدیث کو نکالتے ہیں، ان مقلدین حاسدین کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنئے، حضور ﷺ فرماتے ہیں ''عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ

---

(۱) مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵

(۲) ابن ماجہ ج ۱ ص: ۸۶ باب الجهر بآمين - یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں ایک راوی طلحہ بن عمرو ہیں جو ضعیف ہیں۔

سیکو ن فی امتی رجا ل یدعون النا س الی اقوال امامھم ورھبا نھم و یحسدون المسلمین علی التا مین خلف الا ما م اولئک یھو د ھٰذہ الا مۃ اولئک یھو د ھٰذہ الا مۃ اولئک یھو د ھٰذہ الا مۃ" رواہ ابن قطان وصححہ ابن السکن (جمع الجوامع للسیوطی) حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو لوگوں کو اپنے امام کے اقوال کی طرف اور اپنے بزرگوں کے اقوال کی طرف بلائیں گے اور مسلمانوں سے امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کریں گے، یاد رکھو یہ لوگ اس امت کے یہود ہیں یہ لوگ اس امت کے یہود ہیں یہ لوگ اس امت کے یہود ہیں۔(۱)

برادران! آپ کو قسم ہے ایک مرتبہ اور اس حدیث کو پڑھ جایئے اور دیکھئے کہ اس کا مصداق کون فرقہ ہے؟ کیا حنفی المذہب حضرات آمین سے نہیں چڑتے ؟ کیا وہ لوگوں کو اپنے امام ابوحنیفہؒ اور اپنے بزرگ کتب فقہ کے مصنفین کے اقوال کی طرف نہیں بلاتے ؟ کیا وہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی مسلمان رہے؟ سنئے ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کی خدمت میں ایک روز بیٹھے ہوئے تھے کہ " فخط خطا وخط خطین عن یمینہ

(۱) مسند احمد کی ایک روایت اس طرح ہے "عن عائشۃ قالت بینا انا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ استاذن رجل من الیھود فاذن لہ فقال السام علیک فقال النبی ﷺ وعلیک قالت فھممت ان اتکلم قالت ثم دخل الثانیۃ فقال مثل ذلک فقال النبی ﷺ وعلیک قالت ثم دخل الثالثۃ فقال السام علیک قالت فقلت بل السام علیکم وغضب اللہ اخوان القردۃ والخنازیر أتحیون رسول اللہ ﷺ بمالم یحیہ بہ اللہ قالت فنظر الی فقال ان اللہ لایحب الفحش ولاالتفحش قالوا قولاً فرددناہ علیھم فلم یضرنا شیئا ولزمھم الی یوم القیمۃ انھم لایحسدونا علی شیء کما یحسدونا علی یوم الجمعۃ التی ھدانا اللہ لھا وضلوا عنھا وعلی القبلۃ التی ھدانا اللہ لھا وضلوا عنھا وعلیٰ قولنا خلف الامام اٰمین (مسند احمد ج٦ صـ ۱۳۵) ....

وخط خطین عن یسارہ ثم وضع یدہ فی الخط الاوسط فقال ھذا سبیل اللہ ثم تلا ھذہ الآیۃ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ " (۱) آپ نے ایک خط کھینچا اور دو خط اس کے دائیں جانب کھینچے اور دو خط اس کے بائیں طرف کھینچے پھر اپنا ہاتھ بیچ والی لکیر پر رکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ یہی ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی میری سیدھی راہ یہی ہے تم اسی کے موافق چلو اور راستوں پر نہ لگو ورنہ خدا کی راہ سے بہک جاؤ گے۔

میرے بھائیو! کیا اتنی صاف بات بھی ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایک سیدھی لکیر کو راہ خدا بتلانا پھر ٹھیک چار لکیریں اس کے ارد گرد کھینچنا اور ان چاروں کو بہکنے اور بھٹکنے کی راہیں بتانا کیا اس مصلحت کو ظاہر نہیں کرتا جو چار لکیروں میں تھی؟ خیر میرا مقصد تو یہ

:::::::: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہتی ہیں کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس تھے کہ ایک یہودی نے آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے اس کو اجازت دی اس نے آپ کے پاس آ کر کہا السام علیک (تم پر موت آئے) آپ ﷺ نے کہا وعلیک، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے بات کرنے کا ارادہ کیا لیکن کر نہ سکی دوسرا یہودی آپ کے پاس آیا اور یہی جملہ کہا اور آپ نے بھی اپنا وہی جملہ دہرایا، اس کے بعد تیسرا آیا اور وہی جملہ کہا حضرت عائشہ کہتی ہیں یہ سن کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے کہا تمہارے اوپر موت ہو اور اللہ کا غضب ہو، تم بندر اور سور کے بھائی ہو کیا تم رسول اللہ ﷺ سے ان الفاظ سے سلام کرتے ہو جن الفاظ سے اللہ آپ کو سلام نہیں کیا ہے، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ یہ سن کر آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا اور کہا اللہ تعالیٰ فحش اور فحش کو پسند نہیں کرتا ہے ان لوگوں نے ایک بات کہی ہے اور ہم نے اسی کو ان کی جانب لوٹا دیا ہے ان لوگوں کی بات نے ہم کو کچھ نقصان نہیں پہونچایا ہے اور میری دعا ان پر قیامت تک ان پر لازم ہوگئی یہ یہودی کسی چیز پر ہم سے اتنا حسد نہیں کرتے جتنا حسد ہم سے جمعہ کے دن پر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دن ہم کو دیا ہے اور یہ اس سے محروم ہیں اسی طرح یہ قبلہ پر بھی حسد کرتے ہیں جو ہمیں ملا ہے اور یہ محروم ہیں اور اسی طرح ہمارے امام کے پیچھے آمین کہنے پر بھی ان کو ہم سے حسد ہے۔

(۱) ابن ماجۃ ج ۱، ص ٦، باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ۔

تھا کہ یہ یہودیت ہے کہ اپنے امام کی رائے قیاس پر بھروسہ کر بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کو کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑنا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی ایسے مقلدین کی مذمت کرتے ہوئے انہیں نمونۂ یہود لکھتے ہیں ملاحظہ ہو الفوز الکبیر ص: ۵، "فان شئت ان تری انموذج الیھود فانظر الیٰ علماء السوء من الذین یطلبون الدنیا وقد اعتادوا تقلید السلف (الیٰ) کانھم ھم" (۱) یعنی تم اگر یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان برے علماء کو دیکھ لو جو اپنے پیشواؤں کی تقلید کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں (کتاب وسنت کو چھوڑے ہوئے ہیں) اگلے فقہ داں بکواسی اور قیاسی لوگوں کے پیچھے لگ گئے ہیں اور شارع معصوم ﷺ کے پاکیزہ فرامین، واہی باتوں اور فضول تاویلوں سے رد کر رہے ہیں) یہ یہود اور وہ یہوذ گو بالکل ایک ہی ہیں۔

امید کہ برادران احناف اس مضمون سے نصیحت حاصل کریں گے اور آمین کی چڑ سے بچیں گے۔ آمین کو اونچی آواز سے کہنے کے اور مزید دلائل جو صراحت وصحت

---

(۱) مکمل عبارت یوں ہیں "فان شئت ان تری انموذج الیھود فانظر الی علماء السوء من الذین یطلبون الدنیا وقد اعتادوا تقلید السلف واعرضوا عن نصوص الکتاب والسنة وتمسکوا بتعمق عالم وتشدده واستحسانه فاعرضوا عن کلام الشارع المعصوم وتمسکوا باحادیث موضوعة وتاویلات فاسدة کانھم ھم (الفوز الکبیر ص۱۰)

نوٹ: بعض نسخوں میں کانھم ھم کے بجائے کانت سبب ھلاکھم کے الفاظ ہیں
یعنی اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان بدترین علماء کو دیکھ لو جو دنیا طلبی میں مشغول ہیں اور اپنے پیشواؤں کی تقلید کو اپنی عادت بنالیا ہے اور کتاب وسنت سے منھ موڑ لیا ہے اور ایک ہی عالم وامام کے نرم گرم بھلے برے کلام کے پیچھے لگ گئے ہیں اور شارع معصوم کے کلام کو چھوڑ دیا ہے، اور موضوع احادیث اور فاسد تاویلات پر تمسک کئے ہوئے ہیں، پس یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور یہود بالکل برابر اور ایک ہی ہیں۔

والے ہیں اس کتاب کے ص:۱۴۵میں ملاحظہ فرمائیے۔

رفع الیدین نہ کرنے کے دلائل کی تردید

پہلی دلیل اور اس کے چھبیس جوابات

اس میں حنفی مولوی صاحب نے پہلی دلیل تو یہ دی ہے کہ ترمذی اور ابوداؤد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی نماز کا نمونہ بتاتے ہوئے نہ اٹھایا اپنے ہاتھوں کو مگر اول دفعہ میں (۱)'' پھر لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے، اگر اس سے یہ مطلب ہو کہ امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے یا امام ابوداودؒ نے۔ تو یہ تو محض جھوٹ ہے بلکہ ترمذی میں اور ابوداود میں اس حدیث پر جرح موجود ہے، ترمذی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں'' لم یثبت ''یعنی یہ حدیث ثابت نہیں (۲) امام ابوداؤدؒ اسی حدیث کو وارد کرنے کے بعد لکھتے ہیں لیس ہو بصحیح یعنی یہ حدیث صحیح نہیں۔ اب بہ قول آپ کے ان دونوں بزرگ محدثین کی آپ کو ماننی چاہئے یا آپ وہی مثل کریں گے کہ'' لینے کے وقت مچھلی اور دینے کے وقت کانٹے'' اپنے مطلب کی ہو تو لے لی خلاف دیکھی تو دامن جھاڑ الگ ہو گئے، امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں لم یثبت امام ابن حبان فرماتے ہیں یہ حدیث بے حد

---

(۱) ابن مسعود کی روایت یہ ہے۔
قال عبداللہ بن مسعود ألا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ / ترمذی ج ۱ ص ۵۹ باب رفع الیدین عند الرکوع / ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع / نسائی ج ۱ ص ۱۱۷ باب ترک رفع الیدین الرکوع وص ۱۲۰ باب الرخصۃ فی ترک ذلک / مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۲

(۲ ملاحظہ ہو ترمذی ج ۱ ص ۵۹ باب رفع الیدین عند الرکوع الفاظ یہ ہیں (لم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرۃ .

ضعیف ہے اوراس میں بڑی بڑی علتیں ہیں ۔(۱)علاوہ اس کے امام المحد ثین حضرت امام بخاریؒ نے بھی اس حدیث پر کلام کیا ہے پس یہ حدیث قابل استدلال نہیں اس کے راوی عبدالرحمٰن بن اسود اسے علقمہ سے روایت کرتے ہیں حالانکہ عبدالرحمٰن کا علقمہ سے سننا ثابت نہیں (عون المعبود)(۲) ہاں امام ترمذی رفع الیدین کرنے کی حدیث کو لائے ہیں اوراسے حسن صحیح بتلایا ہے ۔(۳) پھر صحیح حدیث کو چھوڑ کر غیر ثابت آپ کیوں لیں؟ پس یہ حدیث صحیح نہیں ۔ساتھ ہی صریح بھی نہیں اس میں یہ ذکر نہیں کہ حضور ﷺ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع الیدین کرتے تھے یا نہیں؟ پس ان دونوں حدیثوں میں یوں تطبیق ہوسکتی ہے کہ جن میں رفع الیدین کا ذکر ہے ان میں اثبات ہے، اور اثبات جب کہ نفی پر بھی مقدم ہوتا ہے تو عدم ذکر پر مقدم کیوں نہ ہوگا؟ گو عدم ذکر عدم شی کو مستلزم نہیں ۔اسی طرح جن میں رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے ان میں زیادتی بیان ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے ۔علاوہ ازیں یہ بھی مطلب اس حدیث کا ہوسکتا ہے کہ آپ نے ایک ہی مرتبہ رفع الیدین کیا پھر نہ کیا ۔یعنی تکبیر اولیٰ کے ساتھ دو تین مرتبہ رفع الیدین نہ کرنا چاہئے اور اگر یہی مطلب لیا جائے جو برادران احناف لے رہے ہیں تو نہایت ادب سے گذارش ہے کہ پھر آپ حضرات رکوع سے پہلے وتر میں رفع الیدین قنوت کے لئے کیوں کرتے

---

(۱) اس حدیث پر مکمل جرح دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو عون المعبود ج۱ ص ۲۷۳ / تحفۃ الاحوذی ج۲ ص ۹۳ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند

(۲) عون المعبود ج ۱ ص ۲۷۳ / تحفۃ الاحوذی ج۲ ص ۹۳

(۳) وہ حدیث یہ ہے ”عن سالم عن ابیه قال رأیت رسول اللهﷺ اذا افتتح الصلوٰة يرفع يديه حتى يحاذى منكبيه واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع وزاد ابن عمر فى حديثه وكان لايرفع بين السجدتين . قال ابو عيسى حديث ابن عمر حديث حسن صحيح .(ترمذی ج ۱ ص ۵۹ باب رفع اليدين عند الركوع)

ہیں؟ (۱) حالاں کہ وہ بالکل ثابت نہیں۔ تو اگر اس حدیث کے ہوتے ہوئے رکوع سے پہلے قنوت کے لئے رفع الیدین کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ جو رفع الیدین کسی حدیث سے ثابت نہیں پھر اس رفع الیدین کی ممانعت کیسے ہو جائے گی جو تواتراً رسول خداﷺ سے ثابت ہے۔ اور ہاں جناب یہ تو فرمائیے کہ عید کی نماز کی تکبیروں میں رفع الیدین کرنے کو جو آپ کے مذہب کے امام جائز بتلاتے ہیں وہ اس حدیث سے ناجائز کیوں نہ ہوگا؟ چنانچہ درمختار اور شامی جلد اول ص:۶۱۷ میں ہے "ویرفع یدیه فی الزوائد" (۲) یعنی عید کی زائد تکبیروں میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرلیا جائے، تعجب ہے کہ حنفیہ یہاں اس حدیث کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ ہاں جناب یاد رہے کہ یہ روایت گو حضرت عبداللہ سے ثابت تو نہیں لیکن آپ حضرات جبراً جب ثابت شدہ منوا رہے ہیں تو سنو حضرت عبداللہ نے یہاں بھول اور نسیان سے کام لیا ہے جس طرح اور بھی بعض مسائل میں آپ سے سہو ونسیان ثابت ہے، چنانچہ سورہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تمام مسلمانوں کے نزدیک قرآن کریم کی سورتیں ہیں لیکن حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن میں نہیں۔ (۳) رکوع کی حالت

---

(۱) فقہ حنفی میں ہے "وان اراد ان یقنت کبر ورفع یدیه وقنت جب قنوت پڑھنے کا ارادہ کرے تو اللہ اکبر کہے اور رفع الیدین کرے اور قنوت پڑھے۔ (هدایه ج ۱ ص ۱۴۵ باب صلوٰۃ الوتر / شرح وقایه ج ۱ ص ۱۷۰ - /د رمختار ج ۱ ص ۹۴ /

(۲) د رمختار ج ۱ ص ۱۱۶ / هدایه ج ۱ ص ۱۷۳ باب العیدین / شرح وقایه ج ۱ ص ۲۰۳ باب العیدین.

(۳) نصب الرایه ج ۱ ص ۳۹۸ / تحفة الاحوذی ج ۲ ص ۹۴

السنن الکبری للبیهقی ج ۲ ص ۸۱. "قد نسی ابن مسعود من القرآن، مالم یختلف المسلمون فیه بعد وهی المعوذتان، ونسی مااتفق العلماء علی نسخه کالتطبیق ونسی کیف قیام الاثنین خلف الامام ونسی مالم یختلف العلماء فیه ان النبی ﷺ صلی الصبح یوم النحر فی وقتها ونسی کیفیة جمع النبی ﷺ ::::

میں تطبیق کے قائل ہیں یعنی فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھ ملا کر گھٹنوں کے درمیان رکھ لے دونوں گھٹنوں پر دونوں ہاتھ لگ الگ نہ رکھے۔ فرماتے ہیں کہ جب دو مقتدی ہوں تو ایک امام کے بائیں جانب کھڑا رہے ایک دائیں جانب، پس ان مسائل میں جس طرح آپ نے غلطی کی اور سہو نسیان ہو گیا اسی طرح رفع الیدین کے مسئلہ میں اسی طرح اور مسائل بھی آپ کے تفرد کے ہیں مثلا وما خلق الذکر والانثیٰ کو والذکر والانثیٰ پڑھنا۔ اسی طرح مفوضہ کا حکم، اسی طرح صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنے کا حکم، اسی طرح جنبی کا تیمّم، اسی طرح کیفیت جمع نماز بعرفات اور سجدے میں کہنی اور بازو کا زمین پر ٹیکنا اور دس ذی الحجہ کی صبح کی نماز کا وقت وغیرہ (۱) پس جس طرح ان مسائل میں سہو ہو گیا اسی طرح رفع الیدین میں بھی، پس آپ کا یہ فرمان ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ان کے خلاف صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

اے حق پوش مولویو! اور اے امتی کی طرفداری میں نبی ﷺ کی دشمنی کرنے والو! اور اے ناحق کی حمیت میں اپنا نامہ اعمال سیاہ کرنے والو! یہ جو تم لکھا کرتے ہو اور تمہارے بڑوں نے بھی لکھا ہے کہ ترمذی میں رفع الیدین کرنے کا بھی باب ہے اور نہ کرنے کا بھی، دو باب ہیں، تمہیں تمہارے رب کی قسم اگر ذرا بھی تم میں دین و دیانت، ایمان و امانت ہے تو تم کو روٹی کھانی بھی حرام ہے جب تک ترمذی میں سے یہ دونوں

::::: بعرفة ونسي مالم يختلف العلماء فيه من وضع المرفق والساعدة على الارض في السجود ونسي كيف كان يقرأ النبي ﷺ وماخلق الذكر والانثىٰ۔
(۱) ملاحظه هو تحفة الاحوذي ج ۲ صـ ۹۴ /الجوهر النقي ج ۲ صـ ۸۰ نصب الرايه ج ۱ صـ ۳۹۵

ب نہ دکھادو۔ راجکوٹی مولوی تو کیا اگرا گلے پچھلے تمام کے تمام مدعیان حنفیت جمع ہو جائیں تاہم ترمذی شریف میں رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع الیدین نہ کرنے کا باب نہیں دکھا سکتے۔

ناظرین کرام! آپ کو بھی خدا کی قسم ہے ان مولویوں کے پاس جاؤ اوران سے کہو کہ وہ ترمذی میں سے یہ دوسرا باب ذرا دکھائیں تو سہی اور جب نہ دکھا سکیں تو سمجھ لو کہ جو لوگ اس قدر سفید جھوٹ بولنے پر دلیر ہیں وہ کیا معنیٰ بگاڑنے اور تاویلیں کرنے اور پوشیدہ خیانتیں کرنے اور غیر ظاہری بددیانتی کرنے میں ذرا بھی جھجھکیں گے؟ اور سنئے امام ترمذیؒ کا حسن کہنا ایک خاص معنی رکھتا ہے جو ان کی اپنی اصطلاح ہے انہوں نے خود اپنی کتاب کے آخر میں اس کی تصریح کی ہے کہ جس سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو، مخالف ثقہ نہ ہو سندیں اور بھی ہوں بس یہ حدیث ان کی اصطلاح میں حسن ہے(۱) گو اس کے کسی راوی میں حافظہ کی کمی ہو گو اس کا کوئی راوی مجہول ہو، گو مستور ہو وغیرہ پھر بھی امام ترمذی کے نزدیک وہ حسن ہے۔ اسی لئے میزان میں ہے" لا تغتر بتحسین الترمذی فعند المخالفة غالباً ضعاف" یعنی امام ترمذی کے حسن کہنے سے دھوکے میں نہ پڑنا اکثر ایسی حسن کہی ہوئی حدیثیں مخالفت کے وقت ضعیف نکلتی ہیں۔ پس آپ کا امام ترمذی سے اس کی تحسین نقل کرنا آپ کے لئے مفید نہیں دراصل یہ ضعیف ہے جیسے کہ اس کے ضعف کو ہم نے خوب اچھی طرح اس سے پہلے واضح کر دیا ہے اور خود کتاب ترمذی سے ہی جرح منقول کی ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔

---

(۱) الفاظ یہ ہیں کل حدیث یروی لایکون فی اسناده من یتهم بالکذب ولایکون الحدیث شاذاً ویروی من غیر وجه نحو ذلک فهو عندنا حدیث حسن (ترمذی ج ۲ صـ ۲۳۸ کتاب العلل)

رفع الیدین کے خلاف دوسری دلیل اور اس کے تیرہ جوابات

اسی طرح آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث حضرت براء سے مروی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت براء والی حدیث ابوداؤد میں موجود ہے اور وہیں امام ابوداؤد نے لکھ دیا ہے " ھذا الحدیث لیس بصحیح "(۱) یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے پھر اس میں بھی صراحت نہیں ہے اور اس کے بھی وہی جوابات ہو سکتے ہیں جو پہلے گذرے، علاوہ ابوداؤد کے ابن المدینیؒ، احمدؒ، دارقطنی اور بخاریؒ بھی اس حدیث کو ضعیف بتلاتے ہیں۔(۲) اس کے ایک راوی یزید بن زیاد ہیں جن کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا تھا اور مختلط ہو گئے تھے پہلے یہ اس حدیث میں یہ لفظ " ثم لا یعود " یعنی پھر نہ لوٹتے تھے بیان نہیں کرتے تھے پھر بیان کرنے لگے، جب حافظہ کمزور ہو گیا اور لوگوں نے یہ لفظ بڑھوا دیا (۳) پس یہ لفظ جس پر حنفی مذہب کا مدار ہے بالکل غیر صحیح ہے

(۱) حدیث براء یہ ہے " عن البراء ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لایعود دوسرے طریق سے حدیث براء یہ ہے " عن البراء بن عازب قال رأیت رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ حین افتتح الصلوٰۃ ثم لم یرفعھما حتی انصرف قال ابوداؤد وھذا الحدیث لیس بصحیح (ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۰۹ باب من لم یذکر الرفع عندا لرکوع)

(۲) ملاحظہ ہو تحفۃ الاحوذی ج ۲ صـ ۹۲

(۳) علامہ زیلعی حنفی اپنی کتاب نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ میں لکھتے ہیں " قال البیھقی سمعت الحاکم اباعبداللہ یقول یزید بن ابی زیاد کان یذکر بالحفظ فلما کبر ساء حفظہ فکان یقلب الاسانید ویزید فی المتون ولایمیز ۔ وقال الحاکم ثم البیھقی عنہ بسندہ عن احمد بن حنبل قال ھذا الحدیث قد کان یزید بن ابی زیاد یحدث بہ برھۃ من دھرہ فلایذکر فیہ ثم لایعود فلمالقن اخذہ فکان یذکرہ فیہ ۔ قال سفیان فلما قدمت الکوفۃ سمعتہ یقول یرفع یدیہ اذاافتتح الصلوٰۃ ثم لایعود فظننت انھم لقنوہ ۔ (نصب الرایہ ج ۱ صـ ۴۰۳)

اور کیوں جناب رفع الیدین نہ کرنے والوں کو ترمذی سے نقل کر دیا۔اور اس نقل میں بھی غلط ترجمہ لکھا مگر کرنے والوں کو نہ لکھا جو امام ترمذی نے لکھا ہے کہ پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث وارد کی پھر لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حضرت عمیر اللیثی رضی اللہ عنہ سے بھی رفع الیدین کرنے کی حدیثیں مروی ہیں،نہ کرنے کے لئے صرف حضرت براء رضی اللہ عنہ کو نقل کیا،لیکن کرنے کی حدیثوں کے راوی چودہ بیان کر دیئے ہیں۔(۱) جزء القراۃ میں سترہ بیان کئے ہیں (۲) لیکن خدا کی شان ہے کہ امتیوں کے امتی ایک کو نقل

---

(۱) ملاحظہ ہو ترمذی ج ۱ صـ ۵۹ باب رفع الیدین عند الرکوع
امام ترمذی نے چودہ راویوں کے نام ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے "قال ابوعیسیٰ حدیث ابن عمر حدیث حسن صحیح وبھذا یقول بعض اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ منھم ابن عمر وجابر بن عبداللہ وابوھریرۃ وانس وابن عباس وعبداللہ بن الزبیر وغیرھم ومن التابعین الحسن البصری وعطاء وطاؤس ومجاھد ونافع وسالم بن عبداللہ وسعید بن جبیر وغیرھم وبہ یقول عبداللہ بن المبارک والشافعی واحمد واسحٰق۔

(۲) حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں ذکر البخاری ان رفع الیدین عند الرکوع وعند الرفع منہ رواہ سبعۃ عشر رجلا من الصحابۃ .(فتح الباری ج ۲ ۲۸۰)
۔علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ لکھتے ہیں وذکر الحاکم وابوالقاسم بن مندۃ ممن رواہ العشرۃ المبشرۃ وذکر شیخنا ابوالفضل الحافظ انہ تتبع من رواہ من الصحابۃ فبلغوا خمسین رجلا ۔ وقال الشوکانی فی النیل وسرد البیھقی فی السنن وفی الخلافیات اسماء من روی الرفع نحو امن ثلاثین صحابیاً ۔قال سمعت الحاکم یقول اتفق علیٰ روایۃ ھذہ السنۃ العشرۃ المشھود لھم بالجنۃ ....قال الحاکم والبیھقی ایضاً ولایعلم سنۃ اتفق علی روایتھا العشرۃ فمن بعد ھم من اکابر الصحابۃ علی تفرقھم فی الاقطار الشاسعۃ غیر ھذہ السنۃ (تحفۃ الاحوذی ج۲ صـ ۸۹ - ۹۰)

کردیتے ہیں اور چودہ ان کو نظر نہیں آتے پھر یہ بھی یاد رہے کہ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ حسن اور حمید کسی صحابی کو رفع الیدین نہ کرنے والا نہیں مانتے ۔(۱) اور ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ جن جن سے ترک رفع الیدین کی حدیثیں مروی ہیں ان سے رفع الیدین کرنے کی بھی حدیثیں مروی ہیں بجز ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے، ان کی حدیث کا حال آپ دیکھ سن چکے ۔اگر اطمینان نہ ہوا ہو تو گھر کا گواہ لیجئے ۔ملا علی قاری حنفی موضوعات ص ۱۱۰ میں نقل کرتے ہیں (۲) "منها احاديث المنع عن رفع اليدين في الصلوٰة عند الركوع و الرفع منه كلها باطلة لايصح منها شئ كحديث ابن مسعود ......" یعنی جن جن حدیثوں میں رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع الیدین نہ کرنا مروی ہے وہ سب کی سب جھوٹی ہیں اور باطل ہیں ان میں سے ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے جیسے کہ ابن مسعود وغیرہ کی حدیث، رہا امام ابوداؤد کی جرح کی نسبت کسی کا یہ کہنا کہ ممکن ہے یہ اسی سند کے لئے کہا ہو تو جواباً عرض ہے ممکن ہے سب سندوں کے لئے کہا ہو صرف ممکن کہہ دینے سے کسی حدیث کی

---

(۱) علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ لکھتے ہیں "قال البخاري في جزء رفع اليدين قال الحسن وحميد بن هلال كان اصحاب رسول الله ﷺ يرفعون ايديهم لم يستثن احدامنهم من اصحاب النبي ﷺ دون احد ولم يثبت عند اهل العلم عن احدمن اصحاب النبي ﷺ انه لم يرفع يديه (تحفة الاحوذي ج ۲ صـ ۹۰)

(۲) مکمل عبارت اس طرح ہے "منها احاديث المنع عن رفع اليدين في الصلوٰة عند الركوع والرفع منه كلها باطلة كحديث ابن مسعود الا اصلي بكم صلوٰة رسول الله ﷺ قال فصلي فلم يرفع يديه الافي اول مرة " (موضوعات کبیر ملا علی قاری صـ ۱۱۰)

(ف) ابن مسعود کی یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی، نسائی، طحاوی، احمد میں موجود ہے اور حنفیوں کے لئے مضبوط سہارا ہے ۔ملاحظہ ہو ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۰۹ باب من لم يذكر الرفع عند الركوع / ترمذی ج ۱ صـ ۵۹ باب رفع اليدين عند الركوع / نسائی ج ۱ صـ ۱۱۷ / شرح معانی الآثار ج ۱ صـ ۱۶۲ باب التكبير للركوع والتكبير للسجود والرفع .... / مسند احمد ج ۱ صـ ۴۴۲۔

صحت نہیں ہو جاتی۔صحیح نہیں کہنے سے حسن ہے کہنا لازم نہیں آتا پس یہ احتمالات باطل ہیں۔ان الظن لایغنی من الحق شیئاً۔

رفع الیدین نہ کرنے کی تیسری دلیل اور اس کے چار جوابات

اس کے بعد آپ نے کچھ آثار لکھے ہیں ان کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ قول صحابی حدیث مرفوع کے مقابلے میں حجت نہیں۔(١) بلکہ بلا مقابلہ بھی حجت شرعی ہونا احناف کے نزدیک مسلم نہیں، پھر ان اقوال سے کیا فائدہ؟ اسی طرح کے اور جوابات بھی سورہ فاتحہ کی بحث میں جواب نمبر١٤، اور نمبر٨ وغیرہ میں گذر چکے ہیں۔اب یہاں تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔

پہلے تو آپ نے حضرت علی کا فعل نقل کیا ہے کہ وہ سوائے تکبیر اولیٰ کے رفع الیدین نہیں کرتے تھے (٢) میں کہتا ہوں کہ یہ بھی غلط ہے اس اثر کی صحت کوئی شخص پیش نہیں کرسکتا (٣) مسک الختام میں ہے ''بصحت نرسیدہ'' اور بالفرض

---

(١) ردالمحتار میں ہے ''قول الصحابی حجة یجب تقلیده عندنا اذا لم ینفه شی اخر من السنة (ردالمحتار ج٣ صـ ٣٤)

(٢) حضرت علی کے جس فعل کی جانب مصنف نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے اور یہ اثر طحاوی، ابن ابی شیبہ و بیہقی میں موجود ہے '' عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیاً کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة من الصلوٰة ثم لایرفع یدیه '' : (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ١ صـ ١٦٣ باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع هل مع ذلک رفع ام لا ۔ (مصنف ابن ابی شیبه ج ١ صـ ٢٣٦ باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لایعود /السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٢ صـ ٨٠)

(٣) اس اثر کو اگر چہ زیلعی نے اثر صحیح اور علامہ عینی نے اسناد عاصم بن کلیب صحیح علی شرط مسلم کہا ہے لیکن یہ اثر صحیح نہیں ہے امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں لکھا ہے ''قال عبدالرحمٰن بن مهدی ذکرت للثوری حدیث النهشلی عن عاصم بن کلیب فانکره ۔علاوہ.........

اگر ثابت بھی مان لیں تو کہیں گے کہ ممکن ہے کہ یہ مسئلہ باوجود خوب شہرت کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ ہو جیسے کہ بیع امہات اولاد کا آپ کو علم نہیں تھا۔ہاں البتہ صحیح سند سے رفع الیدین کرنے کی روایت حضرت علی سے مروی ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا اور امام ابوداؤد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کرنا تکبیر اولیٰ کے وقت اور تکبیر رکوع کے وقت اور دو رکعتوں کے بعد نقل کرتے ہیں ابوداؤد مع عون ص ۲۷۱۔(۱)

عدم رفع کی حنفیوں کی چوتھی دلیل اور اس کے تین جوابات

پھر یہی فعل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔(۲) میں کہتا ہوں کہ یہ روایت بھی صحیح نہیں ضعیف اور واہی ہے خود آپ کے مذہب کی کتاب نصب الرایہ میں منقول ہے "ھذا باطل موضوع "(۳) یعنی یہ روایت باطل موضوع ہے۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ رفع الیدین کرنا ثابت ہے

:::::::ازیں عاصم بن کلیب اس اثر کے ساتھ منفرد ہیں اور ابن المدینی نے کہا ہے کہ عاصم بن کلیب جس اثر کے ساتھ منفرد ہوں وہ نا قابل احتجاج ہے۔علامہ ذھبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے "کان من العباد الاولیاء لکنه مرجی " (ملاحظہ ہو تحفۃ الاحوذی ج۲ص۹۶/ مرعاۃ ج۳ص۲۶)

(۱) ملاحظہ ہو ابوداؤد ص: ۱۰۹

(۲) اثر ابن عمر یہ ہے "عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولیٰ من الصلوٰة (شرح معانی الآثار ج ا صـ ۱۶۳)

(۳) ملاحظہ ہو نصب الرايه ج ا صـ ۴۰۴ ،اس کی سند میں ایک راوی ابوبکر بن عیاش ہیں جن کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا،اور یہ اثر شاذ بھی ہے کیونکہ مجاہد نے تمام ثقہ اصحاب ابن عمر کے خلاف یہ بات کہی ہے۔امام بخاری تاریخ میں لکھتے ہیں "يتكلمون في حفظه لايعتمد عليه " (ملاحظه هو تحفة الاحوذی ج۲ صـ ۹۶ / مرعاة المفاتيح ج۳ صـ ۲۷ / التعليق الممجد صـ ۹۳)

ملاحظہ ہو بخاری شریف پارہ سوم "ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوۃ کبر ورفع یدیہ واذا رکع رفع یدیہ واذاقال سمع اللہ لمن حمدہٗ رفع یدیہ واذاقام من الرکعتین رفع یدیہ ورفع ذٰلک ابن عمر الی النبی ﷺ۔(۱) یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تکبیر اولیٰ کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اور پہلی التحیات کے بعد کھڑے ہو کر رفع الیدین کیا کرتے تھے اور یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ نبی اللہ ﷺ بھی اس رفع الیدین کو کیا کرتے تھے۔ بلکہ جزء رفع الیدین میں حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ "کان اذا رأیٰ رجلا لایرفع یدیہ اذا کبر واذا رفع رماہ بالحصا" (۲) یعنی جب آپ کسی کو دیکھتے کہ وہ رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین نہیں کرتا تو اسے کنکر مارتے۔

حنفی دوستو! ایک اس بزرگ صحابی پر آپ کا بہتان کہ جو آج اگر زندہ ہوتے تو آپ کو پتھر مارا کرتے عجب تعجب انگیز ہے۔

رفع الیدین نہ کرنے کی پانچویں دلیل کے دو جوابات

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی اثر نقل کی ہے (۳) میں کہتا ہوں اس میں بھی آپ کی غلطی ہے (۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی رفع الیدین کرنا ثابت ہے جیسا کہ امام ترمذی نے

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین۔

(۲) جزء رفع الیدین بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۹۲ / دارقطنی و مسند حمیدی میں یہی بات ان الفاظ کے ساتھ ہے "کان ابن عمر اذا رأی رجلا یصلی لایرفع یدیہ کلماخفض ورفع حصبہ حتی یرفع"۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۸۹ /مسند حمیدی ص ۱۷۷ حدیث ۶۱۵)

(۳) اثر عمر یہ ہے "عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود" (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۴ /السنن الکبریٰ للبیہقی)

(۴) اس کی سند میں ابراہیم نخعی ہیں اور وہ مدلس ہیں، انھوں نے اس کو اسود سے بالعنعنۃ روایت:::::

فرمایااور خود آپ کے مذہب کی کتاب نصب الرایہ میں ہے" ان عمر کان یرفع یدیہ فی الرکوع و عند الرفع منه" (۱) یعنی حضرت عمرؓ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت ہوئے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

حنفیوں کی چھٹی دلیل کے جوابات

پھر ابن مسعودؓ کی یہ روایت لائے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے اور صدیق اکبر کے پیچھے اور عمر فاروقؓ کے پیچھے نماز پڑھی اور انہوں نے سوائے تکبیر اولیٰ کے رفع الیدین نہیں کیا (۲) اس کا مفصل جواب تو اوپر گذر چکا، پھر یاد رہے کہ یہ بھی سند نامعتبر ہے۔ آپ کے مذہب کے امام ملا علی قاری کی موضوعات ص ۱۱۰ میں ہے" هو منقطع لا یصح "یعنی یہ روایت منقطع ہے اور صحیح نہیں۔ (۳)

:::::: کیا ہے لہذا یہ اثر صحیح نہیں ہے۔ اور اس اثر میں لفظ "ثم لا یعود" محفوظ نہیں ہے کیونکہ حاکم نے زبیر بن مهدی سے اس اثر کو اس طرح روایت کیا ہے، "کان یرفع یدیه فی التکبیر" اس میں لفظ ثم لا یعود نہیں ہے، اسی طرح یہ اثر اس اثر کے معارض ہے جسے طاؤس نے ابن عمر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرتے تھے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تحفة الاحوذی ج ۲ ص ۹۴ و مرعاة المفاتیح ج ۳ ص ۲۵)

(۱) نصب الرایه ج ۱ ص ۴۰۵/

(۲) اس روایت کے الفاظ یہ ہیں "عن عبد الله بن مسعود قال صلیت مع رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیهم الا عند استفتاح الصلوٰۃ (السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۲ ص ۸۰/ دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵

(۳) اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن جابر ہیں اور یہ ضعیف ہیں، ان کو احمد، ابن معین، عمرو بن علی، ابوزرعہ، بخاری، ابوحاتم، ابوداؤد، نسائی، یعقوب بن سفیان، ابن حبان، دارقطنی ::::::

حنفیوں کی ساتویں دلیل کے پانچ جوابات

زاں بعد حنفی مولوی صاحب نے ایک اور صحابی کا نام لیا ہے یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا (۱) میں کہتا ہوں یہ بھی مولوی صاحب کی غلطی ہے۔ خود حنفی مذہب کی کتاب تخریج نصب الرایہ میں ہے کہ یہ اثر غریب ہے۔ (۲) پس حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ تو ثابت نہیں ہاں ان سے رفع الیدین کرنا ثابت ہے، ملاحظہ ہو ترمذی (۳) جہاں لکھتے ہیں کہ یہی فرمان ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت

:::::وحاکم نے ضعیف کہا ہے۔ عمرو بن علی نے کہا ہے کہ یہ صدوق ہیں، لیکن کثیر الوھم اورمتروک الحدیث ہیں، یہ حدیثوں کو چرا لیتے تھے، اس بنا پر ان کی حدیثوں میں موضوعات ومناکیر کی کثرت ہے، (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں مرعاۃ المفاتیح ج ۳ صـ ۲۴)

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر کی اس سلسلے میں کوئی حدیث نہیں ہے ہاں ابن الزبیر کی ایک روایت حنفیہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں جسے علامہ ابن الجوزی نے "التحقیق" میں نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے " عن ابن الزبیر انه رأی رجلا یرفع یدیه من الرکوع فقال مه فان هذا شیء فعله رسول الله ثم ترکه ، اس روایت کی نسبت صاحب نصب الرایہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر معروف ہے (نصب الرایه ج ۱ صـ ۳۹۲)

ہاں عباد بن زبیر تابعی کی ایک مرسل روایت ہے جسے بیہقی نے "الخلافیات" میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے "عن عباد بن الزبیر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه فی اول الصلوٰة ثم لم یرفعها فی شیء حتی یفرغ " صاحب نصب الرایہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عباد تابعی ہیں اور یہ روایت مرسل ہے (نصب الرایه ج ۱ صـ ۴۰۴) ، یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے مرسل حدیث صحیح کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے بلکہ اس کا حکم حدیث ضعیف کا حکم ہے، علامہ ابن الصلاح لکھتے ہیں اعلم ان حکم المرسل حکم الحدیث الضعیف الا ان یصح مخرجه بمجیئه من وجه آخر " (مقدمه ابن الصلاح صـ ۲۱)

(۲) نصب الرایه ج ۱ صـ ۳۹۲ ، صاحب نصب الرایہ نے جس اثر کو غریب کہا ہے وہ ابن الزبیر کا اثر ہے اور ہدایہ میں اس کے متعلق یہ الفاظ منقول ہیں "والذی یروی عن الرفع محمول علی الابتداء کذا نقل عن ابن الزبیر "

(۳) ترمذی ج ۱ صـ ۵۹ / ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۰۸ باب افتتاح الصلوٰة ، الفاظ یہ ہیں "عن میمون المکی انه رأی عبدالله بن الزبیر وصلی بهم یشیر :::::

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا۔اور حوالہ لیجئے موضوعات ملاعلی قاری میں بھی منقول ہے" هو موضوع " (۱) یعنی یہ روایت موضوع ہے۔عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کرنا امام بخاریؒ بھی نقل کرتے ہیں ملاحظ ہو جزء رفع الیدین للبخاری ص۱۳ (۲) حضرت عطاءؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے استاد ہیں اور جن کی بابت امام صاحب فرماتے ہیں کہ ان جیسا اور کوئی اور میری نگاہ سے نہیں گذرا فرماتے ہیں کہ "رأیت ابن عباس و ابن الزبیر وابا سعید وجابراً رضی الله عنهم یرفعون ایدیهم اذا افتتحوا الصلوٰة واذا رکعوا واذا رفعوا رؤسهم من الرکوع "(۳) یعنی میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس حضرت عبد اللہ بن زبیر حضرت ابوسعید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ تکبیر اولیٰ کے وقت اور رکوع میں جانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے اور جب رکوع سے اٹھتے تو بھی رفع الیدین کرتے۔

:::: بکفیه حین یقوم وحین یرکع وحین یسجد وحین ینهض للقیام فیقوم فیشیر بیدیه فانطلقت الی ابن عباس فقلت انی رأیت ابن الزبیر صلی صلوٰة لم أراحدا یصلیها فوصفت له هذه الاشارة فقال ان احببت ان تنظر الی صلوٰة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاقتد بصلوٰة عبدالله بن الزبیر "

(۱) موضوعات کبیر ملاعلی قاری صـ ۱۱۱

(۲) جزء رفع الیدین للبخاری بحواله نصب الرایه ج ۱ صـ ۴۱۷

(۳) بیهقی بحواله نصب الرایه ج ۱ صـ ۴۱۷

حنفیہ کی رفع الیدین نہ کرنے کی آٹھویں دلیل کے تین جوابات

حضرت ابن مسعودؓ کا اثر جو آپ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور ہم نے بھی اٹھائے، پھر ترک کیے، ہم نے بھی ترک کیے، وہ بھی غیر ثابت ہے آپ مدۃ العمر تک اس کی صحت ثابت نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں اس میں بیان نہیں کہ یہ کس موقع کی رفع الیدین کا ذکر ہے بظاہر وہ مطلق ہے تو بقاعدۂ اصول کہ ''المطلق یجری علی الاطلاق'' یعنی مطلق اپنے اطلاق ہی پر رہتا ہے اس کا اطلاق پہلی مرتبہ کے تکبیر اولیٰ کے رفع الیدین کو بھی شامل ہے۔ پس آپ حضرات حنفیہ پر جب وہ دن آئے کہ رفع الیدین کی دشمنی میں اتنے بڑھ جائیں کہ تکبیرات عیدین اور قنوت اور تکبیر اولیٰ کا رفع الیدین بھی چھوڑ دیں۔ اس وقت یہ قول پیش کرنا، ابھی پیش کرتے ہوئے تو خود آپ کو شرم کرنی چاہئے۔ کیوں کہ اب تک تو آپ رفع الیدین کر کے ہی نماز شروع کرتے ہیں جو جواب آپ کا اس قول کی نسبت پہلی مرتبہ کے رفع الیدین کرنے کا ہوگا، وہی جواب ہمارا ان تین موقعوں کی رفع الیدین کرنے کا بھی سمجھ لیجئے۔

حنفیوں کی نویں دلیل کے آٹھ جوابات

پھر آپ لکھتے ہیں کہ ابن عباس سے عشرہ مبشرہ کے رفع الیدین نہ کرنے کی روایت منقول ہے۔ میں کہتا ہوں خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی رفع الیدین کرتے تھے۔ چنانچہ یہ روایت جزء رفع الیدین للبخاری سے پہلے بھی بیان ہو

چکی اور سنئے اسی کتاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا رفع الیدین کرنا مروی ہے۔ اور ایک جگہ ہے "یرفع یدیہ حیث کبر واذا رفع" یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تکبیر کے وقت اور رفع کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔(۱) رہا آپ کا عشرہ مبشرہ کی نسبت کہنا یہ بھی بے سند ہے اور غیر صحیح ہے۔ ہاں ان حضرات سے رفع الیدین کرنا تو مروی ہے جیسے امام بخاریؒ نے جزء رفع الیدین میں فرمایا ہے اور جیسے امام حاکمؒ فرماتے ہیں" اتفقوا علیٰ روایۃ ھذہ السنۃ العشرۃ المشھود لھم بالجنۃ فمن بعد ھم من اکابر الصحابۃ" (۲) یعنی اس سنت کی روایت پر عشرہ مبشرہ متفق ہیں یعنی وہ دس صحابی جنہیں جنت کی خوش خبری دی گئی اور ان کے سوا اور بزرگ صحابہؓ سے بھی یہ مروی ہے۔ اسی طرح امام بیہقیؒ فرماتے ہیں"لایعلم سنن اتفق علیٰ روایتھا العشرۃ ومن بعدھم من اکابر الصحابۃ علی تفرقھم فی الاقطار الشاسعۃ غیر ھذہ السنۃ" (۳) یعنی ایسی کوئی سنت نہیں جس کی روایت پر عشرہ مبشرہ اور دوسرے بزرگ صحابہ کا اتفاق ہو باوجود یکہ وہ دور دراز ملکوں میں پھیلے ہوئے تھے سوائے اس سنت رفع الیدین کے، اور امام بخاریؒ کا وہ قول بھی یاد کر لیجئے کہ تمام صحابہ اس پر متفق ہیں۔

حنفیہ کی دسویں دلیل، رفع الیدین کے منسوخ ہو جانے کے گیارہ جوابات

اخیر میں جناب نے یہ ستم ڈھایا ہے کہ لکھ دیا ہے کہ رفع الیدین منسوخ

(۱) امام بیہقی نے بھی نقل کیا ہے کہ ابن عباس رفع الیدین کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو السنن الکبری للبیھقی ج ۲ صـ ۷۴ / نصب الرایۃ ج ۱، ص ۴۱۸.

(۲) ملاحظہ ہو تحفۃ الاحوذی ج ۲ صـ ۹۰

(۳) ایضاً

ہے۔اے جناب تین مذہب والے اسے مانتے ہیں کیا وہ سب حرام کام کرتے ہیں؟ خود آپ کے مذہب والوں کی شہادتیں ہم نے اسی رسالہ دلائل محمدی حصہ اول میں نقل کردی ہیں پھر کیا منسوخ ہونے کا علم انہیں نہ تھا؟ اور منسوخ کہنے والوں کی آپ ہی کے مذہبی بھائیوں نے بری طرح خبر لی ہے جیسا کہ ہم نے دلائل محمدی حصہ اول میں لکھا ہے (۱) اور آپ کے مذہب کے مجتہد علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں "والتحقیق بعد ذٰلک کلہ ثبوت روایۃ کل الامرین" (۲) یعنی اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رفع الیدین کرنا بھی ثابت ہے درمختار مصری جلد اول ص:۴۶۲ میں ہے" ولا تفسد برفع یدیہ "(۳) یعنی رفع الیدین کرنے سے نماز نہیں بگڑتی پس اگر رفع الیدین منسوخ ہوتو نماز فاسد ہوجاتی ،آپ کے مذہب کی کتاب حاشیہ فوائد بہیہ ص۲۴ میں ہے کہ رفع الیدین متواتر حدیثوں سے ثابت ہے اور صحابہ کا فعل ہے اس سے نماز میں نقصان نہیں ہوتا اور جو فساد بتاتا ہے اس کا قول بہت برا اور نہایت کمزور ہے (۴) اور آپ کے مذہب کے امام عصام بن یوسف رفع الیدین کرتے تھے فوائد ص۴۳ (۵) آپ نے منسوخ ہونے کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ

---

(۱) دیکھئے دلائل محمدی ج ۱ ص۲۵

(۲) فتح القدیر ج ۱ صـ ۲۷۰

(۳) فلاتفسد برفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد علی المذھب وماروی من الفساد فشاذ (درمختار ج ۱ صـ ۹۰ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا)

(۴) ملاحظہ ہو التعلیقات السنیۃ علی الفوائد البھیۃ صـ ۲۴ الفاظ یہ ہیں "ما اقبح کلامہ وما اضعفہ اتفسد الصلوٰۃ بما تواتر فعلہ عن رسول اللہ ﷺ واصحابہ"

(۵) الفوائد البھیۃ صـ ۴۸

(فائدہ ۵) صاحب کتاب ان کے رفع الیدین کرنے پر ایک فیصلہ کن بات لکھتے ہیں کہ مکحول نے جو امام ابوحنیفہ کے بارے میں لکھا ہے کہ رفع الیدین سے نماز فاسد ہوجاتی ہے بالکل باطل و بے اصل ہے کیونکہ عصام بن یوسف ابو یوسف کے ساتھی تھے اور یہ رفع الیدین کرتے تھے اگر :::::

بن عمر نے اسے چھوڑ دیا تھا، (۱) حالاں کہ اگر ایسا ہو بھی تو کسی صحابی کا کسی سنت کو چھوڑ دینا اس کے منسوخ ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ اور آپ سے تو چھوڑنا ثابت بھی نہیں جیسا کہ ہم نے اوپر تفصیل سے ذکر کیا۔ یہاں تک کہ امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں، "من شمم روائح الحدیث علیٰ بعد شهد بالله انه موضوع" (۲) یعنی جس نے دور سے بھی حدیث کی خوشبو سونگھی ہو وہ اس روایت کے موضوع ہونے پر خدا کی قسم کھا سکتا ہے۔ (نصب الرایہ) بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تو اس قدر اس مسئلہ میں متشدد تھے کہ نہ کرنے والے کو کنکر مارتے تھے (۳) پھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھنا اور اس کے غیر ثابت شدہ فعل کو لے لینا اور خود اس کے ثابت شدہ فعل کو ترک کر دینا اور اللہ کے رسول ﷺ کی مداومت والی متواتر سنت کو حرام بتلانا یہ صرف مذہب کی پیچ اور بے جا حمایت نہیں تو اور کیا ہے؟ (۴) غرض

:::::ابوحنیفہ سے منسوب اس روایت کی کوئی اصل ہوتی تو ابو یوسف وعصام کو ضرور معلوم رہتا۔ لکھتے ہیں "ویعلم منه بطلان روایة مكحول عن ابی حنیفة ان من رفع یدیه فی الصلوٰة فسدت صلوته التی اغتر امیر كاتب الاتقانی بها فان عصام بن یوسف كان من ملازمی ابی یوسف وكان یرفع فلو كان لتلك الروایة اصل لعلم بها ابو یوسف وعصام .

(۱) علامہ طحاوی شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں" فهذا ابن عمر قدر أی النبی صلی الله علیه رفع ثم قد ترك هو الرفع بعد النبی صلی الله علیه وسلم" یہاں اسی کی جانب اشارہ ہے (شرح معانی الآثار ج ۱ص: ۱۶۳)

(۲) امام زیلعی نے نصب الرایہ میں لکھا ہے" قال البیهقی قال الحاكم هذا باطل موضوع ولایجوز ان یذكر الا علیٰ سبیل القدح (نصب الرایہ ج ۱ص ۴۰۳)

(۳) كان اذا رأی رجلاً لایرفع یدیه اذا كبر واذ ارفع رماه بالحصاه (دارقطنی ج ۱ ص ۲۸۹ / مسند حمیدی ص ۱۷۷)

(۴) مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ ایسے مقلدین پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں "فهدی الله سبحانه وتعالیٰ هؤلاء المقلدین الذین یتركون حدیث ابن عمر الصحیح المتفق علیه وتمسكون بحدیثه الذی حكم الحاكم علیه بانه موضوع (تحفة الاحوذی ج ۲ ص ۹۸) اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان مقلدین کو ہدایت فرمائے جو حضرت ابن عمر کی صحیح ومتفق علیہ حدیث کو چھوڑے ہوئے ہیں اور اس حدیث پر ان کا عمل ہے جس کے بارے میں حاکم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ موضوع ہے۔

نسخ کے دعوے کا دارمدار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے رفع الیدین نہ کرنے پر ہے اوران سے یہ ثابت نہیں پس نسخ بھی ثابت نہیں۔(۱)

(۱) علاوہ ازیں جن احادیث وآثار سے حنفیہ نے عدم رفع الیدین پر استدلال کیا ہے وہ احادیث وآثار مع مختصر جوابات درج ذیل ہیں۔

۱ – عن جابر بن سمره قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالي اراكم رافعي ايديكم كانها اذناب خيل شمس ، اسكنوا في الصلوٰة.

مسلم ج ۱ صـ ۱۸۱ باب الامر بالسكون في الصلوٰة / ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۴۳ باب في السلام / شرح معاني الآثار ج ۱ صـ ۲۹۸ باب الاشارة في الصلوٰة / مسند احمد ج۵ صـ ۹۳ وصـ ۱۰۱ وصـ ۱۰۷)

ج – عدم رفع الیدین کے سلسلے میں حنفیہ کی یہ سب سے اعلیٰ دلیل ہے جسے وہ بڑے شدومد کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث تشہد کے بارے میں ہے قیام کے بارے میں نہیں ہے صحابۂ کرام جب سلام پھیرتے تھے تواپنے ہاتھوں سے دونوں جانب اشارہ کرتے ہوئے السلام علیکم السلام علیکم کہتے تھے، نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر انہیں اس طرح کرنے سے روکا تھا، نہ کہ آپ نے نماز میں رفع الیدین سے روکا تھا جیسا کہ اس کی وضاحت صحیح مسلم ہی میں اس طرح ہے، عبداللہ بن قطبیہ کہتے ہیں میں نے جابر بن سمرہ سے سنا ہے وہ کہتے تھے، "كنااذاصلينا خلف النبي ﷺ قلنا السلام عليكم السلام عليكم واشاربيده الى الجانبين فقال ماباهؤ لاء يؤمئون بايديهم كانها اذناب خيل شمس انما يكفي احد هم ان يضع يده على فخذه ثم ليسلم علىٰ اخيه من عن يمينه ومن عن شماله ، مسلم ص ۱۸۱

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں "المراد بالرفع المنهي عنه ههنا رفعهم ايديهم عند السلام مشيرين الى السلام من الجانبين" . كماصرح به في الرواية الثانية صـ ۱۸۱ مع نووی .

اورنسائی میں یہ الفاظ ہیں مابال هؤلاء يسلمون بايديهم كانها اذناب خيل شمس .
(نسائي ج ۱ صـ ۱۳۳ باب السلام بالايدي في الصلوٰة)

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب جزء رفع الیدین میں لکھتے ہیں " واما احتجاج بعض من لايعلم بحديث تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال دخل علينا .... وهذا انما كان في التشهد لافي القيام .

امام نووی لکھتے ہیں "الاستدلال به على النهي عن الرفع عند الركوع وعند الرفع منه جهل قبيح ، یعنی اس حدیث سے رکوع میں جاتے ہوئے اوراٹھتے ہوئے رفع الیدین سے ممانعت پر استدلال کرنا قبیح جہالت ہے۔

....

:::::۲-" عن سالم عن ابن عمر ان النبیﷺ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة ثم لایعود " بیهقی فی الخلافیات .

ج- یہ حدیث باطل وموضوع ہے، صاحب نصب الرایہ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں قال البیهقی قال الحاکم هذا باطل موضوع ولایجوز ان یذکر الاعلی سبیل القدح فقد روینا بالاسانید الصحیحة عن مالک بخلاف هذا (نصب الرایہ ج ا ص۴۰۴)

علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ مرعاۃ المفاتیح میں لکھتے ہیں" ا لاستدلال بحدیث ابن عمر هذا علی نسخ الرفع فی الرکوع والرفع منه کتشبث الغریق بالحشیش فانه حدیث باطل موضوع (مرعاۃ ج۳ص:۲۲)

یعنی ابن عمر کی اس حدیث سے رفع الیدین کے منسوخ ہونے پر استدلال کرنا ڈوبتے کو تنکے کے سہارے کی طرح ہے کیونکہ یہ حدیث باطل موضوع ہے۔

۳- روی عن النبیﷺ انه قال لاترفع الایدی الا فی سبعة عن تکبیرة القنوت وتکبیرات العیدین وذکر الاربع فی الحج . طبرانی ، بیهقی عن ابن عباس وابن عمر مرفوعاً وموقوفاً . والحاکم عنهما مرفوعاً

ج- یہ حدیث بھی ضعیف ونا قابل اعتبار واحتجاج ہے علامہ زیلعی وعلامہ ابن الھمام لکھتے ہیں "غریب بهذا اللفظ " نصب الرایه ج ا صـ ۳۹۰ . فتح القدیر ج ا صـ ۲۶۸)

اس حدیث کے نا قابل اعتبار ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ تابعین کی ایک جماعت نے صحیح سندوں سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھم رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرتے تھے، علاوہ ازیں یہ بھی نا قابل یقین بات ہے کہ ہاتھ صرف سات ہی جگھوں پر اٹھانا صحیح ہے جبکہ ان سات کے علاوہ دوسری جگھوں میں ہاتھوں کا اٹھانا صحیح حدیث سے ثابت ہے مثلاً استسقاء میں صبح اور وتر کی قنوت میں، دعامیں، نماز کی دعاؤں میں، وغیرہ وغیرہ

علامہ ابن الھمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں"ویستحیل ان یکون لاترفع الافیها صحیحاً وقد تواترت الاخبار بالرفع فی غیرها کثیرافمنها الاستسقاء ودعاء رسول اللهﷺ (فتح القدیر ج ا ص:۲۶۹)

۴-"عن سوار بن مصعب عن عطیة العوفی ان اباسعید الخدری وابن عمر کانا یرفعان ایدیهما اول مایکبران ثم لایعودان "

ج- یہ حدیث بھی نا قابل احتجاج ہے، علامہ زیلعی نے اس حدیث کونقل کرنے کے بعد لکھا ہے "قال البیهقی قال الحاکم عطیه سئ الحال وسوار اَسوَأ منه وقال البخاری سوار :::::

::::: بن مصعب منکر الحدیث وعن ابن معین انه غیر محتج به " (نصب الرایہ ج۱ ص۴۰۶)

اس حدیث کے ضعیف وناقابل استدلال ہونے کے علاوہ یہ اثر اس اثر کے مخالف بھی ہے جسے امام بیہقی نے عطاء سے یوں بیان کیا ہے "عن عطاء قال رأیت جابر بن عبدالله وابن عمر واباسعید وابن عباس وابن الزبیر واباهریرة یرفعون ایدیهم اذا افتتحوا الصلوٰة واذا رکعوا واذا رفعوا"

۵- عن ابراهیم النخعی قال کان عبدالله بن مسعود لا یرفع یدیه فی شئ من الصلوات الا فی الافتتاح، شرح معانی الآثار، ج ۱، صـ ۱۶۴، باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع.

ج- عبداللہ بن مسعود کا یہ اثر منقطع ہے کیونکہ ابراہیم کی ملاقات عبداللہ سے ثابت نہیں ہے، امام ذہبی لکھتے ہیں "استقر الامر علیٰ ان ابراهیم حجة و انه اذا ارسل عن ابن مسعود وغیره فلیس بحسن، (میزان الاعتدال، ج ۱، صـ ۳۵)

امام شافعی فرماتے ہیں "ان ابراهیم النخعی لوروی عن علی وعبدالله لم یقبل منه لانه لم یلق واحد امنهما "اور اگر اس اثر کو صحیح مان بھی لیا جائے جیسا کہ کہا جاتا ہے "کان ابراهیم لایرسل عن عبدالله الا ماصح عنده وتواترت به الروایة" تب بھی اس اثر سے رفع الیدین کے منسوخ ہونے پر استدلال صحیح نہ ہوگا جیسا کہ علامہ عبدالحی نے لکھا ہے۔"الانصاف فی هذاالمقام انه لاسبیل الیٰ ردروایات الرفع بروایة ابن مسعود وفعله ولاالیٰ دعوی النسخ مالم یثبت ذلک بنص من الشارع "(امام الکلام بحواله مرعاة المفاتیح ج۳ صـ ۲۷)

۶- " عن انس قال رسول الله ﷺ من رفع یدیه فی الرکوع فلاصلاة له " (موضوعات لابن الجوزی عن محمد بن عکاشه)

ج- یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ علامہ ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں نقل کیا ہے، علامہ زیلعی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "قال الحاکم فکل من رزقه الله فهما فی نوع من العلم وتامل هذه الاحادیث علم انها موضوعة علی رسول الله ﷺ. (نصب الرایه ج ۱ صـ ۴۰۵)

امام دارقطنی کہتے ہیں "محمد بن عکاشه هذا کان یضع الحدیث (ایضاً).

۷- "عن ابی هریرة عن النبی ﷺ انه قال من رفع یدیه فی الصلوٰة فلاصلوٰة له "

یہ حدیث بھی موضوع ہے اس کا ایک راوی مامون ہے جس کے بارے میں ابن حبان نے لکھا ہے "مامون هذا کان دجالا من دجاجلة". :::::

جناب من آپ کوتو بحیثیت مسلمان ہونے کے چاہئے تھا کہ ایسی نفیس اور پاکیزہ ثابت اور مستمرہ سنت کے حامی بنتے، اس کی طرف داری کرتے، بجائے اس کے آپ نے اس کے خلاف کیا بلکہ اسے منسوخ کہنا شروع کیا ''ایں ہم رفت وآں ہم رفت'' اب بھی میں آپ کی خیر خواہی کرتا ہوا آپ سے کہتا ہوں کہ اہل کوفہ کی تقلید کی پھانسی کے پھندے میں پھنس کر اور بے تحقیقی کی سولی کی لکڑی پر لٹک کر خیالی ڈھچر کی پیروی کر کے اپنے بڑوں کی ہاں میں ہاں ملا کر تعصب وحمیت جاہلیت کی آن میں کتب فقہ کی مصنوعی شان میں پڑ کر سنت نبوی ﷺ کی دشمنی پر کمر نہ کسو، خیالی قرائن سے سنت کو نہ ہٹاؤ۔ فضول اور بے کار ہتھیاروں سے احادیث کا خون نہ کرو، ڈرو اللہ سے ڈرو اور اللہ کے نیک بندوں کو اس کے رسول ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے دو۔ اللہ ہمیں نیک توفیق دے۔ رفع الیدین کرنے کے مزید دلائل اسی رسالہ کے ص [illegible] میں آرہے ہیں ان شاء اللہ انہیں ملاحظہ فرمائیے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ ان تینوں مسئلوں کی کچھ اور دلیلیں لکھ دوں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ان تینوں مسائل کی بعض دلیلیں احادیث، تفاسیر، کتب فقہ حنفیہ اور ملفوظات حضرات اولیاء اللہ سے میرے رسالہ دلائل محمدی حصہ اول میں گذر چکی ہیں ان کے سوا ملاحظہ ہوں۔

:::::علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں " ومالہ من وضع ھذہ الاحادیث الباطلة لتقاوم بھا الاحادیث الصحیحة فقد روی الرفع من الصحابة جماعة کثیرون وسمی ستة وعشرین رجلا . اور اس کے بعد ایک فیصلہ کن بات کہتے ہیں "ومن لم یکن الحدیث صناعته لم ینکر علیه الاحتجاج بالاباطیل "
(ملاحظہ ہو نصب الرایہ ج ۱ صہ ۴۰۵)

امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھنے کے صحیح اور صریح مزید دلائل

۱- عن انس ان النبی ﷺ صلیٰ با صحا بہ فلما قضی صلو تہ اقبل علیھم بو جھہ فقا ل أتقر ؤن فی صلوتکم والا مام یقر أ فسکتوا فقال ثلا ث مرا ت فقال قائل او قائلون انا لنفعل قال فلا تفعلوا ولیقرأ أحدکم بفا تحۃ الکتا ب فی نفسہ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی۔ فارغ ہو کر ان کی طرف منہ کر کے پوچھا کیا تم اپنی نماز میں اپنے امام کے پڑھتے ہوئے پڑھتے ہو؟ سب خاموش رہے تیسری مرتبہ کے سوال پر جواب دیا کہ ہاں حضور ﷺ ہم ایسا کرتے ہیں فرمایا نہ کرو، تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ فقط سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھ لیا کرے۔ یہ حدیث جزء القرأۃ میں حضرت امام بخاریؒ نے روایت کی ہے۔ حضرت امام ابن حبانؒ نے بھی اپنی صحیح میں یہ روایت کی ہے، ابویعلیٰ میں بھی یہ حدیث ہے اور طبرانی میں بھی۔ امام ہیثمیؒ مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں ”رجالہ ثقات“(۱) یعنی اس کے سب راوی ثقہ ہیں یہ حدیث صحت وصراحت کے ساتھ مقتدی کے سورہ فاتحہ پڑھنے کی دلیل ہے۔

۲- عن عمر و بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسو ل اللہ ﷺ تقرء ون خلفی قالو ا نعم انا لنھذ ھذ ا قال فلا تفعلوا الا با م القرآن

یعنی حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ دادا صحابی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تم میرے پیچھے پڑھتے ہو؟ صحابہؓ نے کہا ہاں، ہم جلدی جلدی پڑھتے رہتے ہیں آپ نے فرمایا ”سوائے

---

(۱) یہ روایت بحوالہ ابویعلیٰ وطبرانی مجمع الزوائد میں موجود ہے، اوراس کے رواۃ ثقہ ہیں (ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ج۲ ص ۱۱۰ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ)

سورہ فاتحہ کے اور نہ پڑھو" یہ حدیث جزءالقراۃ میں حضرت امام بخاریؒ نے روایت کی ہے۔(۱) یہ بھی دلیل ہے کہ مقتدی اپنے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے۔

۳- عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ ﷺ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام یعنی حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی یہ حدیث امام بیہقی نے کتاب القراۃ میں روایت کی ہے اور فرمایا ہے اسنادہ صحیح اس کی اسناد صحیح ہے۔ یہ بھی صریح دلیل ہے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی۔

۴- عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ ﷺ قال من صلی خلف الامام فلیقرا بفاتحۃ الکتاب یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے وہ سورہ فاتحہ پڑھ لیا کرے" یہ حدیث امام طبرانیؒ نے روایت کی ہے۔ ہیثمی فرماتے ہیں" رجالہ موثقون" (۲) یعنی اس کے سب راوی ثقہ ہیں یہ حدیث جامع صغیر سیوطی میں اور کنز العمال میں بھی ہے۔(۳) اور علامہ علقمی نے اسے حسن کہا ہے، ان سب حدیثوں سے جو صحیح ہیں صریح ہیں مرفوع ہیں صاف ثابت ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے رہیں اور جس مقتدی نے اپنے امام کے پیچھے جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی وہ نماز نماز نہیں۔ علاوہ ازیں اور کچھ حدیثیں دلائل محمدی حصہ اول میں ہم نے بیان کردی ہیں کچھ اس کتاب میں پہلے گذر چکی ہیں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں وہ ہم نے اس میں بیان نہیں کیں کہ رسالہ بہت بڑا ہو جائے گا اور اس لئے بھی کہ ماننے والے مسلمان کو تو ایک ہی حدیث عمل کے لئے کافی ہے اور جن کی طبیعتوں میں ذرا بھی کجی ہے جن کے دلوں میں حب محمدی نہیں بلکہ تقلید امام رچ گئی ہے ان کا تو یہ حال ہے کہ سواء

---

(۱) جزء القرأۃ للبخاری صـ ۸

(۲) مجمع الزائد ج۲ صـ ۱۱۱ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ

(۳) کنز العمال ج۷، صـ ۲۱۲

علیھم ء ا نذ ر تھم ام لم تنذ ر ھم لا یؤمنون .

انہی صحیح حدیثوں کا مضمون بہت واضح طور پر امام بیہقی کی کتاب جزء القراۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا۔

۵-من صلیٰ صلوٰۃ مکتو بۃ مع الامام فلیقرأ بفا تحۃ الکتا ب فی سکتات الامام یعنی جو شخص امام کے پیچھے فرض نماز پڑھے وہ سورہ فاتحہ کو امام کے سکتوں کی حالت میں پڑھ لے اور بعض روایتوں میں اس کے بعد ہے کہ اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کی نماز پوری نہیں۔

اب میں یہاں پر ان صحابیوں کے نام لکھتا ہوں جن سے امام کے پیچھے الحمد شریف کا پڑھنا لفظوں سے ثابت ہے۔ ہر صحابی کا نام ایک خانہ میں ہے اور دوسرے خانہ میں کتاب کا حوالہ ہے۔

ان صحابہ کا نام جو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں

۱	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	دارقطنی	۱۱	ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ	طبرانی کبیر
۲	حضرت علی	دارقطنی	۱۲	عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	جزء القرأۃ
۳	حضرت عبداللہ بن عمر	جزء القراءۃ	۱۱۳	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	جزء القرأۃ
۴	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	دارقطنی	۱۴	حذیفہ بن یمان	جزء القرأۃ
۵	حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ	ابوداؤد	۱۵	عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	جزء القرأۃ
۶	عبادہ بن صامت	ابوداؤد	۱۶	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	جزء القرأۃ
۷	جابر بن عبداللہ	ابن ماجہ مصری	۱۷	معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	کتاب القرأۃ للبیہقی
۸	عائشہ رضی اللہ عنہا	جزء القراءۃ	۱۸	ابوالدرداء رضی اللہ عنہ	کتاب القرأۃ للبیہقی
۹	عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ	جزء القراءۃ	۱۹	انس بن مالک رضی اللہ عنہ	کتاب القرأۃ للبیہقی
۱۰	ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	جزء القراءۃ	۲۰	عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	کتاب القرأۃ للبیہقی

یہاں میں اتنا لکھنا ضروری سمجھتا ہوں علماء احناف اس کا جواب دیں کہ صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب ہدایہ میں الحمد کی بحث میں جو یہ لکھا ہے علیہ اجماع الصحابۃ یعنی صحابہ کا اجماع ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ آیا یہ جھوٹ ہے؟ یا مبالغہ ہے؟ یا مغالطہ ہے؟ یا خیانت ہے؟ یا بے علمی ہے؟ یا لاپرواہی؟ یا تعصب ہے یا حمایت مذہب ہے؟ غرض اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ انہوں نے خلاف اس قدر بے باکانہ طور پر صاف غلط لکھ مارا کہ اس پر صحابہ کا اجتماع ہے، حالانکہ بیسوں حدیثیں اس کے خلاف، صحابہ کے بیسیوں آثار اس کے خلاف، علاوہ ان کے جن کے نام ہم نے ایک ایک کر کے لکھے اور بھی بہت سے صحابہ ہیں، صاحب ہدایہ نے بلا تحقیق یا بعد از تحقیق صرف حمایت. مذہب میں اس قدر صریح غلط فقرہ کیوں لکھا؟ امید کہ اس ہدایہ کو مثل قرآن کہنے والے اس کا جواب دیں گے۔ لیکن جب بڑوں نے اتنی بڑی ٹھوکر کھائی تو کیا عجب کہ چھوٹے کوئی زبردست چوٹ کھالیں فنعوذ باللہ من شرور انفسنا بلکہ کتاب القرأۃ بیہقی کے ص ۶۹ پر ہے" انھم کانوا یقرؤن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سلم اذا انصت فاذا قرأ لم یقرأوا و اذا انصت قرء وا" یعنی صحابہ نبی ﷺ کے پیچھے آپ جب وقفہ کرتے تھے پڑھا کرتے تھے جب پڑھتے تھے چپ رہتے تھے پھر جب وقفہ کرتے تھے پھر پڑھ لیتے تھے الخ یہ ایک روایت گویا اجماع صحابہ قرأت خلف امام کو ثابت کرتی ہے،

علاوہ ان صحابہ کے اور بھی بہت سے اصحاب سے یہ منقول ہے، خیر سر دست ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح بہت سے بزرگ تابعین و تبع تابعین سے بھی الحمد کا امام کے پیچھے پڑھنا اور پڑھنے کا فتویٰ دینا منقول ہے ان میں سے بھی بعض کے نام مع حوالہ کتاب سنئے۔

ان تابعین و تبع تابعین وغیرہ کے نام مع حوالہ جو الحمد شریف امام کے

پیچھے پڑھنے کے قائل ہیں

۱	سعید بن جبیرؒ	امام الکلام	۱۱	سعید بن ابی عروبہ	جزء القرأة
۲	مکحولؒ	ابوداؤد	۱۲	شعبی	جزء القرأة
۳	عروہ بن زبیرؒ	امام الکلام	۱۳	نافع بن جبیر	جزء القرأة
۴	ابوسلمہ بن عبدالرحمنؒ	جزء القرأة	۱۴	ابو الملیح	جزء القرأة
۵	حضرت مجاہدؒ	جزء القرأة	۱۵	حضرت عطاء	جزء القرأة
۶	میمون بن مہرانؒ	جزء القرأة	۱۶	حضرت زہری	کتاب القرأة
۷	مالک بن عونؒ	جزء القرأة	۱۷	حضرت اوزاعی	کتاب القرأة
۸	عبیداللہ بن عبداللہؒ	جزء القرأة	۱۸	حمید بن ہلال	جزء القرأة
۹	ابوجعفرؒ	جزء القرأة	۱۹	حضرت حماد	جزء القرأة
۱۰	حسن بصریؒ	ابن ابی شیبہ	۲۰	سعید بن مسیب	جزء القرأة

علاوہ ان بزرگ تابعین وغیرہ کے جن کے نام ہم نے گنوائے ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں اس قدر تابعین سے یہ روایت مروی ہے جن کی گنتی کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے وہ سب فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لے گو امام باآواز بلند قرأت پڑھتا ہو ملاحظہ ہو جزء القراءۃ ص ۵۔ الغرض یہ مسئلہ وہ مسئلہ ہے جس کی منادی مدینہ کے گھر گھر میں ایک ایک کے کان میں ہر کوچہ و بازار میں کرائی گئی، حضرت محمد ﷺ کا حکم تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منادی تھے تینوں مذہبوں میں یہ ہے اور حنفی مذہب سے ہم اسے ثابت کر چکے ہیں۔ الحمد للہ ملاحظہ ہو دلائل محمدی حصہ اول

اونچی آواز سے آمین کہنے کے مزید دلائل

۱- عن وائل بن حجر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ

ولا الضالین قال آمین ورفع بها صوته (۱) یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کرتے ابوداؤد میں یہ حدیث موجود ہے ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔امام ترمذی فرماتے ہیں ”حدیث حسن “یعنی یہ حدیث حسن ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں سنده صحیح اس کی سند صحیح ہے،امام دارقطنی فرماتے ہیں هذا صحیح یہ صحیح ہے(۲)اس سے اونچی آواز سے آمین کہنا صاف ثابت ہے۔

۲- عن ابی هريرة رضی الله عنه قال كان رسول الله ﷺ اذا تلا غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين حتى يسمع من يليه من الصف الاول (۳) یعنی حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غير المغضوب عليهم ولا الضالين پڑھتے تو آمین کہتے (اس قدر بلند آواز سے) کہ پہلی صف کے آس پاس کے لوگ سن لیتے۔یہ حدیث ابوداؤد میں موجود ہے ابن ماجہ میں بھی ہے اور اس میں یہ بھی ہے۔

۳- فيرتج بها المسجد (۴) یعنی پھر تو آمین کی آواز سے مسجد گونج جاتی تھی۔اور یہ حدیث دارقطنی میں بھی ہے امام دارقطنیؒ اسے حسن کہتے ہیں مستدرک حاکم میں بھی یہ حدیث ہے اور امام حاکمؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔بیہقی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام بیہقیؒ

(۱) ابوداؤد صـ ۱۳۴ باب التامين وراء الامام / ترمذی ج ۱ صـ ۵۷ باب ماجاء فی التامین (ترمذی میں مدبها صوته " ہے لیکن علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری نے اس کا معنیٰ رفع بها صوته وجهر لکھا ہے کیونکہ ابوداؤد میں صراحة رفع بها صوته ، اور فجهر بآمين کے الفاظ ہیں اور یہ بات تحقق ہے کہ روایتیں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں.(ملاحظه هو تحفة الاحوذی ج ۲ صـ ۵۹)/ دارمی ج ۱ صـ ۳۱۵ باب الجهر بالتامين / دارقطنی ج ۱ صـ ۳۳۴ باب التامين فی الصلوٰة بعد فاتحة الكتاب والجهر بها / مستدرک حاكم ج ۱ صـ ۵۷

(۲) دارقطنی ج ۱ صـ ۳۳۴

(۳) ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۳۴ باب التامين وراء الامام

(۴) ابن ماجه ج ۱ صـ ۲۷۸ باب الجهر بآمين / دارقطنی ج ۱ صـ ۳۳۵/ بیهقی ج ۲ صـ ۵۸ باب جهر الامام بالتامين .

اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں، یہ حدیث بھی صریح دلیل ہے کہ آمین باواز بلند کہنی چاہئے۔

۴- عن علی قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول آمین اذا قرأ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا آمین کہنا میں نے سنا ہے۔ بیہقی اور اعلام الموقعین میں یہ حدیث مروی ہے ابن ماجہ میں بھی ہے[1] اس کے کل راوی ثقہ ہیں صرف ابن ابی لیلیٰ میں کلام ہے سوانہیں بھی ابو حاتم محلہ الصدق کہتے ہیں۔(۲) اور ان کی متابعت علاء بن صالح اور علی بن صالح محمد بن سلمہ سفیان اور شعبہ کرتے ہیں۔ پس یہ حدیث بھی کم سے کم حسن ہے اور بلند آواز سے آمین کہنے کی صریح دلیل ہے۔

۵- عن ابن ام الحصین عن امه انها صلت خلف رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه و آله وسلم فلما قال ولا الضالین .قال آمین.فسمعته وھی فی صف النساء(۳) یعنی حضرت ام حصینؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے جب ولا الضالین پڑھی تو آمین کہی مائی صاحبہ نے سنی حالانکہ مائی صاحبہ عورتوں کی صف میں تھیں اس حدیث کو حافظ ابن حجر تخریج ہدایہ میں لائے ہیں اور اس پر کوئی کلام نہیں کیا بلکہ زیلعی بھی اپنی تخریج میں اسے لائے ہیں اور اس کی اسناد پر کوئی جرح نہیں کی۔ طبرانی میں بھی یہ حدیث مروی ہے اور یہ بھی صاف دلیل ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہئے۔(۴)

---

(۱) ابن ماجه ج ۱ صـ ۲۷۸. ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں "سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا قال ولاالضالین . قال آمین /علامہ سندھی لکھتے ہیں "والسماع یدل علی الجهر"

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مرعاة المفاتیح ج۳ صـ ۱۵۳

(۳) اس حدیث کو اسحاق بن راھویہ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے .ملاحظہ ہو نصب الرایه ج ۱ صـ ۳۷۱ / مرعاة المفاتیح ج۳ صـ ۱۵۲ / درایة فی تخریج الهدایة برحاشیه هدایه ج ۱ صـ ۱۰۷ / مجمع الزوائد ج۲ صـ ۱۱۴

(۴) درج ذیل حدیثیں بھی زور سے آمین کہنے پر دال ہیں :

::::::

....

:::::: ۱ – عن ابی هریرةؓ قال کان رسول اللهﷺ اذا فرغ من قرأة ام القرآن رفع صوته وقال آمین .(دراقطنی ج ۱ صـ ۳۳۵ باب التامین فی الصلوٰة بعد فاتحة الکتاب والجهر بها / حاکم ج ۱ صـ ۲۲۳ کتاب الصلوٰة (کان اذافرغ من ام القرآن رفع صوته فقالَ آمین .)

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ جب سورہ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے تو اپنی آواز بلند کرتے اور آمین کہتے۔

۲ – عن نعیم المجمر قال صلیت وراء ابی هریرة فقرأ بسم الله الرحمن الرحیم ثم قرأ بام القرآن حتی اذا بلغ غیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقال آمین فقال الناس آمین ویقول کلما سجد الله اکبر واذاقام عن الجلوس فی الانثین قال الله اکبر واذا سلم قال والذی نفسی بیده انی لاشبهکم صلوٰة برسول اللهﷺ (نسائی ج ۱ صـ ۱۰۵ قرأة بسم الله الرحمن الرحیم / ابن خزیمه ج ۱ صـ ۲۵۱ / حاکم ج ۱ صـ ۲۳۲ / دارقطنی ج ۱ صـ ۱۱۵ / بیهقی ج ۲ صـ ۵۸ ، ۴۶، ابن جارود صـ ۹۷)

شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۴۶ باب قرأة بسم الله الرحمن الرحیم فی الصلوٰة.

نعیم مجمر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوھریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی انھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر سورہ فاتحہ کی تلاوت کی اور جب غیر المغضوب علیهم ولاالضالین پر پہونچے تو آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی، اور جب سجدہ کیا تو اللہ اکبر کہا اور جب دو رکعت کے بعد بیٹھ کر اٹھے تو اللہ اکبر کہا اور جب سلام پھیرا تو کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم میں سب سے زیادہ نماز کے اعتبار سے رسول اللہﷺ سے مشابہ ہوں۔

۳ – عن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ اذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تامینه تامین الملئکة غفرله ماتقدم من ذنبه (بخاری ج ۱ صـ ۱۰۸ باب جهر الامام بالتامین، ج ۲ صـ ۹۴۷ کتاب الدعوات باب التامین / مسلم ج ۱ صـ ۱۷۶ /ابوداؤد صـ ۱۳۵ انسائی ج ۱ صـ ۱۰۷ ترمذی ج ۱ صـ ۵۸ / دارمی ج ۱ صـ ۳۱۴ .

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے پہلے کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔

بخاری، مسلم، مالک، ابوداؤد، ونسائی، دارمی میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی ہے " اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقولوا آمین فانه من وافق قوله قول الملئکة غفرله ماتقدم من ذنبه " (بخاری ج ۱ صـ ۱۰۸ باب جهرُ الماموم :::::

وائل بن حجرؓ کی حدیث کی صحت شیخ عبدالحق دہلوی بھی ترجمہ مشکوٰۃ میں کرتے ہیں اور علامہ ابوطیب مدنی بھی شرح ترمذی میں اور دیگر علماء کرام حنفیہ جنہیں حق بینی کی اس مسئلہ میں توفیق ہوئی انہوں نے اس حدیث کو صحیح مانا اوران بزرگوں نے گوانہیں نسبت حنفی مذہب سے ہو صاف صاف صحت کی گواہی دی ہے جیسے علامہ لکھنوی، ابن الہمام وغیرہ جیسا کہ ہم دلائل محمدی حصہ اول میں لکھ آئے ہیں اور اسی رسالہ میں آمین کے بیان میں بیان کرآئے ہیں۔ مجھے اس مسئلہ میں صحابہ کرام کے

::::: بالتامین / مسلم ج ۱ صـ ۱۷۶ / ابو داؤد صـ ۱۳۵ / نسائی ج ۱ صـ ۱۰۷ / ترمذی ج ۱ صـ ۵۷ / دارمی ج ۱ صـ ۳۱۴)

بخاری ہی کی دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں" اذا امن القاری فامنوا فان الملئکة تومن فمن وافق تامینه تامین الملئکة غفرله ماتقدم من ذنبه " (بخاری ج ۲ صـ ۹۴۷ کتاب الدعوات)

۴- عن وائل الحضرمی انه صلّی خلف النبی ﷺ فلماقال و لاالضالین قال امین رافعا بها صوته (السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۲ صـ ۵۸ باب جهر الامام بالتامین)
وائل حضرمی سے روایت ہے انھوں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ نے ولا الضالین کہی تو آپ نے بلند آواز سے آمین کہا۔

۵- عن سلمة بن کهیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر انه صلی خلف رسول اللّٰه ﷺ فجهر بآمین وسلم عن یمینه وعن شماله حتی رأیت بیاض خده (ابو داؤد صـ ۱۳۵ باب التامین وراء الامام)

۶- عن ابی اسحاق عن عبد الجبار بن وائل عن ابیه قال صلیت خلف رسول اللّٰه ﷺ فلماافتتح الصلوٰة کبر و رفع یدیه حتی حاذ تا اذنیه ثم یقرأ بفاتحة الکتاب فلمافرغ منها قال آمین یرفع بها صوته ، نسائی ج ۱ صـ ۱۰۱ رفع الیدین حیال الاذنین
عبدالجبار بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے جب آپ نے نماز شروع کیا تو اللہ اکبر کہا اوراپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا پھر سورہ فاتحہ پڑھنے لگے اور جب اس سے فارغ ہوئے تو زور سے آمین کہا۔

۷- عن علی ان النبی ﷺ کان اذا قرأ . ولاالضالین رفع صوته بآمین . مستدرک حاکم ، اعلام الموقعین .

۸- عن علی قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ اذا قال و لاالضالین قال آمین . ابن ماجه ج ۱ صـ ۲۷۸ باب الجهر بآمین)

ناموں کے گنوانے کی ضرورت نہیں جو آمین اونچی آواز سے کہنے کے قائل تھے کیوں کہ اوپر حضرت عطاء کی وہ روایت گذر چکی ہے کہ دوسو صحابہ آمین کو امام کے پیچھے بآواز بلند پکارا کرتے تھے۔(۱) تابعین میں بھی یہی دستور رہا۔امام شافعی کی روایت میں حضرت عطاء کے یہ الفاظ ہیں ''کنت اسمع الائمة ابن الزبیر و من بعد هم یقولون آمین ویقول من خلفهٗ آمین حتیٰ ان للمسجد للجةً''(۲) یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ اور آپ کے بعد کے ائمہ کو آمین کہتے ہوئے سنا اور ان کے پیچھے کے مقتدیوں کو بھی (اس بلند آواز سے) کہ مسجد ہل ہل جاتی تھی۔پس یہ سیکڑوں صحابہ اور سیکڑوں تابعین ہو گئے، بلکہ حنفی مذہب کے قاعدے کے مطابق صحابہ کا اجماع مسئلہ آمین بالجہر پر ہو گیا، انہی حضرت زبیر کے حبشی کے فتوے پر عدم انکار صحابہ کو تسلیم کر کے یہ لوگ اس پر اجماع لکھتے ہیں حالاں کہ وہ ثابت ہی نہیں۔(۳) پھر یہاں اس سچے واقعہ اور نہ صرف عدم انکار بلکہ شرکت فعل کو اجماع کہتے ہوئے کیوں ان کی زبان رکنے لگی؟ پس بفضلہٖ یہ وہ مسئلہ ہے کہ جس پر اجماع صحابہ ہے اسی طرح الحمد کا مسئلہ تھا جیسا کہ بیان ہوا اور اسی طرح رفع الیدین کا مسئلہ ہے جیسا کہ واضح ہوگا ان شاءاللہ۔

حضرت ابوھریرہ ﷺ اور ان کے مقتدیوں کا بھی ان کے ساتھ آمین بالجہر

---

(۱) السنن الکبریٰ للبیهقی ج۲ صـ ۵۹ باب جهر الامام بالتامین
بخاری میں ہے ''امن ابن الزبیر ومن وراءهٗ حتی ان للمسجد للجة (بخاری ج ۱ صـ ۱۰۷) اور مصنف عبدالرزاق میں ہے ''عن ابن جریح عن عطاء قال قلت له و کان ابن الزبیر یومن علیٰ اثر ام القرآن قال نعم ویومن وراءہ حتی ان للمسجد للجة (مصنف عبدالرزاق ج ۲ صـ ۹۷ باب آمین).
(۲) ملاحظہ ہو تحفة الاحوذی ج۲ صـ ۶۱ /مرعاة ج۳ صـ ۱۳۱ / بخاری ج ۱ صـ ۱۰۷ السنن الکبریٰ للبیهقی ج۲ صـ ۵۹
(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مرعاة المفاتیح ج۳ صـ ۱۵۳ / تحفة الاحوذی ج۲ صـ ۶۱

کہنا ثابت ہے ملاحظہ ہو نسائی شریف (۱)

ناظرین یہ بھی نہ بھولیں کہ اس حدیث کے راوی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ یمن کے شاہزادے ہیں ان کے والد حضرموت کے بادشاہ تھے وہاں یہ دربار نبوی میں محض اس لئے حاضر ہوئے تھے کہ اپنی آنکھوں سے نبی ﷺ کی نماز دیکھیں۔ چنانچہ یہاں حضور ﷺ کی خدمت میں پہونچے اس سے پہلے ہی حضرت جبرئیل ؑ نے آپ کو یہ خبر کردی۔ اور آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ وائل بن حجر دور دراز سے خوشی خوشی اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں مست چلا آرہا ہے۔ جب یہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے اپنی مسرت کا اظہار کیا مرحبا کہا اور اپنے پاس بیٹھایا۔ ملاحظہ ہو مسک الختام۔ بیہقی وغیرہ (۲)

رفع الیدین کرنے کے مزید دلائل:

اس کی وہ روایتیں صحیح بخاری، مسلم وغیرہ سے دلائل محمدی حصہ اول میں بیان ہوچکی ہیں کہ آنحضرت ﷺ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے اور اسی طرح دو رکعتوں کے بعد جب تیسری کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو بھی رفع الیدین کرلیتے تھے۔ اب اور حدیثوں کی عبارت کی

(۱) عن نعیم المجمر قال صلیت وراء ابی ہریرۃ فقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ثم قرأ بام القرآن حتی اذا بلغ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین (الحدیث) نسائی ج ۱ ص ۱۰۵ قرأۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حاکم ج ۱ ص ۲۳۲ / ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۵۱ / دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۵ / بیہقی ج ۲ ص ۵۸ . ص ۴۶ / ابن جارود ص ۹۷ / شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۶ باب قرأۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی الصلوٰۃ .

(۲) مسک الختام ج ۱ ص ۴۰۱ / بیہقی / مرعاۃ ج ۳ ص ۵۵ / اکمال فی اسماء الرجال

چنداں ضرورت نہیں صرف نام راوی کا اور حوالہ کتاب کا ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر ﷜ اور حضرت مالک بن حویرث ﷜ سے صحیح بخاری، صحیح مسلم شریف میں۔(۱) اور حضرت وائل بن حجر ﷜ سے صحیح مسلم شریف میں۔(۲) اور حضرت علی ﷜ سے سنن اربعہ میں۔(۳) اور حضرت سہل بن سعد اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت ابواسید ﷜، حضرت ابوقتادہ ﷜ اور حضرت ابوھریرۃ ﷜ سے ابوداؤد میں۔(۴) اور حضرت انس، حضرت جابر اور حضرت عمیر لیثی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ابن ماجہ میں۔(۵) اور حکم بن عمیر ﷜ سے مسند احمد میں۔ اور حضرت ابوبکر اور حضرت براء بن عازب سے بیہقی میں۔(۶) اور حضرت عمر فاروق ﷜ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷜ سے دارقطنی میں۔(۷) اور عقبہ بن عامر، حضرت معاذ بن جبل ﷜ سے طبرانی میں رفع الیدین کرنے کی روایتیں موجود ہیں۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں سترہ صحابی اس کے راوی ہیں (۸) امام حاکمؒ فرماتے ہیں عشرہ مبشرہ اس کے راوی ہیں۔ابوالفضل حافظ فرماتے ہیں پچاس صحابہؓ اس حدیث کے راوی ہیں تیس صحابیوں کے نام بیہقی نے اس کے راویوں میں سے گنوائے ہیں (۹) بے شمار صحابہ، بے شمار تابعین اور بے شمار ائمہ دین اور امام شافعی، امام مالک اور امام

(۱) بخاری ج ۱ صـ ۱۰۲ / مسلم ج ۱ صـ ۱۶۸
(۲) مسلم ج ۱ صـ ۱۷۳
(۳) ابوداؤ صـ ۱۰۹ / ترمذی ج ۱ صـ ۵۹ / ابن ماجہ ج ۱ ص: ۲۸۱
(۴) ابوداؤد صـ ۱۰۷، ۱۰۸
(۵) ابن ماجۃ ج ۱ صـ ۲۸۰، ۲۸۱
(۶) السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱ صـ ۷۵
(۷) دارقطنی ج ۱ صـ ۲۹۲
(۸) فتح الباری ج ۲ صـ ۲۸۰
(۹) السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۲ صـ ۷۴، ۷۵

احمد سب اس کے قائل ہیں۔ جن جن راویوں اور جن جن کتابوں کے نام ہم نے اوپر گنوائے ہیں وہ اکیس حدیثیں ہوئیں۔ غرض رفع الیدین کی حدیثیں اس قدر ہیں کہ بقول امام المحدثین حضرت امام بخاریؒ کسی اور مسئلہ میں اتنی حدیثیں نہیں، اور یہ تواتر کے درجہ کو پہونچ گئی ہیں۔

بحمدللہ راجکوٹی رسالہ کی تو کافی تردید ہو چکی، ساتھ ہی ان تینوں مسئلوں کی تحقیق بھی خاصی ہو چکی۔ میں چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ سینہ پر ہاتھ باندھنے کے دلائل اور اس کے خلاف کا حال بھی لکھ دوں تا کہ نماز کے بڑے بڑے مسائل تقریباً طے ہو جائیں۔

ناف تلے ہاتھ باندھنے کی دلیل کی تردید میں دس جوابات

اس بارے میں احناف کی طرف سے حضرت علیؓ اور حضرت ابوھریرہؓ والی حدیث ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کی پیش کی جاتی ہے۔(۱) اس کی بابت گذارش

---

(۱) حضرت علی کی روایت یہ ہے ”عن ابی حجیفة ان علیا قال السنة وضع الکف علی الکف تحت السرة (ابو داؤد باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰة/ الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی ج۳ ص ۱۷۱ باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال / دارقطنی ج۱ ص ۲۸۶ باب فی اخذ الشمال بالیمین فی الصلوٰة / ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱ وضع الیمین علی الشمال / السنن الکبری للبیھقی ج ۲ ص ۳۱ وضع الیدین علی الصدر فی الصلوٰة من السنة / حدیث ابوھریرہ یہ ہے ” عن ابی وائل قال قال ابوھریرة اخذ الاکف علی الاکف فی الصلوٰة تحت السرة / ابو داؤد باب وضع الیمنی علی الیسریٰ فی الصلوٰة / دارقطنی ج ۱ ص ۲۸۴ / السنن الکبری للبیھقی ج ۲ ص ۳۱

نوٹ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں حنفیہ نے جو دلائل دیئے ہیں وہ دلائل اور ان کے تفصیلی جوابات کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ شمع محمدی مراجعہ وحواشی مولانا حافظ ابو سہیل انصاریؒ (عبداللطیف اثری) مطبوعہ اہل حدیث اکیڈمی مئو ص ۱۴۶ حاشیہ ۲

ہے کہ اول تو یہ روایت ابوداؤد کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے صرف ابن الاعرابی وغیرہ کے نسخہ میں ہے۔(۱) اس کے اور بھی طریق ہیں اور کتابوں میں بھی مروی ہے لیکن ان دونوں میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی ہیں جو ہر طریق میں تقریباً موجود ہیں۔ ان کی نسبت امام احمدؒ اور امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہیں ابن معینؒ کہتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں اس میں نظر ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں یہ بالاتفاق ضعیف ہیں، بیہقیؒ فرماتے ہیں یہ متروک ہیں (۲) خود امام ابوداؤد جو اس حدیث کو لائے ہیں وہ بھی اس راوی کا ضعیف ہونا نقل کرتے ہیں۔ پس یہ حدیث لائق استدلال نہ رہی۔ پھر حضرت علیؓ ہی سے اسی ابوداؤد کے اسی صفحہ اور اسی باب میں فوق السرۃ کا لفظ بھی ہے یعنی ناف سے اوپر۔ (۳) پھر ہم اپنے حنفی بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر فی الواقع اس حدیث کو تم قابل عمل جانتے ہو تو پھر اپنی عورتوں کو اس عمل سے کیوں روکتے ہو؟ تمہیں چاہئے کہ عورتوں کو بھی اس حدیث پر عمل کرنے کی ہدایت کرو۔ (۴) ہم نے اکثر سنا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے والوں پر پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ خدا سے کشتی لڑتے

---

(۱) ملاحظہ ہو عون المعبود ج ۱ صـ ۲۷۵ حاشیہ ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۱۰
علامہ زیلعی لکھتے ہیں یہ حدیث ابن اعرابی وابن واسہ دونوں کی روایت میں ہے۔ ملاحظہ ہو نصب الرایہ ج ۱ صـ ۳۱۴

(۲) ملاحظہ ہو مرعاۃ المفاتیح ج ۳ صـ ۶۲ / نصب الرایہ ج ۱ صـ ۳۱۴ / تحفۃ الاحوذی ج ۲ صـ ۷۸ / الدرایۃ فی تخریج احادیث الهدایۃ بر حاشیہ ہدایہ ج ۱ صـ ۱۰۱ / شمع محمدی۔ مراجعہ وحواشی مولانا حافظ ابو سہیل انصاری (عبداللطیف اثری) ص ۴۶ حاشیہ نمبر ۲

(۳) ملاحظہ ہو ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۱۰ حاشیہ نمبر ۳

(۴) حنفی مذہب میں ہے کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے گا اور عورت سینے پر ہاتھ باندھے گی، علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں "فاعلم ان مذهب الامام ابی حنیفة ان الرجل یضع الیدین فی الصلوٰۃ تحت السرة والمرأة تضعهما علی الصدر. (تحفۃ الاحوذی ج ۲ صـ ۷۴)

ہیں۔تو کیوں جناب اگر اہل حدیث مرد کشتی لڑکر برائی کا کام کریں تو حنفی عورتیں پہلوان بن کر خدا کا مقابلہ کرنے کیوں نکلیں؟ غرض یہ تو محض بے جان اعتراض ہے ہاں البتہ اس کا جواب ہمارے بھائی نہیں دے سکتے کہ عورتیں تو سینے پر ہاتھ باندھیں اور مرد ناف تلے، یہ حدیث کہاں ہے؟ اس تفریق کے ساتھ کوئی صحیح حدیث نہیں۔ پس برادران احناف کا یہ مسئلہ ایک ایسا اچھوتا مسئلہ ہے جس پر کوئی ضعیف سی دلیل بھی ان کے ہاتھ میں نہیں۔ اب ہمارے دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے آٹھ دلائل!

۱- عن قبيصة بن هلب عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ينصرف عن يمينه و عن يساره و رأيته يضع هذه على صدره ووصف يحيى اليمنىٰ على اليسرىٰ فوق المفصل (۱) یعنی حضرت قبیصہ کے باپ ہلب ؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز کے بعد کبھی دائیں سے اور کبھی بائیں جانب سے گھوم کر (مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر) بیٹھتے اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر رکھا کرتے تھے۔ یہ حدیث مسند امام احمد میں موجود ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں۔

۲- عن وائل بن حجر ؓ قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم فوضع يده اليمنىٰ على اليسرىٰ على صدره (۲) یعنی حضرت وائل

(۱) مسند احمد ج۵ صـ ۲۲۶ / الفتح الربانی ج۳ صـ ۱۷۲

(۲) ابن خزیمه ج۱ صـ ۲۴۳ باب وضع اليمين على الشمال فى الصلوٰة قبل افتتاح القرأة / بلوغ المرام باب صفة الصلوٰة/ الدراية فى تخريج احاديث الهداية. صـ ۱۰۱

بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھا۔ یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ میں ہے اور امام ابن خزیمہؒ اُسے صحیح کہتے ہیں۔ یہ بھی صریح دلیل ہے سینے پر ہاتھ باندھنے کی۔

۳- عن طاؤس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع یدہ الیمنیٰ علی یدہٖ الیسریٰ ثم یشد بینھما علی صدرہٖ وھو فی الصلوٰۃ یعنی حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ نماز میں اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر اپنے سینہ پر باندھ لیا کرتے تھے یہ حدیث ابوداؤد کے ایک نسخے میں بھی ہے (۱) اور مراسیل ابوداؤد میں بھی ہے۔ (۲) گو یہ مرسل ہے لیکن دوسری سند سے مل کر قوی ہوگئی ہے اور صاف بتلا رہی ہے کہ نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں۔

۴- ہاں یہ بھی خیال رہے کہ وانحر کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد سینے پر ہاتھ باندھنا ہے بائیں پر دایاں۔ اسے امام حاکم لائے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ یہ روایت حسن ہے۔

۵- امام بخاریؒ تاریخ بخاری میں لائے ہیں عن علی فصل لربک وانحر وضع یدہ الیمنیٰ علی وسط ساعدہ الیسریٰ علی صدرہ (۳) یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فصل لربک وانحر کی تفسیر یہ ہے کہ آدمی اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی کے درمیان پر رکھے اور سینے پر باندھ لے۔

۶- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ عند النحر یعنی اس آیت میں یہ حکم ہے کہ نماز میں اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھ لے۔ (۴)

(۱) یہ حدیث ابن الاعرابی کے نسخے میں ہے
(۲) دیکھئے مراسیل ابی داؤد ص ۶ واخرجہ البیہقی فی المعرفۃ
(۳) بحوالہ تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۲ ص ۲۲۷ / بیہقی ج ۲ ص ۳۰
(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۱ باب وضع الیدین علی الصدر فی الصلوٰۃ من السنۃ

۷- اور ابن ابی حاتم ابن شاہین ابن مردویہ اور بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کے یہ الفاظ ہیں ضع یدک الیمنیٰ علی الشمال عند النحر یعنی اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر باندھ لے۔

۸- طبرانی کی حدیث میں ہے حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ثم وضع یمینه علی یسارہ علی صدرہ الخ یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا یہ آٹھ روایتیں سینے پر باندھنے کی ہوئیں۔

میرے مسلمان بھائیو! بالخصوص وہ بھائیو جو اپنے تئیں حنفی کہتے ہو یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ دین صرف وہ ہے جو قرآن وحدیث میں ہو، کسی اور کا قول دین نہیں۔ پس آپ کو چاہیے کہ سنت رسول ﷺ حدیث پیغمبر ہوتے ہوئے دوسروں کے اقوال کی پابندی میں اپنے تئیں نہ رکھیں اور حدیث وقرآن پر دل سے عامل بنجائیں۔ ان چاروں مسئلوں کے دلائل ہم نے بیان کردیئے ہیں اور ہماری چاہت ہے کہ آپ حضرات سنت رسول ﷺ کے عامل بن جائیں۔ خدا ہمیں توفیق خیر دے۔

برادران! وہ عمل ایک جو کے برابر بھی خدا کے نزدیک وقعت نہیں رکھتا جو خلاف سنت ہو دوستو! الحمد کو امام کے پیچھے نہ پڑھ کر اپنی نمازوں کو برباد نہ کرو۔ آمین بالجہر اور رفع الیدین چھوڑ کر تارک سنت نہ بنو، نماز اس طرح پڑھو جس طرح حضور ﷺ نے پڑھی اور فرمایا صلوا کما رأیتمونی اصلی میرے امتیو! نماز اسی طرح پڑھنا جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا۔

مسلک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

اللھم اکتب لی بھا عندک اجرا وضع عنی بھا وزرا، واجعلھا لی عندک ذخرا، وتقبلھا منی انک انت السمیع العلیم، وتب علیّ انک انت التواب الرحیم۔

الراقم العاجز:

محمد بن ابراہیم میمن جونا گڑھی، مدرس مدرسہ محمدیہ، ایڈیٹر اخبار محمدی باڑہ ہندوراؤ۔ دہلی نمبر ۶

حواشی کے مراجع

اسماء کتب	مطبع/مکتبہ
قرآن مجید	مجمع الملک فہد۔مدینہ منورہ
تفسیر القرآن العظیم	جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی۔کویت
تفسیر ابن جریر طبری	دارالکتب العلمیۃ۔بیروت
تفسیر معالم التنزیل للبغوی	بمبئی
تفسیر بیضاوی	اصح المطابع۔دہلی
الفوز الکبیر	ندوۃ المصنفین۔دہلی
الجامع الصحیح للبخاری	اصح المطابع۔دہلی
الصحیح لمسلم	اصح المطابع۔دہلی
سنن الترمذی	اصح المطابع۔دہلی
سنن ابی داؤد	اصح المطابع۔دہلی
موطا امام مالک	مکتبہ تھانوی۔دیوبند
مسند احمد	مطبع المیمنیہ۔مصر
مصنف عبدالرزاق	دارالقلم۔بیروت
مصنف ابن ابی شیبہ	الدار السلفیہ۔بمبئی
موطا امام محمد	مکتبہ تھانوی۔دیوبند
سنن الدارمی	دارالکتاب العربی
نسائی	مجتبائی۔دہلی
السنن الکبریٰ للبیہقی	دارالمعرفہ۔بیروت
دارقطنی	دارالمحاسن۔قاہرہ
شرح معانی الآثار	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
ابن ماجہ	داراحیاء العربیۃ۔مصر

ابن خزیمہ	شرکۃ الطباعۃ العربیۃ السعودیۃ
مسند حمیدی	علمی پریس۔ مالیگاؤں
مستدرک حاکم	دارالکتاب العربی۔ بیروت
ابوداؤد الطیالسی	دائرۃ المعارف۔ حیدرآباد
مجمع الزوائد	دارالکتاب العربی۔ بیروت
جزء القرأۃ للبخاری	مطبع فاروقی۔ دہلی
آثار السنن	جید پریس۔ دہلی
الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی	داراحیاء التراث العربی
کنز العمال	دائرۃ المعارف۔ حیدرآباد
مراسیل ابی داؤد	اصح المطابع۔ دہلی
کتاب القرأۃ للبیہقی	مطبع فاروقی۔ دہلی
مرعاۃ المفاتیح	مکتبہ سلفیہ۔ بنارس
تحفۃ الأحوذی	مکتبہ اشرفیہ۔ دیوبند
فتح الباری	مکتبہ اشرفیہ۔ دیوبند
مرقاۃ المفاتیح	اصح المطابع۔ دہلی
عون المعبود	نشر السنۃ۔ ملتان
مسک الختام	مطبع شاہجہاں۔ بھوپال
التعلیق الممجد علی موطا محمد	مکتبہ تھانوی۔ دیوبند
نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ	المجلس العلمی۔ سورت ہند
الدرایہ	مکتبہ تھانوی۔ دیوبند
تلخیص الحبیر	مطبع انصاریہ۔ دہلی
عمدۃ القاری	دارالطباعۃ العامرۃ۔ مصر
میزان الاعتدال	مکتبہ السعادۃ۔ مصر

حجۃ اللہ البالغہ	مطبع اشرفی۔دیوبند
الغنیۃ لطالبی طریق الحق	مکتبہ اشاعت اسلام۔دہلی
مجموعہ فتاوی	مطبع یوسفی۔لکھنو
تحقیق الکلام	محبوب المطابع۔دہلی
امام الکلام	مطبع مصطفائی۔دہلی
التعلیقات السنیۃ علی الفوائد البھیۃ	مطبع مصطفائی۔دہلی
شرح فقہ اکبر	مطبع محمدی۔لاہور
ہدایہ	مکتبہ تھانوی
منیۃ المصلی	مکتبہ امدادیہ۔دیوبند
ردالمختار	مکتبہ اشرفیہ۔دیوبند
درمختار	زکریا بک ڈپو۔دیوبند
شرح وقایہ	ادارہ مرکز ادب۔دیوبند
فتح القدیر	مکتبہ کوئٹہ۔پاکستان
الدرایۃ	مکتبہ تھانوی۔دیوبند
الفوائد البھیۃ	مطبع مصطفائی۔دہلی
الجوہر النقی	دارالمعرفۃ بیروت۔لبنان
نورالانوار	مکتبہ دینیہ۔دیوبند
تلویح	نول کشور، کانپور
عمدۃ الرعایۃ	ادارہ مرکز ادب۔دیوبند
مقدمہ ابن الصلاح	مکتبہ الفارابی
اعلام الموقعین مترجم (اردو)	مکتبہ الفہیم۔مئو
موضوعات کبیر ملا علی قاری	مجتبائی۔دہلی
اکمال فی اسماء الرجال	مکتبہ رشیدیہ۔دہلی



PRINT ART Delhi- Ph. 23634222